إِنْ أَوْلِيَاءُهُ إِلَّا الْمُتَّقُوْنَ
(متقی لوگ ہی اللہ کے دوست ہیں)

تذکرہ

حضرت مولانا
محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

(خاندانی اور سوانحی خاکہ اور دعوتی و تبلیغی خدمات کا ایک اجمالی جائزہ)

محمود حسن حسنی ندوی

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی
دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

جملہ حقوق محفوظ

طبع دوم

رجب المرجب ۱۴۳۸ھ -- اپریل ۲۰۱۷ء

نام کتاب	:	تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ
مصنف	:	محمود حسن حسنی ندوی
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
صفحات	:	۲۹۶
قیمت	:	۲۰۰/روپے
باہتمام	:	انجینئر محمد عثمان حیدر آبادی

انتساب

والدین ماجدین مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ

(حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی واہلیہ محترمہ)

ناشر

سید احمد شہید اکیڈمی

دار عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یوپی)

فہرست

عرض ناشر ---------- ۸
عرض مؤلف ---------- ۹
مقدمہ حضرت مولانا محمد رابع حسنی صاحب دامت برکاتہم ---------- ۱۲
مکتوب عالی حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب دامت برکاتہم ---------- ۱۸
تاثرات جناب مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی صاحب مدظلہ ---------- ۲۰

باب اول
خاندان کے اسلاف

خاندان کا امتیاز ---------- ۲۶
نسب نامہ ---------- ۲۶
ابو جعفر محمد واعظ بغدادی ---------- ۲۷
قاضی ضیاء الدین سنامی ---------- ۲۸
قاضی کریم الدین ننگر اور کاندھلہ کا قیام ---------- ۲۹
مولانا محمد اشرف جھنجھانوی اور ان کی اولاد ---------- ۳۰
حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی ---------- ۳۲
مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی ---------- ۳۳
مولانا محمد نورالحسن کاندھلوی ---------- ۳۵
مولانا حکیم ظہورالحسن محمد ابراہیم ---------- ۳۶
مولانا حکیم رضی الحسن ---------- ۳۷
مولانا اکرام الحسن کاندھلوی ---------- ۳۸
خاندان کی مثالی بیبیاں ---------- ۴۰
نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ ---------- ۴۵
والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی ---------- ۴۶

باب دوم
از ولادت تا تکمیل سلوک

ولادت ---------- ۵۴
تعلیم وتربیت ماحول اور اساتذہ ---------- ۵۴
حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا واقعہ ---------- ۵۷

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی سرپرستی ---------- ۵۹
قرآن مجید کی محرابیں ---------- ۶۱
خلافت واجازت بیعت ---------- ۶۵
والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی توجہ وسرپرستی ---------- ۶۹
حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی سرپرستی اور اجازت وخلافت ---------- ۷۰
مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا عریضہ، درخواست دعا وتوجہ ---------- ۷۱
حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی سے اجازت بیعت وارشاد ---------- ۷۹

باب سوم

دہلی کا قیام مدرسہ کاشف العلوم میں تدریس حدیث شریف اور مرکز دعوت وتبلیغ حضرت نظام الدین سے وابستگی

مرکز نظام الدین دہلی کا قیام ---------- ۸۴
تدریس اور منصب شیخ الحدیث ---------- ۸۵
تعلیم وتدریس کا انداز ---------- ۸۵
دعوت وتبلیغ کی پہلی تقریر ---------- ۸۹
اجتماعات میں بیانات ---------- ۸۹
پاکستان کے اجتماعات ---------- ۹۱
بنگلہ دیش کے اجتماعات ---------- ۹۵
مرکز نظام الدین کے رمضان کے معمولات ---------- ۹۹
حج اور عمرے ---------- ۱۰۵
اندرون ملک کے اجتماعات ---------- ۱۰۷
دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اجتماعات میں شرکت ---------- ۱۱۴
از وفات مولانا محمد ہارون تا وفات حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی ---------- ۱۲۰
حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے دور امارت کا ایک اہم فیصلہ اور اہل شوریٰ ---------- ۱۲۵

باب چہارم

عالمی دعوت وتبلیغ کا کام اور ذمہ دارانہ مقام

حضرت مولانا انعام الحسن کی وفات اور اس کے بعد کی ذمہ داری ---------- ۱۳۰
ذمہ دارانہ مقام ---------- ۱۳۲
ایک چشم کشا بصیرت افروز تحریر اور پیغام ---------- ۱۳۴
ایک اعلان وشہادت بالحق ---------- ۱۳۵
ایک اہم تاریخی مکتوب ---------- ۱۳۸
حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی کی وفات اور بعد والوں کی ذمہ داریاں ---------- ۱۴۰

مولانا سعید احمد خاں مکی اور مولانا محمد عمر پالنپوری کا عظیم سانحہ وفات ---------- ۱۴۲
رفیق امارت حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ کے ساتھ اشتراک عمل ---------- ۱۴۷
منتخب احادیث کی اشاعت ایک مستحسن اور ضروری اقدام ---------- ۱۵۴
مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی رائے ---------- ۱۵۵
مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی تحقیق ---------- ۱۵۵
عمومی تاثر ---------- ۱۵۶
مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی تائید وترغیب ---------- ۱۵۷
عمومی اشاعت اور تبلیغی نظام ونصاب میں شامل کرنے کے اسباب ومحرکات ---------- ۱۵۷
معمولات واخلاق ---------- ۱۶۰
علالت ووفات ---------- ۱۶۵
پس ماندگان اور کنبہ ---------- ۱۶۶
ممتاز معاونین ورفقاء اور علماء ---------- ۱۶۸

باب پنجم

اوصاف وخصوصیات امتیازات وکمالات

قرآن مجید سے شغف ---------- ۱۷۲
درود شریف ---------- ۱۷۲
ذکر کا التزام واہتمام ---------- ۱۷۳
علوئے منزلت ---------- ۱۷۳
محبت رسول ---------- ۱۷۵
اہل اللہ سے تعلق اور بڑوں کا ادب ولحاظ ---------- ۱۷۶
چھوٹوں پر شفقت ---------- ۱۷۸
حلم اور رعب ---------- ۱۸۱
صلہ رحمی ---------- ۱۸۱
اساتذہ کا ادب ---------- ۱۸۳
کم گوئی ---------- ۱۸۳
صفائی قلب ---------- ۱۸۴
سنتوں کا پاس ولحاظ ---------- ۱۸۵
تواضع ومساوات ---------- ۱۸۵
تسلیم ورضا ---------- ۱۸۶
دوسروں کا خیال ---------- ۱۸۶
جذبۂ شکر واحسان مندی ---------- ۱۸۷

باب ششم
خاندان کے چند معاصر وممتاز افراد

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہم ---------- ۱۹۰
محدث جلیل حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم ---------- ۱۹۵
مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہم ---------- ۱۹۹
مولانا محمد ہارون کاندھلوی علیہ الرحمہ ---------- ۲۰۱
مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری ---------- ۲۰۵
مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلویؒ ---------- ۲۰۹
مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ---------- ۲۱۵
مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری ---------- ۲۱۸

باب ہفتم (جزء اول)
وفات وتعزیت، میڈیا وسوشل میڈیا کے حوالے سے

وفات ---------- ۲۲۲
مضامین ---------- ۲۲۳
ماہنامہ البعث الاسلامی عربی ---------- ۲۲۳
ماہنامہ مظاہر علوم سہارن پور ---------- ۲۲۵
ہفت روزہ "الجمعیة" دہلی ---------- ۲۲۶
پندرہ روزہ "تعمیر حیات" ندوۃ العلماء ---------- ۲۲۸
دار العلوم ندوۃ العلماء میں ذمہ داروں کا خطاب ---------- ۲۳۰
پندرہ روزہ الرائد عربی مجلہ ---------- ۲۳۴
ماہنامہ بانگِ حرا اردو مجلہ ---------- ۲۳۵
تعزیت اور دعائے مغفرت مجلس انتظامی ندوۃ العلماء ---------- ۲۳۸
تعزیتی خط (بنام مولانا سعد صاحب مدظلہ) ---------- ۲۳۹
تعزیتی خط (بنام صاحبزادگان مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ) ---------- ۲۴۰
خبریں وتاثرات ---------- ۲۴۱
عالمی شخصیات کے تعزیتی کلمات ---------- ۲۴۷
نذرانۂ عقیدت ---------- ۲۵۳

باب ہفتم (جزء دوم)
بیان ودعا — اسلوب اور نمونہ

اسلوب بیان ---------- ۲۵۴

بیان اجتماع رائے ونڈ ---------- ۲۵۷
دین سیکھنے سے آتا ہے ---------- ۲۵۷
چند اعمال پورا دین نہیں ---------- ۲۵۸
دعوت کیا ہے ---------- ۲۵۸
سب سے اونچا عمل ---------- ۲۵۸
تعلیم ---------- ۲۵۹
ذکر و تسبیح ---------- ۲۵۹
گشت کا عمل ---------- ۲۶۰
خدمت خلق ---------- ۲۶۰
اطاعت امیر ---------- ۲۶۱
پیار و محبت ---------- ۲۶۱
ہر انسان کی دو ذمہ داریاں ---------- ۲۶۱
دعا و مناجات ---------- ۲۶۲
ہدایت ایک نور ہے ---------- ۲۶۳
قبولیت و استقامت ---------- ۲۶۳
مقصد رضائے الٰہی ہو ---------- ۲۶۳
دنیا دار العمل ہے ---------- ۲۶۳
اصل مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہے ---------- ۲۶۴
ہمارے لئے نمونہ نبی کی ذات عالی ہے ---------- ۲۶۵
استغفار اور درود شریف کی کثرت ---------- ۲۶۵
اوقات کی حفاظت ---------- ۲۶۵
دعا سے اللہ کا فضل آتا ہے ---------- ۲۶۶
اسلوب دعا ---------- ۲۶۷
دعا اجتماع رائے ونڈ ---------- ۲۷۰

باب ہشتم

ملفوظات و اقتباسات

از صفحہ: ۲۷۷ تا ۲۹۲

اختتامیہ

از صفحہ: ۲۹۳ تا ۲۹۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

ابھی ایک ماہ بھی نہیں گزرا کہ دعوت واصلاح کے ایک اہم ذمہ دار حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب نے وفات پائی، مولانا دردمند دل رکھنے والے اور ہمیشہ متوجہ الی اللہ رہنے والے ایک ایسے بزرگ تھے جن کی دعاؤں اور توجہات سے تبلیغ ودعوت کے کام کو غذا حاصل ہو رہی تھی، وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے نواسہ اور مجاز بیعت وارشاد تھے، اور امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کے تنہا فرزند تھے، اور ان کی صفات میں ان کے وارث تھے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اور تبلیغ کے کام کی نصرت واعانت فرمائے، اور جو حضرات اس کام میں ذمہ دارانہ طور پر لگے ہوئے ہیں ان کی حفاظت فرمائے۔

اس کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ مولانا کے حالات لوگوں کے سامنے آئیں، تاکہ ان سے خاص طور پر اس کام میں لگنے والے فائدہ اٹھا سکیں، بڑی خوشی کی بات ہے کہ عزیز گرامی منزلت مولوی سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے از خود یہ کام شروع کر دیا اور چند ہی روز میں ایک مفید سوانح تیار کر دی۔

مصنف کے نانا عم محترم حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی کو خاندان کاندھلہ کی متعدد شخصیات کی سوانح لکھنے کا موقع ملا، جن میں سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی مشہور ومعروف ہے، یہ اس سلسلہ کا امتداد ہے عزیز موصوف کو اپنے نانا سے یہ وراثت بھی ملی، اور وہ اس کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے اس کام کو مفید بنائے، اور قبول فرمائے، اور مصنف کے قلم کو رواں اور شاداب رکھے۔ آمین

۱۷/ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دار عرفات رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

۱۶؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ/ ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کو ملت اسلامیہ اس وقت سوگوار ہوگئی جب اس کی دعوتی وتبلیغی تحریک وجماعت کے عالمی ذمہ داروں میں سے ایک بڑے ذمہ دار اور بزرگ شخصیت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سایہ عاطفت اٹھ گیا۔ مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا ایما پاکر اور ان کے تعزیتی مکتوب کے ساتھ برادر عزیز مولوی سید محمد یوسف سلمان حسینی ندوی کے ہمراہ دہلی کا سفر کیا جہاں برادر محترم مولانا معاذ احمد کاندھلوی ندوی استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اس طور پر بڑے معاون رہے کہ جب خلقت نماز جنازہ میں شرکت کے لیے مرکز نظام الدین میں اُمنڈ پڑی تھی، اور ٹریفک کا نظام کا سخت کردیا گیا تھا، اندر داخلہ ممکن نظر نہیں آرہا تھا لیکن انہوں نے اس کی سہولت پیدا کردی اور عین وقت پر پہنچنے کے باوجود نہ صرف نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی بلکہ اچھی طرح دیدار وزیارت اور جنازہ اٹھانے میں اولین شرکت کا شرف بھی حاصل ہوا۔

جنازہ میں شرکت کرکے رائے بریلی واپس ہوا تو برادر محترم مولانا محمد ایوب ملا ندوی ممبئی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی وعزیز مکرم مولوی محمد نفیس خاں ندوی استاد مدرسہ ضیاء العلوم رائے بریلی نے تقاضا کیا کہ آپ اپنے خاندان کے بزرگوں کی طرح مولانا زبیر الحسن صاحب کا ایک تذکرہ جو بہت ضخیم نہ ہوتا، ترتیب دے دیں، اللہ حکیم

وعلیم کو ہی بہتر معلوم ہے کہ کونسی وہ ساعت اجابت تھی کہ اسی وقت اس مبارک کام کا آغاز کر دیا گیا اور پھر اس میں ایسا انہماک ہوا کہ ایک ہفتہ کی مدت میں وہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا، البتہ آخری باب برادر مکرم مولانا محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے مصنف کی فرمائش پر سپرد قلم کیا، یہ باب کئی حیثیتوں سے اہمیت کا حامل ہے اس میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے اجتماعات اور مرکز میں جماعتوں کی روانگی کے وقت کی دعا اور بیان پر بصیرت افروز تبصرہ اور اس کی خصوصیات کا تذکرہ ہے، مولانا اصطفاء الحسن ندوی صاحب تذکرہ کے جدی شاخ کے فاضل رکن اور خاندان حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلہ کے فرزند رشید ہیں اور بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی سے خاندانی نسبت کے علاوہ وہ ان سے اس طرح دوہری نسبت بھی رکھتے ہیں کہ ان کے دادا حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی اور نانا حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی رحمہما اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے دست راست اور قوت بازو کی حیثیت رکھتے تھے۔

کتاب کی تصنیف کے وقت دل کو عجیب سرور وطمانینت کی کیفیت حاصل تھی، صاف محسوس ہو رہا تھا کہ یہ صرف ایک عظیم داعی ومبلغ دین کا تذکرہ ترتیب نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ ایک صاحب دل بزرگ کا حال بھی لکھا جا رہا ہے جس کا ایک ایک لمحہ فکر اصلاح امت اور انسانیت کے درد میں گزر رہا تھا اور اس کی ایک ایک سانس اور دل کی ایک ایک حرکت ذکر الٰہی سے معمور اور اس کی زبان اس کی تراوٹ سے تر تھی اور اس کا حال گویا تھا۔

"الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" سمجھ لو! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم جو ہم سب کے مخدوم وسرپرست ہیں، کے مقدمہ کو کتاب کے مغز کی حیثیت حاصل ہے، اور ایک حیثیت سے کتاب کا پورا خلاصہ اس میں آ گیا ہے، راقم نے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن

کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے دو قریبی خاندانی معاصر مورخ حضرت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی اور حضرت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی تصنیفات سے خاص طور پر بڑا استفادہ کیا، اور اس سے بڑھ کر کوئی مستند ذریعہ مجھے نظر نہ آیا، اللہ تعالیٰ ان کے افادات علمی و دینی کو اور بڑھائے۔ ان دونوں بزرگوں سے کتاب کی اشاعت کی اجازت بھی لی اور میرے لیے اس وقت خوشی کی انتہا نہ رہی جب حضرت مولانا محمد نور الحسن راشد کاندھلوی زید مجدہم نے اپنے تاثرات سے اور صاحب تذکرہ و سوانح کے خال مخدوم و معظم حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم نے اپنی مسرت و تہنیت کے ساتھ گرامی نامہ سے بھی سرفراز فرمایا۔

عزیز القدر مولوی عبد المنعم رکن الدین نواب ندوی بھٹکلی نے پروف کی تصحیح وغیرہ کے لیے اپنا قیمتی وقت فارغ کیا اور گرانقدر تعاون دیا اللہ ان کے علم و عمل میں ترقی اور اپنی رضا و قبولیت عطا فرمائے اور استقامت دے۔ اور برادرم مولوی حشمت علی قاسمی نے کمپوزنگ کے مرحلہ کو بحسن و خوبی انجام دیا۔ خال محترم مولانا سید بلال عبد الحی حسنی ندوی دام ظلہ نے اشاعت کی ذمہ داری لی اور اپنا تاثر بھی تحریر فرمایا اس کے بعد اب یہ کتاب نذر قارئین ہے۔

مجھے یقیناً اس مبارک کام کو انجام دینے کا استحقاق نہیں تھا، لیکن اللہ رب العالمین کا شکر جتنا بھی بجالایا جائے کم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو بلا استحقاق نواز دیتا ہے، اس نے توفیق دی اسی سے قبولیت کی دعا ہے۔

اللہ مصنف کے لیے اور سبھی قارئین کے لیے مبارک فرمائے اور اس کے افادہ کو عام فرمائے، اور صاحب تذکرہ کا انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ حشر فرمائے اور ان کی برکات کو قائم و دائم رکھے، آمین۔

۱۰ / جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ
۱۱ / اپریل ۲۰۱۴ء (بروز جمعہ)

محمود حسن حسنی ندوی
دائرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنی تکیہ کلاں رائے بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدّمَہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

الحمد للّٰہ رب العالمین ، و الصلاۃ و السلام علیٰ خاتم النبیین
محمد ن الصادق الامین و علیٰ آلہ و صحبہ أجمعین، أما بعد :

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کاندھلہ کے اس عظیم المرتبت خاندان کے فرد تھے جس نے علوم شریعت کے تحفظ اور مسلمانوں کی اصلاح کے کام کو بہت قوت پہونچائی، چنانچہ ان حضرات کی محنت سے امت کے بے شمار لوگوں کی اصلاح کا کام انجام پایا۔ اس خاندان نے دینی و علمی لحاظ سے صرف تعلیم و دعوت کا کام ہی انجام نہیں دیا، بلکہ دینی اور دعوتی عمل کو ایک مضبوط حیثیت بھی عطا کردی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان مولانا محمد صاحب، مولانا محمد یحیی اور مولانا محمد الیاس (رحمہم اللہ) نے اس خاندان کی علمی و دعوتی خصوصیت کو بہت کامیابی سے بڑھایا اور اس میں وسعت کا بڑا فریضہ انجام دیا۔

مولانا محمد یحیی صاحب نے علوم دینیہ کی خدمت میں خود بھی بڑا مقام حاصل کیا اور ان کے عظیم صاحبزادے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (رحمۃ اللہ علیہا) نے خدمتِ حدیث اور تصنیف و تدریس اور ارشاد و تزکیہ دونوں میدان میں وسیع اور غیر معمولی کام انجام دیا جس کا فیض ان کے شاگردوں اور شاگردوں کے

شاگردوں کے ذریعے دور تک پھیلا۔ اس کے علاوہ ارشاد و تربیتِ دینی کے میدان میں کام انجام دیا اور اپنے پیچھے بڑی تعداد خلفاء کی جو (۱۰۰) سے متجاوز ہوئے، اور ارادت مندوں کی غیر معمولی تعداد چھوڑی۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی دینی حالت کی کمزوری کا احساس کر کے تن من دھن سے اس دینی گراوٹ کو دور کرنے کے کام میں اپنے کو کھپا دیا۔ اور دینی دعوت کے کام کو اس خاص طریقہ و اسلوب سے ایک تحریک بنا دیا جو کہ کتاب و سنت کی تعلیمات کے دائرے میں رہتے ہوئے حالات اور انسانی مزاج کی رعایت کی حامل ہونے کے ساتھ بڑی اثر انگیز بن گئی، اور یہ کام ہریانہ کے علاقہ میوات سے شروع کیا جہاں کے مسلمان دین سے اتنے دور ہو گئے تھے کہ وہ اپنے کو مسلمان تو سمجھتے تھے لیکن اپنے علاقے کے غیر مسلموں کی عادتوں کے سلسلے میں خلط ملط ہو گئے تھے۔ مولانا کو اپنی کوشش میں کامیابی کا جو فائدہ حاصل ہوا، اس کو انھوں نے سامنے رکھتے ہوئے کام کو اور پھیلایا اور پورے ہندوستان میں یہ تبلیغی و دینی دعوت دینی اصلاح کا ایک بڑا کارگر ذریعہ بن گئی۔

مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جب وفات ہوئی تو ان کے صاحبزادے مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ایک دوسرے عزیز قریب مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو ان کے ہمشیر زادے مولانا اکرام الحسن صاحب کے فرزندِ جلیل تھے) دونوں نے مولانا کی تربیت پائی تھی اور اعتماد بھی حاصل کیا تھا، چنانچہ ان کی وفات پر دونوں حضرات نے اپنی وابستگی کو عملی شکل دی۔ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نظام الدین دہلی میں بنگلہ والی مسجد سے تعلق ہونے کی بنا پر وہاں مدرسہ قائم کیا اور اسی مسجد کے ذریعے سے اپنا دعوتی کام پھیلایا، اس طریقے سے یہ مرکز دینی تعلیم کا بھی مرکز بنا، اس سے زیادہ وہ دعوت و تبلیغ کی کوششوں کا بھی زبردست مرکز بنا۔

مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمہما اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں علم و تعلیم سے زیادہ وابستہ رہے تھے، جس کا نظام الدین کے قیام میں خود راقم نے مشاہدہ کیا تھا، لیکن مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر مولانا محمد یوسف صاحب نے اپنے کو تبلیغ و دعوت کے بالکل سپرد کر دیا اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب علمی اشتغال کے ساتھ ان کے رفیق رہے اور مولانا محمد یوسف صاحب کے انتقال پر انھوں نے اپنے کو بھرپور طریقے سے اس کام میں لگا دیا۔ دینی و دعوتی کام کا یہ سلسلہ مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شروع ہو کر مولانا محمد انعام الحسن صاحب تک ترقی کرتے کرتے پوری وسعت اختیار کر گیا اور پورے ہندوستان میں اور آخر میں پوری دنیا میں وسیع پیمانے پر پھیل گیا۔ اس میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے اپنی علمی و عملی صلاحیتوں کو پوری طرح لگایا، اور اس کی ذمہ داری کا حق پوری طرح ادا کیا جس سے محدود پیمانے پر شروع کیا گیا کام عالم گیر حیثیت اختیار کر گیا، اس طرح مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوتی کام شروع کرنے کے بعد اپنے کو جیسا وقف کر دیا تھا، اس کو ان کے بعد آنے والے ان دو بزرگوں نے بہت ہی وسعت تک پہنچا دیا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دعوتی مزاج کے ساتھ علمی مزاج میں بھی ممتاز خصوصیات کے حامل تھے، طبیعت میں بڑا توازن تھا اور ہر ایک سے محبت اور اپنائیت کا معاملہ رکھتے تھے، ان کی طبیعت کی خوبی کی بنا پر لوگ ان سے بہت مانوس ہوتے رہے اور اس بات نے بھی لوگوں کو اس کام کی طرف کھینچا۔ مولانا کا دور کام کے بہت وسیع ہو جانے کی وجہ سے بہت محنت طلب دور تھا، دنیا کے ہر خطے کے کام کرنے والوں کے کاموں سے واقفیت حاصل کرنا اور ان کی مناسب رہنمائی کرنا اگر اس کے لیے بڑا عملہ ہو اور اس کے لائق وسائل ہوں تو زیادہ مشکل نہیں، لیکن تبلیغی دعوت نے اپنا جو انداز بنایا تھا وہ سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیادہ سے زیادہ پیروی کا تھا، اس لیے

عام دنیاوی کاموں کے جو وسائل ہیں، وہ اختیار نہیں کیے جاتے تھے، بس مسلمانوں سے براہِ راست عملی واسطہ اختیار کیا جاتا تھا، اور نہایت پرسکون اور پُر امن طریقے سے ان کے عقائد درست کیے جاتے تھے، ان میں دین کی محبت اور دین کے مطابق زندگی کو ڈھالنے کا شوق پیدا کیا جاتا تھا، اس کے لیے سفر کرائے جاتے تھے اور ذاتی ملاقاتوں کا اہتمام کیا جاتا تھا، جس کو ان حضرات نے برابر قائم رکھا، اور دنیاوی ترقیات کا سہارا لینے سے گریز کیا۔ اسی وجہ سے اس کام سے واقف ہونے والوں کو اس میں کوئی تردد اور دشواری محسوس نہیں ہوتی تھی اور اس کام کو سمجھ لینے کے بعد لوگ اس کو اپنے ذاتی کام کی طرح انجام دیتے تھے۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ کام کے بہت پھیل جانے کے بعد بھی سب کا اصل مرکز سے برابر رابطہ رہتا تھا، ان بزرگوں کو جن میں یہ رہبر تھے، ہمہ وقت فکرمندی اور تعلیم و توجہ دہانی کا فرض انجام دینا ہوتا تھا، وہ اس میں شب و روز لگے رہتے تھے، اور اس سلسلے میں مولانا محمد انعام الحسن صاحب نے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں، جو جذبہ اور کارکردگی کی جو تربیت حاصل کی تھی، اس کو انھوں نے بہت خوبی سے جاری رکھا اور عمر کے آخری روز تک اس میں لگے رہے اور اس طریقے سے کام کو بہت مضبوط بنادیا۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کو علم و مطالعے سے بڑا شغف رہا تھا، جو اس کام کا امیر بننے کے بعد اتنا نہیں ہوسکتا تھا جتنا وہ پہلے کرتے تھے، لیکن انھوں نے علم سے جو شغف رکھا تھا، اس کا اثر ان کی طبیعت میں آگیا تھا اور ان کی طبیعت بہت علمی واقف کار کی بھی تھی، یہ چیز ان سے پہلے کے امیر مولانا محمد یوسف صاحب میں بھی بھرپور طریقے سے تھی۔ ان دونوں کو اپنی اپنی امارت کے زمانے میں زیادہ تر عملی ذمہ داریوں سے متعلق رہنا پڑا، لیکن مشوروں اور کاموں میں ان کے علمی ذوق کی جھلک محسوس ہوتی تھی۔

مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی وفات سے پھر اس کام کی سرپرستی کے سلسلے میں خلا پیدا ہوا، جس کا بوجھ ان کے فرزند مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب پر پڑا، اور ان دونوں نے کام کرنے والوں میں اعتماد پیدا کیا۔ علمی لحاظ سے اس سلسلے میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیف کردہ تبلیغی نصاب ''فضائلِ اعمال'' کے ساتھ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی کتاب ''منتخب احادیث'' نے کام سے جڑے لوگوں کی تعلیم ومطالعہ کی اچھی خدمت انجام دی، جس کا عمومی طور پر بڑا فائدہ ظاہر ہوا۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے عمر میں بڑے تھے، اس طرح کام کا بوجھ بھی ان پر زیادہ پڑا، ان کو مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے دادیہالی ونانیہالی دونوں نسبتیں حاصل تھیں، ان کے دادا مولانا اکرام الحسن صاحب (والدِ محترم مولانا محمد انعام الحسن صاحب) مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے اور ان کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھتیجے تھے، اور ان کی تربیت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے زیرِ سایہ ہوئی تھی اور ان دونوں سے انھیں اجازت و خلافت بھی حاصل ہوئی تھی۔ مزید انھیں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اس دینی نسبت میں شریک کیا جو انھیں اپنے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل تھی۔

حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تقریباً ۱۹-۲۰ سال تبلیغی جماعت کی سربراہی میں شرکت کا موقع ملا اور وہ اپنے امراض واعذار کے باوجود ملک اور بیرونِ ملک کے

تقاضوں کو پورا کرنے کی آخر تک پوری کوشش کرتے رہے، وہ اور مولانا محمد سعد صاحب أطال اللّٰہ بقاءہ و عمم نفعہ ایک دوسرے کی تقویت کا باعث بن کر پوری رہنمائی کرتے رہے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی وفات کے بعد جو مشاورتی نظام طے ہوا تھا، اسی کے مطابق یہ عمل جاری رہا۔ بڑے اجتماعات میں اور نظام الدین مرکز کے روز کے معمولات میں جماعتوں کو رخصت کرتے وقت دعا عموماً مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے ہی حصے میں آتی۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب بڑی دینی صفات وخصوصیات رکھنے والی بزرگ شخصیت کے طور پر معروف ومشہور تھے، ان میں کام کی سربراہی اور سنجیدہ فکرمندی اور کام کرنے والوں کو مشوروں سے تقویت پہونچانے کا پورا جذبہ وعمل پایا جاتا تھا، ان سے کام کو خصوصی سرپرستی مل رہی تھی، اور راقم بھی ان سے تعلق اور انس محسوس کرتا تھا، ان سے مجھ کو محبت اور قدر ومنزلت کے احساس کا جو تعلق تھا، اس کی بنا پر مجھ کو ذاتی طور پر بھی صدمہ محسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پورا فرمائے اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

ضرورت تھی کہ ان کے متعلق کوئی تذکرہ مرتب کیا جاتا، ان کی وفات کے فوراً بعد یہ سعادت عزیزی سید محمود حسن حسنی ندوی سلمہ (نائب مدیر تعمیر حیات، ندوۃ العلماء، لکھنؤ) نے حاصل کی، جو ناظرین کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور افادۂ عام کا ذریعہ بنائے، آمین۔

محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ)

۱۴۳۵/۰۶/۱۳ھ
۲۰۱۴/۰۴/۱۴ء

مکتوب عالی

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم
(صاحبزادہ وجانشین حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ)

باسمہ تعالیٰ

جناب الحاج مولانا محمد رابع صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی دن سے طبیعت پر تقاضہ تھا کہ عزیز مولوی محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھواؤں، کئی آدمی ذہن میں آئے، خیال تھا کہ حضرت مولانا محمد رابع صاحب کی خدمت میں لکھوں کہ وہ جس کو مناسب سمجھیں گے لکھوادیں گے، اسی دوران میرٹھ کا سفر ہوگیا، یہاں ڈاکٹر کو دکھا کر واپسی میں کاندھلہ رُکنا ہوا تو عزیز نور الحسن راشد سلمہٗ کے سامنے ذکر آیا تو انہوں نے بتلایا کہ ندوہ میں دو سو صفحے کی سوانح تیار ہوگئی ہے اور عنقریب طبع ہونے والی ہے، اسی دوران عزیز محمود سے رابطہ ہوا انہوں نے بندہ کے مضمون کا تقاضا کیا، بندہ تو بے کار آدمی ہے، نہ پڑھنے کا نہ لکھنے کا، اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو بار آور فرمایا اور تبلیغ، تعلیم، تذکیر تینوں لائنوں میں جان پڑنے کا ذریعہ فرماوے۔ حضرت مولانا اسماعیل صاحب اور پھر مولانا محمد الیاس صاحب پھر مولانا محمد یوسف صاحب پھر مولانا انعام الحسن صاحب اوران دونوں کے خسر اور استاد

حضرت شیخ نے بہت سی جگہوں پر مکاتب قائم کرائے اور الحمد للہ آج بھی تعلق والے ذرا سے اشارے پر مکتب قائم کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں دیہات میں اور میوات میں بہت سی جگہوں پر چھوٹے چھوٹے مکاتب کے قیام کا ماحول بن رہا ہے۔ عزیز زبیر سلّمہٗ بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرماوے۔ سوانح لکھنے والے مولوی محمود حسنی کے قلم میں اور زور عطا فرماوے اور اپنے اکابر کی سوانح لکھنے کی اور ان کی تحریرات کو طبع کرانے کا ذوق عطا فرماوے۔

والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

۱۴؍رجب ۱۴۳۵ھ

تاثرات

مردِ نیک و بے آزار

مولانا زبیر الحسن صاحب کاندھلویؒ

محقق العصر مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ

برادرم مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے متعلق میں کیا کہوں، اپنی بات کہاں سے شروع کروں، ان سے میرے تعارف کی اتنی ہی عمر ہے، جتنی میرے عرفی شعور کی۔ میرا ان کا سن پیدائش ایک ہے، انھوں نے جمادی الاخریٰ ۱۳۶۹ھ مارچ ۱۹۵۰ء کے آغاز میں، مولانا ابوالکلام کے الفاظ میں: عدم ہستی سے ہستیِ عدم نما میں قدم رکھا، اور میں ۱۹۵۰ء کے آخری دنوں میں عالم کہن سال میں مسافرانہ وارد ہوا۔ مولانا زبیر صاحب بہت چھوٹے سے تھے اور ظاہر ہے کہ میں ان سے چھوٹا تھا، اس وقت سے ان کا اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ کاندھلہ آنا جانا رہتا تھا۔ میری والدہ محترمہ بھی، کبھی کبھی نظام الدین یا سہارنپور جاتی رہتی تھیں، میری والدہ مولانا زبیر کے والد، مولانا انعام الحسنؒ صاحب کی سگی پھوپھی زاد بہن تھیں، اس لئے ان دونوں میں بھی خاص قربت و یگانگت تھی، میں دیکھتا تھا کہ جب کبھی میری والدہ صاحبہ مرحومہ، کا نظام الدین جانا ہوتا، تو مولانا انعام الحسنؒ صاحب بہت خوش ہوا کرتے تھے، بعض مرتبہ یہ خوشی ان کے الفاظ سے نہیں، چہرہ سے بھی خوب جھلکتی تھی، مولانا، اپنے معمول کے خلاف میری والدہ کو خاصا وقت دیتے تھے، گھر میں لمبی نشست ہوتی تھی، ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو گھنٹے، ادھر

اُدھر کی، نئی پرانی عزیزوں کی، خاندان کی رشتہ داروں کی باتیں ہوتی تھیں، پرانے قصے کہانیاں دہرائے جاتے اور نئے معاملات کے تذکرے رہتے تھے۔

لیکن مولانا زبیر کے بچپن میں، کاندھلہ کثرت سے آنے کا ایک بڑا سبب اور بھی تھا، ہماری بڑی پھوپھی [جویریہ خاتون صاحبہ] حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی اہلیہ محترمہ تھیں، جن کو خاندان کے تمام چھوٹے اماں جی کہتے تھے، اماں جی کی ایک بہن یعنی میری دوسری پھوپھی، کاندھلہ میں رہتی تھیں، دونوں بہنوں کا آپس میں خوب گہرا تعلق تھا، اماں جی صاحبہ [زوجہ محترمہ مولانا محمد الیاس صاحب] کثرت سے کاندھلہ آیا کرتی تھیں اور اکثر کاندھلہ میں، مہینہ ڈیڑھ مہینہ یا اس سے بھی زیادہ قیام ہوتا تھا، اس وقت سہارنپور سے حضرت شیخ کی صاحبزادیاں، جس میں مولوی زبیر صاحب کی والدہ بھی ہوتی تھیں، کاندھلہ آجاتی تھیں، کیونکہ اماں جی صاحبہ ان کی سگی بڑی خالہ بھی تھیں، تیسری پھوپھی امت المتین [جو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی پہلی زوجہ اور شیخ کی بڑی دختران کی والدہ تھیں کی بہت پہلے وفات ہوگئی تھی] جب یہ سب آتے، اس وقت خوب رونق ہوجاتی، مگر یہ سب کے آنے جانے اور رہنے کا سلسلہ، اماں جی کی وفات کے بعد کم ہوگیا تھا، ان سب کا کاندھلہ آنا کسی تقریب وغیرہ میں ہوتا اور کبھی کبھی دو چار یا ہفتہ دس دن ٹھہرنا بھی ہوتا تھا، اس وقت مولوی زبیر صاحب بھی ساتھ ہوتے تھے۔

جب یہ ناچیز مظاہر علوم میں پڑھنے کے لئے گیا، اس وقت مولوی زبیر صاحب سے زیادہ قربت اور روابط ہوئے، مولوی زبیر صاحب بھی اس وقت وہیں پڑھتے تھے، وہ اگرچہ مجھ سے عمر میں بڑے تھے مگر تعلیم میں میری کتابیں اور درجہ ان سے آگے تھا، تاہم دو تین کتابوں میں رفیق بھی رہے، حضرت شیخ کے دولت کدہ [کچے گھر] میں، عصر کے بعد، مدرسہ مظاہر علوم کے ایک ممتاز استاذ، مولانا محمد یامین صاحب، مولانا زبیر و شاہد صاحبان کو پڑھانے یا آموختہ یاد کرانے کے لئے روزانہ آتے تھے، میں بھی اس میں شریک رہتا تھا، ایک اور مبارک رفاقت اس وقت رہی، جب ہم

تینوں کو، حضرت شیخ نے مشارق الانوار، علامہ صغانی پڑھانے کا ارادہ کیا۔ اس کے درس کی مجلس مغرب کے بعد ہوتی تھی، جس میں کہیں کہیں کچھ افادات بھی بیان فرماتے تھے، اس کے بعد بس یہی کہا جاسکتا ہے کہ ؎

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق
او بصحرا رفت، ما در کوچہا رسوا شدیم

بعد میں انہوں نے حضرت شیخ کا دامن اصلاح وتربیت پکڑا، شیخ کے سایہ عاطفت میں سفر سلوک طے کیا اور اجازت وخلافت کے مستحق سمجھے گئے۔ تعلیم کے بعد نظام الدین جاکر درس وتعلیم سے جڑ گئے تھے، جو نیچی کتابوں سے بڑھتا، ترقی کرتا، مشکوٰۃ اور صحیح بخاری تک پہنچا، مجھے کبھی ان کا درس سننے کا موقع نہیں ہوا، اس لئے نہیں کہہ سکتا اس کی کیا خصوصیات تھیں، وہ کن عنوانات پر اپنی فکر وتوجہ مرکوز رکھتے تھے۔

آخر میں، خصوصاً مولانا انعام الحسنؒ صاحب کی وفات کے بعد، مطالعہ کا بہت معمول بڑھ گیا تھا، ہند پاکستان کی نئی نئی مطبوعات منگواتے اور پڑھتے دیکھتے تھے، خصوصاً حدیث کے متعلق، نیز اور موضوعات پر بھی، عربی اردو دونوں زبانوں کی نئی کتابیں، اکثر ان کے پاس رکھی ہوئی نظر آتی تھیں، آخر آخر میں بزرگوں کے احوال وسوانح اور تصوف کی کتابوں سے خاصی دلچسپی ہوگئی تھی۔

بزرگوں کی صحبت اور ان کے احوال وسوانحات کے مطالعہ سے، آخری دنوں میں ان کے طبیعت میں ایک خاص طرح کا گداز نمایاں ہونے لگا تھا، جس سے ان کے اندر محبت اور سب سے تعلق اور یگانگت کی کیفیت، خاصی بڑھ گئی تھی، ہر ایک سے نہایت محبت سے ملتے اور خیریت وغیرہ پوچھتے تھے، لمبی بات کرنے کا معمول نہیں تھا۔

حضرت شیخ سے جو ذکر ومراقبہ کے سبق حاصل کئے تھے، ان کو ہمیشہ یاد رکھتے اور ان پر نہایت پابندی اور پورے اہتمام اور مستقل مزاجی سے عمل کرتے تھے، اور مولانا انعام الحسن صاحب کی روایت اور معمول کے مطابق، مولوی زبیر صاحب کا بھی ذکر

وشغل کا سلسلہ آخری تک جاری رہا۔ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے وابستہ، مسافران سلوک اور مرکز میں مقیم وہ حضرات جو ذکر کا اہتمام کرتے تھے، مولوی زبیر صاحب کی مجلس ذکر میں پابندی سے جاتے اور ذکر کرتے تھے، مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کسی کو اجازت دی یا نہیں، لیکن ان کی وجہ سے بنگلہ والی مسجد میں ذکر و شغل کا سلسلہ مستقل جاری رہا، جس سے بہت سے لوگوں کو فیض پہونچا۔

مولوی زبیر صاحب، مولانا انعام الحسن کی وفات کے کئی سال بعد، میرے والد ماجد، حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب سے رجوع ہوئے تھے، والد صاحب نے ان کو اجازت وخلافت دی تھی، اس کے بعد سے ان کا والد صاحب سے تعلق بہت بڑھ گیا تھا، اور ان میں بہت ہی زیادہ عاجزی اور مسکنت محسوس ہونے لگی تھی۔ جب بھی سہارنپور کا سفر ہوتا ، آتے یا جاتے وقت، کاندھلہ آنا ضروری سا تھا، والد صاحب مدظلہ کے پاس بہت دیر تک بیٹھا کرتے تھے، اور مختلف سوالات کیا کرتے تھے۔ مجھے وہ منظر کبھی نہیں بھولتا کہ جب وہ والد صاحب کی مزاج پرسی کے لئے آئے تھے، ان کے متعدد متوسلین و متعلقین اور بچے ساتھ تھے، ان سب کی موجودگی میں، مولوی زبیر صاحب بے قرار ہوکر دونوں ہاتھوں سے میرے والد، مدظلہم کے پیر پکڑے ہوئے، اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے، زار و قطار رو رہے تھے، ان کے آنسو بہہ رہے تھے، اور عجب کیفیت تھی۔ اس وقت احساس ہوا کہ ان کا گداز قلب اور اندرون پاکیزگی کس مقام تک پہنچ گئی ہے، بعد کے دنوں میں اس کیفیت اور مرحلہ میں اضافہ ہی ہوا ہوگا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا زبیر صاحب کا بدن بچپن سے بھاری ہونا شروع ہو گیا تھا، لیکن اس وقت بہت بھاگتے دوڑتے تھے، تعلیم سے فراغت تک ہی ایسی کیفیت رہی، بعد میں بھی یہ چستی بڑی حد تک برقرار رہی، دلچسپ صورت اس وقت پیدا ہوتی تھی، جب وہ بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں، تراویح میں قرآن شریف پڑھتے، سناتے، اس وقت ناواقف والوں کی زبان پر اکثر یہ سوال آتا تھا، کہ یہ اتنے بھاری جسم کے آدمی نماز

کیسے پڑھائیں گے، کیسے رکوع سجدہ کریں گے، مگر جب وہ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے تو حیران رہ جاتے، مولوی زبیر صاحب کی اس چستی سے رکوع سجدہ کرتے، کہ کئی مرتبہ بعض جوان آدمی بھی ان کا ساتھ دینے سے قاصر رہ جاتے تھے۔

میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ کے گھر میں نوافل میں قرآن شریف سنایا، ایک ہی رات میں پورا قرآن شریف مکمل کرلیا، بلکہ شاید تین یا چار سیپارے اور پڑھ لئے تھے۔ کثرت سے تلاوت قرآن کا معمول تھا، اوراس خاندان کی روایت کے مطابق رمضان المبارک کی راتوں میں نہ سونا اور پورے رات تلاوت نوافل میں گذارنے کا معمول تھا، غرض:

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں، مرنے والے میں

یہ معلوم ہوکر خوشگوار حیرت ہوئی کہ مکرمی مولانا محمود حسنی صاحب نے، مولانا زبیر الحسن صاحب کا ایک تذکرہ مرتب کرلیا ہے، ماشاء اللہ! محمود حسنی صاحب کا قلم، ان کا غالباً پوری طرح تابع فرمان ہے کہ ادھر حسنی صاحب نے اس کو اشارہ کیا اور ادھر اس نے چلنا دوڑنا شروع کیا اور دم کے دم میں دیکھتے ہی دیکھتے، کتاب مکمل اور تذکرہ مرتب ہوگیا۔ سبحان اللہ!

مولانا محمود حسنی صاحب کی اور کتابوں کی طرح یہ بھی مفید تالیف ہوگی، جس میں تاریخ وسوانح کی معلومات وواقفیت کے علاوہ، اصلاح قلب اور روحانیت واخلاص کی چاشنی بھی شامل ہوگی۔ مجھے اس تالیف کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن ایمان بالغیب کو سامنے رکھتے ہوئے امید ہے کہ یہ تالیف بھی قابل قدر اور لائق استفادہ ہوگی، اللہ تعالیٰ اس سے نفع پہنچائے، فکر کی گہرائی اور اخلاق کی چاشنی سے تابندہ فرمائے۔

والحمد لله وصلى الله على سيدنا محمد.

فقط

نور الحسن راشد کاندھلوی
کاندھلہ، ضلع شاملی، [مظفر نگر] یوپی

۲۳/رجب ۱۴۳۵ھ

این سلسلہ طلائے ناب است
این خانہ تمام آفتاب است

باب اول

خاندان کے اسلاف

خاندان کا امتیاز

ہندوستان کے عربی النسل خاندانوں میں کاندھلہ میں مقیم سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھنے والا حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کا خاندان اپنی دینی وجاہت اور علمی مقام اور اس دور آخر میں اپنی دعوتی وتبلیغی خدمات اور تصنیفی وتحقیقی کارناموں سے پورے عالم اسلام میں مشہور ومعروف ہے، اور دنیا کے گنے چنے خاندانوں میں سے ایک ہے (۱) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت مجدد الف ثانی سے نسبت رکھنے والے خاندانوں اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب النجدی کے آل الشیخ خاندان اور خانوادۂ حضرت سید احمد شہیدؒ وحضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور بھی بعض عرب وہند کے خاندانوں سے جس میں صدیقی فاروقی عثمانی علوی اور دوسرے قرشی وانصاری خاندانوں سے انتساب رکھنے والے افراد بھی ہیں جن کے یہاں اس کا ایک تسلسل پایا جاتا ہے۔

نسب نامہ

حضرت مفتی الٰہی بخش سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ تک نسب نامہ اس طرح ہے:

مولانا مفتی الٰہی بخش بن مولانا محمد عرف شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن حکیم عبدالقادر بن مولانا محمد شریف بن مولانا محمد اشرف بن مولانا جمال محمد بن مولانا نور محمد عرف بابن شاہ بن مولانا قاضی بہاء الدین بن مولانا شیخ محمد بن قاضی کریم الدین مذکر بن امام تاج الدین مذکر بن امام حاج بن قاضی ضیاء الدین محمد بن عمر بن عوض بن ابوجعفر محمد بن عبداللہ عمویہ بن سعد بن حسین بن قاسم بن نصر بن قاسم بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

اس خاندان والاشان کے نامور محقق مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں:

"قاسم بن نصر پر شیخ شہاب الدین سہروردی اور محدث ابن جوزی کا سلسلۂ نسب ایک ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق حسین بن القاسم بن نصر سے امام فخر الدین رازی کا سلسلۂ نسب بھی متصل ہے، گویا یہ سب ایک ہی شجر کی شاخیں ہیں۔ ابو جعفر محمد سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پیش نظر ترتیب علامہ ذہبی کی تصریح کے مطابق ہے۔

(ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء، ص:۳۷۴، ج ۲۲)

اور یہی نسب نامہ اسی ترتیب کے مطابق ابن النجار نے ذیل تاریخ بغداد میں بھی نقل کیا ہے۔ ابن النجار نے لکھا ہے کہ میں یہ نسب نامہ شیخ ابوالنجیب سہروردی کی تحریر سے نقل کر رہا ہوں، ان ائمہ اعلام کی تحقیق و تصدیق کے بعد اس کے صحیح ہونے میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔(۱)

ابو جعفر محمد واعظ بغدادی

ابو جعفر محمد بن عبداللہ بن محمد بغداد کے مشہور واعظ اور فقیہ تھے، بغداد میں اسعد یمنی سے فقہ پڑھی اور وعظ سیکھا بعد میں قاضی بغداد مقرر ہو گئے تھے، یوسف دمشقی کہتے ہیں کہ میں نے جامع قصر اور نظامیہ میں ابو جعفر محمد کا وعظ سنا ہے، ابو جعفر محمد کے مشہور فرزند شیخ شہاب الدین سہروردی (ولادت رجب ۵۳۹ھ، دسمبر ۱۱۴۴ء) چھ مہینے کے تھے اس وقت ابو جعفر محمد قتل کر دیئے گئے تھے۔(۲)

---

(۱) احوال و آثار مولانا انعام الحسن کاندھلوی، ص:۴۵-۴۶؛ مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

(۲) سیر اعلام النبلاء، ص:۳۷۶، ج ۲۲

قاضی ضیاء الدین سنامی

ابو جعفر محمد بغدادی کی اولاد میں بڑی نامی گرامی ہستیاں ہوئیں جن میں حضرت ابوالنجیب ضیاء الدین سہروردی، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی صاحب عوارف المعارف و بانی سلسلۂ سہروردیہ سے علم و معرفت کے جو چشمے پھوٹے ہیں وہ محتاج تعارف و بیان نہیں، ہندوستان میں قاضی ضیاء الدین سنامی اور ان کی نسل کو اللہ نے خوب نوازا۔

قاضی ضیاء الدین سنام میں پیدا ہوئے، سنام مشرقی پنجاب (ہند) میں پٹیالہ سے ۴۳ میل جنوب مغرب میں دریائے راوی و ستلج کے دوآبہ میں واقع ہے، اور یہاں ہر دور میں برگزیدہ اہل معرفت، فخر روزگار علماء اور صف اول کے ادیب و شاعر پیدا ہوتے رہے، اور اس بستی کی تاریخ کا یہ عنوان بھی نا قابل فراموش ہے کہ برصغیر کے اس ممتاز فاروقی خانوادہ کے اجداد و شیوخ نے جس سے حضرت بابا فرید گنج شکر اور حضرت مجدد الف ثانی جیسے کاملین وابستہ ہیں، برصغیر میں آمد کے وقت سب سے پہلے یہیں قیام فرمایا تھا، یہیں سے وہ دوسرے مقامات پر گئے، اور یہیں سے اس کی خوشبو برصغیر کے کونے کونے میں پہنچی۔(۱)

قاضی ضیاء الدین سنامی نے سنام میں ہی تعلیم حاصل کی پھر دہلی آگئے جہاں دینی خدمات میں زندگی بسر کی، وہ فقہ، تفسیر، حدیث اور وعظ میں اپنے وقت کے امام تھے اتباع سنت، تقویٰ اور دعوت حق میں فخر اقران رہے، شریعت کی قدم بہ قدم پابندی واشاعت اور غیر مسنون باتوں کی مخالفت میں بڑے بڑوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ حضرت نظام الدین محبوب الٰہی اور بوعلی شاہ قلندر جیسے اکابرین کو بھی برملا تبلیغ و تنبیہ فرماتے تھے، یہ حضرات بھی قاضی صاحب کے اخلاص اور اتباع شریعت

(۱) احوال و آثار مولانا انعام الحسن نمبر، ص: ۴۸ (۲) (بحوالہ اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

وسنت کے بے حد مداح و معترف تھے۔

قاضی صاحب کا حلقۂ وعظ و معلومات، حسن بیان، قوت تاثیر اور حاضرین کی کثرت کی وجہ سے مشہور و ممتاز ترین حلقۂ وعظ تھا، ضیاء الدین برنی نے قاضی صاحب کے تبحر علمی، ان کی مجلس وعظ اور اس میں بڑی تعداد میں سامعین کی موجودگی کا تذکرہ کیا ہے، قاضی صاحب کی متعدد اعلیٰ درجہ کی تصنیفات یادگار ہیں جن میں نصاب الاحتساب اپنی فنی اہمیت اور خصوصیات کی بنا پر نہایت مشہور و ممتاز ہے۔ قاضی صاحب کی دیگر تصنیفات میں تفسیر سورۂ یوسف، فتاویٰ ضیائیہ (مجموعہ فتاویٰ) رسالۂ نکاح اور شرح منظومہ عثمانی اور ایک رسالہ جس کے نام کی تحقیق نہیں........"۔(۱)

قاضی کریم الدین مذکّر اور کاندھلہ کا قیام

قاضی ضیاء الدین سنامی کے متعدد لائق و فائق بیٹے تھے ان میں ایک امام حاج کے نام سے مشہور ہوئے، ان کے بیٹے تاج الدین تھے جو امام تاج کے نام سے متعارف تھے، انہی شیخ تاج الدین کے فرزند قاضی کریم الدین مذکر ہیں، یہ امام قاضی کریم الدین کے نام سے متعارف تھے، ان کے بیٹے شیخ محمد بھی امام کے لقب سے متعارف ہوئے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ رقم طراز ہیں:

> "قاضی کریم الدین مذکر کا کاندھلہ میں منصب امامت کے لیے انتخاب و تقرر ہوا تھا، قاضی کریم الدین مذکر کا اس عہد کی بعض تحریروں میں مجمل تذکرہ ملتا ہے مگر ان کے حالات اور تفصیلی معلومات دستیاب نہیں، قاضی کریم الدین مذکر کاندھلہ میں مفوضہ خدمات انجام دے رہے تھے، اسی دوران ۷۹۲ھ

---

(۱) احوال و آثار حضرت جی نمبر، ص: ۵۰

(۱۳۹۰ء) سے پہلے کسی وقت ان کی وفات ہوگئی تھی، اس زمانہ میں محمد شاہ بن فیروز شاہ تغلق کاندھلہ کے نواح میں پہنچا، اس وقت مولانا کریم کے بیٹے مولانا محمد والد کی جگہ مقرر کیے گئے اس کے بعد یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ ان کی اولاد میں جاری رہا۔(۱)

لیکن مولانا شیخ نور محمد یا بن شاہ تقریباً ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ء) میں یا اس کے بعد کسی وقت کاندھلہ سے جھنجھانہ منتقل ہوئے ان کے تین بیٹے تھے، مولانا شیخ جمال محمد، شیخ کمال محمد اور شیخ منظور، شیخ جمال محمد کاندھلہ میں ہی رہے، شیخ منظور کے اخلاف کیرانہ چلے گئے، شیخ کمال محمد کی اولاد کا حال معلوم نہیں۔

مولانا محمد اشرف جھنجھانوی اور ان کی اولاد

شیخ جمال محمد کے فرزند عالی قدر مولانا محمد اشرف نے دادا کے خیال سے جھنجھانہ کا قیام اختیار کیا، لیکن اپنی بیٹیوں کے نکاح کاندھلہ میں کیے۔

مولانا محمد اشرف کے اخلاف کا تین نسلوں تک جھنجھانہ میں قیام رہا، لیکن کاندھلہ سے نکاح وازدواج کے مراسم قائم رکھے، شیخ جمال محمد کی وفات گیارہویں صدی ہجری مین ہوئی، اور بعض دستاویزات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد اشرف نے جو کہ اپنے کمالات علمی، روحانی عظمت اور اخلاق ومعرفت کی بلندی کی وجہ سے اشرف زمانہ سمجھے جاتے تھے اور علم وعمل کی طرح فقر وتوکل اور استغنا واستقامت میں بھی فرد فرید تھے ۱۰۶۰ھ کے قریب وفات پائی۔ ان کا زمانہ عہد مغل میں شاہجہاں کا زمانہ تھا اور شاہجہاں کی ان کی قدردانی اور اس پر ان کے استغنا کا حال کتب تاریخ میں مذکور ہے، بادشاہ کا فرمان قبول کرنے سے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اللہ ہمارا رزاق ہے بادشاہ نہیں"۔

---

(۱) بحوالہ سابق

مولانا محمد اشرف جھنجھانوی کے یہاں ارشاد و تلقین اور درس و تدریس کے لیے لوگ جمع ہوتے تھے، اس کے باوجود بادشاہ کے عطیات و وظائف قبول نہ کرتے، اور دوسروں سے ہدایا و تحائف لینے میں بھی بڑے محتاط تھے اس کی وجہ سے تنگ دستی رہتی تھی لوگ اس تنگی کو دور کرنے کے لیے حیلے اور تدبیریں کرتے، آپ نے ایک بار صاف کہہ دیا کہ:

"ہمارا فقر و فاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں فقر اختیاری ہے، فقر اضطراری نہیں"۔ (۱)

مولانا محمد اشرف کے دو صاحبزادے مولانا محمد شریف اور عبدالمقتدر تھے، مولانا محمد شریف علامہ زماں شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے شاگرد رشید اور اپنے والد کی طرح جید فاضل، علم و سلوک کے رہ نورد اور خاندانی روایات کے جامع و امین تھے، وہ جمادی الآخر ۱۰۸۸ھ (جولائی ۱۶۷۷ء) تک حیات تھے، تاریخ وفات کی تحقیق نہیں۔

ان کے تین صاحبزادے ہوئے، مولانا شیخ ابوالحسن جولاولد تھے، مولانا حکیم عبدالقادر جو حضرت مفتی الٰہی بخش اور اس خانوادے کے جد ہیں اور فیض محمد جو حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا وغیرہ کے پردادا تھے، حکیم عبدالقادر کے دو فرزند تھے، قطب الدین اور شرف الدین، حکیم قطب الدین کا نکاح شیخ ضیاء الحق فرزند مولانا محمد مدرس کاندھلوی کی صاحبزادی سے ہوا، جن سے تین بیٹے مولانا محمد عرف شیخ الاسلام، حکیم صدرالدین، محمد مشائخ اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

حکیم صدرالدین عالم فاضل شخصیت تھے، ان کے پوتے مولانا حکیم سبحانی بن شمس الدین اپنے دور کے ممتاز فاضل، جید طبیب اور علوئے مرتبہ کے حامل اور معرفت میں کامل تھے، ان کو حضرت سید احمد شہیدؒ سے اجازت بیعت حاصل تھی۔

---

(۱) احوال و آثار حضرت جی نمبر، ص: ۵۰

مولانا حکیم شیخ الاسلام بن حکیم قطب الدین بن حکیم عبدالقادر بن مولانا محمد شریف بن مولانا محمد اشرف جھنجھانوی کاندھلوی کی متعدد اولادیں تھیں سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مفتی الٰہی بخش تھے، ان کے علاوہ مولانا محمود بخش، حضرت شاہ کمال الدین، مولانا امام الدین تھے اور یہ بھی ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کے مصداق تھے۔(۱)

حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی

خاتم المثنوی، مسند الہند، شیخ المشائخ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی اس خاندان والا شان کے گل سرسبد اور نسبت ولی اللّٰہی کے امین و وارث حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے ارشد تلامذہ میں تھے، خود شاہ عبدالعزیز نے فرمایا میرے شاگردوں میں دو شخص نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں، مولوی رفیع الدین، مولوی الٰہی بخش، حضرت شاہ عبدالعزیز سے دس سال استفادہ علمی و روحانی کیا اور تمام کتب درسیہ کی اجازت وسند کے ساتھ اصلاح باطن میں بھی اجازت وخلافت حاصل کی، اور بہت جلد دور دوران کا شہرہ ہو گیا، اور ان کا گھر مدرسہ علم ومعرفت بن گیا، لیکن انھیں اس پر قناعت نہ تھی، ان کی طبیعت برابر علم میں اضافہ اور سلوک ومعرفت میں ترقی چاہتی تھی، اور ان میں ایسی فنائیت اور تواضع تھی کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی شاہ کمال الدین سے بیعت ہو گئے اور مجاز بھی ہوئے اور جب حضرت سید احمد شہید ۱۲۳۴ھ میں اطراف دہلی کے سفر پر نکلے تھے، اسی سفر کے دوران کاندھلہ بھی تشریف لائے اور حضرت مفتی الٰہی بخش کے مکان پر قیام فرما ہوئے، حضرت سید صاحب سے حضرت مفتی صاحب نے بیعت وارادت کا تعلق قائم کیا، اور خلیفہ بھی ہوئے اور چند روز تک سید صاحب کے ہمراہ بھی رہے۔ اس دوران مفتی صاحب نے حضرت سید احمد شہیدؒ کے چند

---

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حالات مشائخ کاندھلہ از مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی، سہ ماہی احوال وآثار حضرت جی نمبر از مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

ملفوظات اوران کا طریقۂ ارشاد و تعلیم ''ملہمات احمدیہ'' کے نام سے مرتب کیا جو ۱۲۹۹ء میں شائع ہوئے۔

حضرت مفتی صاحب کے دو صاحبزادے مولانا ابوالحسن حسنؔ کاندھلوی اور مولانا ابوالقاسم اور تین صاحبزادیاں تھیں، مولانا ابوالقاسم اور مولانا ابوالحسن نے بھی اور گھر کے دوسرے افراد جیسے برادرزادہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی، اور نواسے مولانا حافظ محمد صابر اور حافظ محمد مصطفیٰ جھنجھانوی اور پوتے مولانا نورالحسن جو اس وقت سات سال کے تھے اور بھی دیگر افراد بیعت ہوئے۔ مولانا ابوالقاسم غازی الدین نگر میں تھے وہیں استقبال کیا تھا اور بیعت ہوئے تھے اور مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی نے ایک قصیدہ بھی کہا تھا جو اپنی نوعیت کا منفرد ہے اور نواسے مولانا حافظ محمد صابر اور مولانا حافظ محمد مصطفیٰ سفر جہاد میں بھی ساتھ رہے۔ مولانا محمد مصطفیٰ نے اسی راہ میں جام شہادت نوش کیا۔

حضرت مفتی صاحب نے ۸۲ سال عمر پائی، اور ۱۴ / جمادی الآخر ۱۲۴۵ھ، ۱۲ / دسمبر ۱۸۲۹ء کا دن گزار کر وفات پائی، اور آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے جو عیدگاہ سلیمانیہ کے جوار میں ہے۔

مولانا ابوالحسن حسنؔ کاندھلوی

مولانا ابوالحسن ۱۲۰۰ھ (۱۷۸۶ء) میں پیدا ہوئے، والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ طب کی بھی تعلیم حاصل کی اور مثنوی مولانا روم کا بھی درس لیا، خوبصورت، خوب سیرت، خوش اخلاق اور خوش مزاج بزرگ تھے اور خوش فکر و قادر الکلام شاعر تھے۔ درس وتدریس مشغلہ تھا۔ اور ریاضت وعبادت شغل تھا، اعتکاف پورے رمضان کا کرتے بلکہ اس کی تیاری میں شعبان کا مہینہ بھی مسجد کی نذر کر دیتے، اس طرح ان کا اعتکاف دو ماہ کا ہوتا، اور یہ معمول آخر تک رہا۔ مثنوی سے خاص مناسبت تھی، مولانا روم کی فارسی مثنوی کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا اور خود ان کی طبع زاد مثنویوں میں

بحرالحقیقت اور مثنوی گلزار ابراہیم بڑی معرکہ کی مثنویاں ہیں جو عارفانہ بھی ہیں اور پُر تاثیر بھی، مثنوی گلزار ابراہیم کے متعلق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھے اس طریق معرفت وسلوک کا ذوق اسی مثنوی سے پیدا ہوا''۔

مولانا ابوالحسن کا حسنؔ تخلص تھا، ان کے اردو اور فارسی کلام کے دو دیوان خود ان کے مرتب کردہ ہیں اور دو کتابیں بھی ہیں، حل الغوامض (عربی میں) اور رسالہ بحران (فارسی میں) اول الذکر میراث (علم الفرائض) پر ہے، اور ثانی الذکر طب یونانی سے متعلق ہے۔

مولانا ابوالحسن کو امیرالمومنین حضرت سید احمد شہید (رائے بریلوی شہید بالاکوٹ) سے بے انتہا عقیدت ومحبت اور ان کی تحریک جہاد سے بڑی دلچسپی اور گہری وابستگی تھی، مولانا نے حضرت سید صاحب کی سفر حج سے واپسی کے موقع پر ایک طویل قصیدہ پیش کیا تھا، اور ایک منظوم ''رسالہ جہادیہ'' بھی تحریر فرمایا تھا، قصیدہ مولانا کے قلم سے ان کی بیاض میں ہے، اس قصیدہ کے منتخب اشعار مولانا جعفر تھانیسری نے سوانح احمدی ص:۶۶، ۶۹ میں، جناب غلام رسول مہر نے سید احمد شہید، ص:۲۴۲-۲۴۳، جلد اول میں اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے سیرت سید احمد شہیدؒ، ص:۳۷۶ تا ۳۸۰، جلد اول میں نقل کیے ہیں۔

مولانا کے مستفیدین میں تنہا ان کے قابل فخر فرزند مولانا محمد نورالحسن کاندھلوی کا نام کافی ہے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا استفادہ بھی ثابت ہے، حضرت حاجی صاحب نے مثنوی کے بعض حصے مولانا سے پڑھے تھے۔

۲۱/جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ/۲/مارچ ۱۸۵۳ء بدھ کو کاندھلہ میں وفات پائی اور حضرت مفتی الٰہی بخش کے قریب مدفون ہوئے۔

مولانا محمد نور الحسن کاندھلوی

مولانا محمد نور الحسن اس خاندان والا شان کی عظیم المرتبت شخصیت گزرے ہیں جب امیر المومنین حضرت سید احمد شہید ان کے گھر تشریف لائے تو ان کی عمر سات سال تھی اور سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، اور تبرکاً حضرت سید صاحب کی بیعت میں داخل ہوگئے تھے۔

۲۶؍ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ (۹؍مئی ۱۸۱۲ء) کو اپنے نانیہال تھانہ بھون میں پیدا ہوئے، محمد نام تھا نور الحسن عرفیت، تعلیم اپنے دادا حضرت مفتی الٰہی بخش اور والد مولانا ابو الحسن سے حاصل کی پھر دہلی میں حضرت شاہ محمد اسحاق سے حدیث پڑھی اور دو مرتبہ صحیح بخاری پڑھی۔

مولانا نور الحسن جامع علم و عشق تھے، جیسا علم میں انھیں رسوخ حاصل تھا ویسا ہی عبادت میں خشوع و خضوع رکھتے تھے، رمضان المبارک میں ہمیشہ کا معمول ۳۱ قرآن شریف مکمل کرنے کا تھا۔ درود شریف کی اس قدر کثرت تھی کہ بروایت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی روزانہ پچاس ہزار بار پڑھ لیتے تھے، اس طرح ان کی زبان ذکر اللہ سے تر رہتی اور لایعنی کاموں اور باتوں سے دور رہتے، اور اتباع سنت ان کا حال بن گیا تھا، زبردست حافظہ پایا تھا، ہزاروں کتابیں نوک زبان تھیں، کم سخن، کم خوراک تھے، کم سوتے اور درس و تدریس کے مطالعہ کتب کے علاوہ زیادہ وقت عبادت میں گزارتے، حج کی سعادت بھی حاصل کی، سفر حج میں مولانا مظفر حسین کاندھلوی اور مولانا یعقوب نانوتوی جیسی شخصیات تھیں، ۵۸ سال کی عمر میں ۱۱؍محرم الحرام ۱۲۸۵ھ (۵؍مئی ۱۸۶۸ء) کو کاندھلہ میں وفات پائی اور عیدگاہ سے ملحق اپنے آباء واجداد کے پاس مدفون ہوئے۔

مولانا نور الحسن کا نکاح ان کے عم نامدار مولانا ابو القاسم کی صاحبزادی سے ہوا تھا جن سے چار صاحبزادگان ہوئے۔

۱۔ مولانا ضیاء الحسن محمد صادق، ۲۔ مولانا حکیم ظہور الحسن محمد ابراہیم، ۳۔ مولانا فیض الحسن محمد اکبر، ۴۔ مولانا ریاض الحسن محمد سلیمان

بڑے صاحبزادے مولانا ضیاء الحسن کے دو صاحبزادے مولانا شمس الحسن اور مولانا رؤوف الحسن تھے، مولانا رؤوف الحسن کو اللہ نے ہر طرح سے خوب نوازا اور ان کی اولاد میں خوب برکت دی، ان کی دختری اولاد میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کا نام نامی کافی ہے اور صاحبزادگان میں حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی رحمہما اللہ اور برکۃ العصر حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کو زیادہ شہرت ملی۔ بڑے صاحبزادے مولانا نجم الحسن اور تیسرے صاحبزادے مولانا قمر الحسن نے زیادہ عمر نہیں پائی مگر یہ دونوں بھی سبھی بہن بھائی کی طرح صاحب اولاد اور صاحب فضل وکمال تھے۔

مولانا حکیم ظہور الحسن محمد ابراہیم

مولانا حکیم ظہور الحسن محمد ابراہیم ۲۰/ رجمادی الاول ۱۲۴۹ھ (۱۵/ اکتوبر ۱۸۳۳ء) کو پیدا ہوئے، قرآن مجید حفظ کیا، تمام علوم وفنون اپنے والد ماجد سے پڑھے، وطن میں مقیم رہے، اور دینی وعلمی خدمت کے ساتھ مطب کے ذریعہ اہل قصبہ کی خدمت کرتے رہے، جمعہ وعیدین کے امام تھے۔ خاندان کے جن لوگوں کو پڑھایا ان میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی شارح مؤطا کا نام کافی ہے، حج کی سعادت بھی حاصل کی۔

مولانا محمد ابراہیم بھی بڑے صاحب معمولات، ذاکر وشاغل، زاہد متقی، شب بیدار، مصروف باخدا بزرگ اور معاملات کی صفائی، حقوق کی ادائیگی میں بڑے بلند سمجھے جاتے تھے، دو صاحبزادے مولانا عزیز الحسن اور مولانا حکیم رضی الحسن اور دو صاحبزادیاں امۃ الحفیظ اور زبیدہ بی تھیں، مولانا عزیز الحسن بھی حافظ قرآن عالم

دین، عصری علوم کے اچھے واقف کار، قانون داں تھے، اپنے بھائی حکیم رضی الحسن کی وفات کے بعد قصبہ کے امام بھی رہے، اسوۂ حسنہ اور تنظیم المسلمین دو غیر مطبوعہ کتابیں چھوڑیں، دو بار حج کیا، ۲۵ / جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ، یکم اگست ۱۹۴۰ء کو شب جمعہ میں انتقال کیا اور اپنے بھائی حکیم رضی الحسن مرحوم کے برابر مدفون ہوئے۔

مولانا حکیم رضی الحسن

مولانا حکیم رضی الحسن ۸ / جمادی الثانی ۱۲۸۹ھ (۱۳ / اگست ۱۸۷۲ء) کو پیدا ہوئے، قرآن شریف حفظ کیا اور بہت عمدہ یاد تھا، بڑے خوش الحان تھے، دور دور سے قرآن مجید ان سے سننے لوگ آتے، پہلے اپنے وطن کے مدرسہ میں پھر علماء خیر آباد سے تعلیم حاصل کی اور حدیث کی تعلیم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے گنگوہ میں حاصل کی جس میں ان کے رفیق درس ان کے برادر نسبتی مولانا محمد یحیی کاندھلوی والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی تھے۔ حضرت گنگوہی نے بڑی توجہ سے ان دونوں کو صحاح ستہ پڑھائی اور ان کے درسی افادات کو عربی میں مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے اور اردو میں مولانا رضی الحسن کاندھلوی نے قلمبند کیا، مولانا محمد یحییٰ نے گنگوہ میں مزید قیام کیا، پھر مظاہر علوم سہارنپور آگئے اور مولانا رضی الحسن کاندھلہ آگئے اور وہاں درس وافادہ کا سلسلہ قائم کیا اور مطب کو ذریعہ معاش بنایا، مولانا کے ممتاز شاگردوں میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا حکیم محمد عمر کاندھلوی اور خواجہ حسن نظامی ہیں۔ مولانا نے تربیت باطنی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری سے لی، حج کی سعادت خاندان کے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ حاصل کی، ذوق عبادت، شوق خدمت خلق کی صفت سے متصف تھے، کئی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف موضوعات پر ہیں۔

مولانا سانس کے مریض تھے، عیدالفطر کے دن نماز عید پڑھا کر کچھ ضروری امور

کوانجام دیتے اور ہدایات کرتے ہوئے ایک دم رخصت ہو گئے۔ یہ واقعہ یکم شوال ۱۳۵۰ھ، ۹ رفروری ۱۹۳۲ء کا ہے۔ آبائی قبرستان ملحق عیدگاہ میں مدفون ہوئے۔ غیر معمولی مجمع جنازہ میں تھا، ان کی اچانک وفات کا سب پر بڑا اثر تھا اس لئے کہ وہ خاندان کی برگزیدہ شخصیت تھے اور خاندانی احوال، فرامین، دستاویزات کے سب سے زیادہ واقف کار بھی تھے۔

ان کی شادی مولانا محمد اسماعیل (والد ماجد مولانا محمد یحییٰ، حضرت مولانا محمد الیاس رحمہما اللہ) کی صاحبزادی بی بی حمیرا سے ہوئی تھی، ان سے ایک فرزند مولانا اکرام الحسن (والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن) اور دو صاحبزادیاں امۃ الودود وامۃ المعبود ہیں، حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کی اہلیہ مرحومہ (والدہ مولانا نور الحسن راشد، مولانا ضیاء الحسن، مولانا بدر الحسن وغیرہ) مولانا اکرام الحسن کی حقیقی بھانجی ہیں۔

مولانا اکرام الحسن کاندھلوی

مولانا اکرام الحسن ابن مولانا حکیم رضی الحسن حضرت مولانا محمد اسماعیل کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد یحییٰ وحضرت مولانا محمد الیاس کے حقیقی بھانجہ ہیں۔ اس طرح وہ خاندان الٰہی بخش اور خاندان اسماعیلی دونوں کے چشم وچراغ ہیں، بدھ کی صبح ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ، ۲۰ رنومبر ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے، قرآن مجید حفظ کیا، درسیات کی تعلیم حاصل کی، پھر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا، قانون کا علم حاصل کیا، وکالت بھی کی لیکن ایسی بحثوں اور مقدمات میں کبھی نہ پڑے جس میں جھوٹ کی آمیزش ہوتی اور اسی تقویٰ واحتیاط نے انھیں اس پیشہ کو ترک کرنے پر مجبور کیا۔

مولانا اکرام الحسن کو اپنے ماموں حضرت مولانا محمد الیاس کی بڑی توجہات ملیں، وہ ان پر بڑے شفیق اور نہایت مانوس تھے اور یہ تعلق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ وہ آخر میں

حضرت مولانا الیاس صاحب کے ہر وقت کے حاضر باش اور دوا وغیرہ کھلانے کے ذمہ دار تھے، اور حضرت مولانا الیاس نے وفات سے چند منٹ پہلے آخری ملاقات کے لئے اپنے صاحبزادے مولانا محمد یوسف کے ساتھ اپنے ان عزیز بھانجے مولانا اکرام الحسن کو بھی ساتھ بلایا تھا، اور ان ہی کے مشورہ سے ان کا بیعت وارادت کا تعلق حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے قائم ہوا اور اجازت بیعت وخلافت بھی حاصل ہوئی تھی۔ ۱۸ر شوال ۱۳۶۰ھ (آخر اکتوبر ۱۹۴۱ء) کو مولانا اکرام الحسن کو مدرسہ مظاہر علوم کی مجلس سرپرستان میں جگہ ملی، پھر ایک وقت وہ آیا کہ مظاہر علوم سہارنپور کی ضرورت کے پیش نظر وہاں کا مستقل قیام ہوگیا، یہ مستقل قیام ۱۹۵۰ء/۱۳۷۰ھ سے تاوفات ۲۱ر شعبان ۱۳۹۱ھ، ۱۳ر اکتوبر ۱۹۷۱ء مظاہر علوم سہارنپور رہا۔

مولانا اعلیٰ ادبی وعلمی ذوق کے حامل تھے، اشعار نوک زبان تھے، اور خود ان کا بھی ایک مجموعۂ کلام ہے، حضرت مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کو دیکھ کر ان کا یہ جوہر اور کھل کر سامنے آجاتا، وہ بڑی شگفتہ طبیعت رکھتے تھے، حالانکہ انھیں بڑے حوادث وصدمات سے گزرنا پڑا تھا، انھوں نے اپنے والد حکیم رضی الحسن کی اچانک وفات سے اپنی اولاد واحفاد کی اموات تک کے بڑے صدمے اٹھائے، اولاد میں ایک بیٹے حضرت مولانا انعام الحسن اور ایک صاحبزادی تھیں، صاحبزادی کا انتقال بھی عین جوانی میں ہوا جس سے پورا گھر خاموش ہوگیا، پھر احفاد میں یکے بعد دیگرے متعدد اموات ہوئیں اس لیے آپ کو اپنے صاحبزادہ جلیل القدر حضرت مولانا انعام الحسن اور نبیرہ حضرت مولانا زبیر الحسن اور ان کی ہمشیرہ سے تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء میں حج بیت اللہ کی عظیم سعادت سے افراد خاندان کی بڑی جماعت کے ساتھ فیضیاب ہوئے۔ ۱۱ر مرد، ۱۱ر مستورات اور ۱۱ر بچے تھے جن میں ان کا یہ کنبہ بھی تھا، یہ سفر حج دعوت وتبلیغ کے لیے بڑا مفید ثابت ہوا تھا۔

خاندان کی مثالی بیبیاں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے حقیقی نانا ہیں، اورنانی مولانا رؤوف الحسن کاندھلوی کی دوسری صاحبزادی (ہمشیرہ مولانا احتشام الحسن کاندھلوی، مولانا اظہار الحسن کاندھلوی، مولانا افتخار الحسن کاندھلوی) ہیں، اورخاندان کی عظیم بزرگ شخصیت حضرت مولانا مظفرحسین کاندھلوی (جن کے تقویٰ وللّٰہیت پر سب کو اتفاق تھا) کی صاحبزادی امی بی کی دعا لینے بڑے بڑے مشائخ اورعلماء آتے تھے، انہی امی بی کی صاحبزادی کا نکاح مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی سے ہوا تھا اور مولانا اسماعیل کا یہ دوسرا نکاح تھا، یہ مولانا محمد یحییٰ (والد حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی) اورحضرت مولانا محمد الیاس کی والدہ ماجدہ اور مولانا اکرام الحسن (والد مولانا انعام الحسن کاندھلوی) کی حقیقی نانی تھیں ان خواتین پر دینداری کے اس قدر اثرات تھے کہ بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ”ان کے معمولات اس زمانہ کے پست ہمتوں کے تصور سے بلند ہیں“۔(۱)

محترمہ بی صفیہ جو مولانا زبیر الحسن کے دادا مولانا اکرام الحسن کی نانی اورنانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کی دادی تھیں ان کا حال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں:

> ”انہوں نے قرآن مجید شادی کے بعد مولانا یحییٰ صاحب کی شیرخوارگی کے زمانہ میں حفظ کیا تھا، اورایسا اچھا یاد تھا کہ معمولی حافظ ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا تھا، معمول تھا کہ رمضان میں روزانہ پورا قرآن مجید اوردس پارے مزید پڑھ لیا کرتی تھیں، اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کرتی

---

(۱) بحوالہ مولانا محمد الیاس اوران کی دینی دعوت

تھیں، رواں اتنا تھا کہ گھر کے کام کاج اور انتظامات میں فرق نہ آتا، بلکہ اہتمام تھا کہ تلاوت کے وقت ہاتھ سے کچھ نہ کچھ کام کرتی رہتیں، رمضان کے علاوہ امور خانہ داری کے ساتھ روزانہ کے معمولات یہ تھے:

درود شریف پانچ ہزار، اسم ذات اللہ پانچ ہزار، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم انیس سو، یا مغنی گیارہ سو، لا الہ الا اللّٰہ بارہ سو، یا حی یا قیوم دوسو، حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل پانچ سو، سبحان اللّٰہ دوسو، الحمد للّٰہ دوسو، لا الہ الا اللّٰہ دوسو، اللّٰہ اکبر دوسو، استغفار پانچ سو، افوّض امری الی اللّٰہ سو، حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل سو، رب انی مغلوب فانتصر سو، رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین سو، لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین سو۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کی ایک منزل روزانہ تلاوت کا معمول تھا''۔(۱)

محترمہ بی صفیہ کی والدہ ماجدہ بی امۃ الرحمٰن بنت حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی جو ''امی بی'' سے متعارف تھیں سوال سے آخری درجہ ان کے یہاں گریز تھا یہاں تک کہ کھانا بھی طلب نہ کرتیں جو اور جب لاکر رکھ دیا جاتا اسے کھالیتیں اور نماز میں خشوع و خضوع کی وہ کیفیت تھی جو مشائخ کبار حضرت گنگوہی وغیرہ کے یہاں نظر آتی تھی، آخر عمر میں جب کہ ضعف و نقاہت بھی بہت رہتا تھا حال یہ تھا کہ بیشتر وقت نماز میں گزرتا تھا اور نماز اتنی طویل ہوتی تھی کہ شروع ہونے کے بعد کسی طرح ختم نہ ہوتی تھی، معمول تھا کہ سورج نکلنے کے بعد اشراق کی نماز شروع ہوتی تھی، نماز اشراق کے ختم ہونے کے تھوڑی دیر بعد چاشت کی نماز شروع ہوجاتی تھی،

(۱) مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص: ۵۰-۵۱ مؤلفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ؒ

پھر کھانا کھا کر آرام فرماتی تھیں، اول وقت ظہر کی نماز شروع کرتیں، اور اس کے اختتام پر عصر کا وقت قریب ہوتا تھا، غرض نمازوں کے درمیان بہت کم وقت بچتا تھا، اور جو وقت بچتا تھا وہ اوراد و وظائف میں گزرتا تھا، یا کچھ دیر آرام فرماتی تھیں، اور یہی روزانہ کا معمول اور دستور تھا، نماز شروع کرنے کے بعد پھر وہ دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو جاتی تھیں اور محویت و استغراق میں کسی بڑے سے بڑے حادثہ کی بھی خبر نہ ہوتی تھی۔

حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی جو محترمہ ''امی بی'' کے پوتے ہیں اپنی کتاب ''حالات مشائخ کاندھلہ'' میں اپنی دادی صاحبہ کے ان معمولات کو بیان کرتے ہوئے ان کے زہد و استغنا، جود و سخا، تقویٰ وللّٰہیت، معاملات کی صفائی، حقوق کی ادائیگی اور اس سے ان کے اندر جو بصیرت و فراست ایمانی پیدا ہو گئی تھی جو کشوف و کرامات کے طور پر ظاہر بھی ہو جاتی تھی کا بھی ذکر کیا ہے، یہی وہ رابعہ سیرت خاتون تھیں جن کے نواسہ حضرت مولانا محمد الیاس اور پوتی ان کی اہلیہ تھیں جن سے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی پیدا ہوئے، اور انہی کی دوسری پوتی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو منسوب تھیں جن کی صاحبزادیاں حضرت مولانا محمد یوسف، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی وغیرہ کو منسوب ہیں۔ محترمہ امی بی مرحومہ نے ۴ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۸/ جون ۱۹۲۴ء کو وفات پائی، اور ایسی نسل تیار کر کے گئیں جس کے فیوض و برکات چار دانگ عالم میں پھیل رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ کا محیر العقول نتائج و اثرات کا حامل کام ان کے نواسہ حضرت مولانا محمد الیاس کے ذریعہ منظر عام پر آنا تھا اور ان کے اول رفیق و معاون کے طور پر انہی کے پوتے مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کو سامنے آنا تھا، جس کا صاف اثر ان کے قلب پر پڑتا تھا اس کا اثر ان دونوں سے خصوصی تعلق کے اظہار کے طور پر ہی جاتا اس کو مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلویؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ''اکثر فرمایا کرتی تھیں'' مجھے اپنی اولاد

میں سب سے زیادہ پیارا اختر (مولانا محمد الیاس) پر اور تیرے پر آتا ہے"۔ جب میری آواز کان میں پڑتی چوکنا ہوکر فرماتیں بلائیو! احتشام آیا ہے، اور بلا کر پیار کرتیں، اور شفقت کے ساتھ سینے سے لگاتیں، خصوصاً میرے نظام الدین جانے کے بعد تو یہ شیفتگی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی، گویا میرا عربی پڑھنا ان کی دلی آرزو اور اصلی مراد تھی جو پوری ہوگئی۔(۱)

ان سب معمولات خصوصیات اور عبادت وریاضت میں انہماک کے ساتھ اولاد کی تعلیم وتربیت میں ایمان وعقیدہ کو جلا دینے اور عمل صالح اور تقویٰ وللّٰہیت اور دین کا کام کرنے میں حوصلہ پیدا کرنے کے لئے وہ طریقہ تربیت بھی ان کی سرپرستی ورہنمائی اور فکرمندی سے خاندان کی دیگر بیبیاں اس طرح اختیار کرتیں کہ ذوق عبادت اور شوق خدمت خلق، دینی وایمانی دردوسوز، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ گھر کا ہر فرد اٹھے، اور حال یہ تھا جیسا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ:

> "اس وقت گھر کے باہر اور اندر کی مجلسیں اور صحبتیں حضرت سید صاحب سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کے قصوں اور چرچوں سے گرم تھیں، ان بزرگوں کے واقعات مردوں اور عورتوں کی زبانوں پر تھے، مائیں اور گھر کی بیبیاں بچوں کو طوطے مینا کے قصوں کے بجائے یہی روح پرور واقعات سناتیں اور یہ کچھ بہت زیادہ پرانی باتیں نہ تھیں، مولانا مظفر حسین صاحب کی آنکھوں دیکھی باتیں اور ان کی صاحبزادی اور عزیزوں کی کانوں سنی حکایات تھیں، سننے والوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کل کی باتیں ہیں، مولانا الیاس صاحب نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ

---

(۱) حالات مشائخ کاندھلہ، مرتبہ مولانا محمد احتشام الحسن، ص: ۵۰-۵۱

آپ کو مجھ سے زیادہ سید صاحبؒ کے حالات کا علم نہ ہوگا، آپ کی کتاب سیرت سید احمد شہید سے میری معلومات میں اضافہ نہیں ہوا"۔(۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے کئی بار اپنی مجلس میں یہ بات فرمائی کہ مولانا یہ بھی فرماتے کہ یہ سب کچھ ہم نے اپنی نانی، دادی سے سن رکھا تھا۔

ان عظیم ماؤں کے زیر تربیت پروان چڑھنے والے عظیم انسان اور پروان چڑھنے والیاں عظیم مائیں بنیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے اپنی ان عظیم مربی ماؤں کے حالات آپ بیتی میں اور گھر کی مستورات کی ضیافت کے واقعات ذکر کئے ہیں، فضائل رمضان میں ذوق عبادت وشوق خدمت خلق کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ: "تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں اپنی نا اہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جائے، خانگی کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں.....(۲) یہی قابل رشک خواتین مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا محمد ہارون، مولانا محمد سعد، مولانا سید محمد شاہد، مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی وغیرہ کی مائیں، خالائیں، بہنیں ہیں۔

مولانا محمد زبیر الحسن کی دادی یعنی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی والدہ ماجدہ کا تعلق ایک سادات خاندان سے تھا اور اس کی خصوصیات بھی یہاں منتقل ہوئی تھیں، کاندھلہ کے قریب بڈولی میں یہ خاندان مقیم تھا اور اس کا سلسلہ نسب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔ اس خاندان کے ایک فرد حکیم سید عبدالحمید تھے ان کا ننھیال اور سسرال اسی خانوادۂ مفتی الٰہی بخش میں تھی، ان کی صاحبزادی محترمہ امت العظیم حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی والدہ اور حضرت مولانا زبیر الحسن کی

---

(۱) مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، ص:۴۹ (۲) فضائل رمضان، ص:۲۰

دادی تھیں جن کی ایک بہن مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کو اور ایک بہن مولانا محمد سلیم مکی ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کو اور ایک پروفیسر محمد عثمان کاندھلوی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو منسوب تھیں، یہ سب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی خالائیں اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی دادیاں ہوئیں، دو ماموں تھے جناب سید محمود الحسن، جناب سید عبد الرشید، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے نانا حکیم عبد الحمید صاحب مع اہل خانہ بڈولی سے کاندھلہ فروکش ہو گئے تھے، اس طرح کاندھلہ ہی دادیہال بھی ہوا اور نانیہال بھی۔

نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ ۵ر جنوری ۱۸۹۸ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، اور یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ ۲۵ر مئی ۱۹۸۲ء کو مدینہ منورہ میں ۸۷ر سال کی عمر میں رحلت فرمائی، زمانۂ طالب علمی سے ہی حدیث شریف کو موضوع بنا کر اس میں رسوخ پیدا کیا، اور ایسی کتابیں تصنیف کیں کہ جن سے عرب وعجم میں ان کا غلغلہ ہوا، وہ اپنے عہد کی سب سے بڑی دینی شخصیت کے طور پر پہچانے گئے، اور ان کے علم وروحانیت سے اکتساب فیض کے لیے خلقت امنڈ پڑی، عالمی دعوت وتبلیغ کے کام کے میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے مشیر اور ان کے بعد اس کام کے ذمہ داروں کے مرشد اور اس عالمی تحریک وجماعت کے سرپرست رہے، اور ان کی کتاب فضائل اعمال اس کے نصاب کا سب سے اہم قصہ رہی، اور دنیا کی مختلف مقامی وبین الاقوامی زبانوں میں مترجم ہو کر خوب عام ہوئی، اور لاکھوں کروڑوں افراد کی اس کے ذریعہ اصلاح ہوئی، اور ان کی زندگیوں میں انابت کی کیفیت پیدا ہوئی، مظاہر علوم سہارن پور کے طویل عرصہ تک شیخ الحدیث رہے، اور یہ منصب ان کے کام کا جزو بن گیا، مدرسہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی اور اس کے اور دعوت وتبلیغ کے

کام سے ان کا تعلق پشتینی تھا کہ وہ اس کی اول شخصیت حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندہلوی کے پوتے اور حضرت مولانا محمد یحی کے فرزند اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمہم اللہ کے بھتیجے تھے، اور بعد میں دعوت وتبلیغ کے عالمی کام کے سربراہ بننے والی شخصیت حضرت محمد یوسف کاندہلوی اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندہلوی دونوں ہی آپ کے داماد ہوئے، اس طرح حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندہلوی آپ کے نواسے اور آپ کے زیر تربیت وارشاد پروان چڑھ کر خلیفہ بھی ہوئے، اور اپنے عظیم نانا کے بہت سے اوصاف وخصوصیات کے حامل ووارث ہوئے۔

والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی

عالمی تبلیغی تحریک کے امیر ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی عرب وعجم کی محبوب ومقبول وہ عظیم شخصیت تھے جن کے ہاتھ پر لاکھوں لاکھ لوگوں نے بیعت وتوبہ کی اور ہزار ہا ہزار جماعتیں ان کے ذریعہ اپنی اصلاح کے ارادہ اور دوسروں کو راہ ہدایت پر لانے کے جذبہ سے نکلیں ۸/ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ، ۲۰ فروری/ ۱۹۱۸ء میں پیدا ہوئے اور ۷۸ سال کی عمر میں سنیچر ۱۰/ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ، ۹ جون/ ۱۹۹۵ء کو دہلی میں وفات پائی اور علمی یادگار کے طور پر الابواب والتراجم لصحیح البخاری اور الابواب المنتخبہ من مشکوٰۃ المصابیح چھوڑیں، جس پر آپ کے حکم سے فاضل جلیل مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی مقیم بنگلہ والی مسجد سید نظام الدین نے کام کر کے شائع کیا اور منتخب ابواب کے نام سے مولانا محمد یونس پالن پوری مدظلہ نے ترجمہ کر کے شائع کیا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ جو حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے رفیق کارِ دعوت وتبلیغ رہے تھے، ان کے انتقال پر اپنا قلبی تاثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"مولانا جن کو اب رحمۃ اللہ علیہ سے یاد کیا اور لکھا جائے گا، اس

وقت عالم اسلام کی سب سے وسیع، مقبول، مؤثر اور محیر العقول تحریک ودعوت کے امیر وقائد اور داعی ومبلغ تھے، جس تحریک نے لاکھوں آدمیوں اور ہزاروں گھرانوں اور کنبوں میں دینی واصلاحی اثرات پیدا کردیے، ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو وقت اور اپنے مشاغل اور مرغوبات کی قربانی دینے پر آمادہ کیا اور ان کو دین کی دعوت پہنچانے، دین سے ضروری واقفیت حاصل کرنے اور اس کے لیے قربانی دینے پر آمادہ کردیا، ممالک اسلامیہ وعربیہ، ہندوستان، پاکستان، ترکی اور عرب ممالک سعودیہ عربیہ، خلیج مصر وشام، مراکش کے علاوہ یورپ وامریکہ، شمالی جنوبی افریقہ، روس ہر جگہ ان کی جماعتیں اور قافلے نقل وحرکت میں رہتے ہیں اور اس کے اثرات وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مولانا ایک ممتاز عالم دین بھی تھے، جن کی تفسیر وحدیث وفقہ، نصابی کتابوں اور دینی مآخذ پر گہری نظر تھی، اور عرصے تک انھوں نے درس بھی دیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت اور رفع درجات فرمائے اور اس مبارک تحریک ودعوت کو ان کا اچھا جانشین اور ذمہ دار عطا فرمائے جو اس کو سرگرم عمل رکھے۔

ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

مزید تبلیغ کی عالمگیر اور انقلاب انگیز تحریک کے لئے ایک بڑے خسارہ کا باعث سمجھتے ہوئے کاروان زندگی حصہ ششم میں ''ایک

اندوہ ناک حادثہ اور لرزہ خیز خبر'' کے عنوان سے اپنا تأثر لکھا اور ''مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ کے بارہ میں چند سطریں'' کے عنوان سے مزید تحریر کرتے ہوئے لکھا کہ:

''تحریک اس کی عظمت ووسعت اور اس کے محیر العقول نتائج بانی تحریک اور داعی اوّل حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے (جن کے حالات وسوانح پر خود راقم کی ایک مفصل ومستند سوانح مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے نام سے موجود ہے) کے نائب وجانشین ان کے فرزند عالی مرتبت مولانا محمد یوسف صاحبؒ (م ۲؍اپریل ۱۹۶۵ء) ہوئے، جو اپنے جوش واثر آفرینی اور مقبولیت میں ان کے صحیح جانشین اور آیۃ من آیات اللہ تھے، اور جو اگر اللہ کو منظور ہوتا اور ان کو طویل حیات ملتی تو اس دعوت وتحریک میں مزید ترقیاں اور زمانے کے جائز اور قدرتی تقاضوں کی تکمیل کا سامان ہوتا اور خطرات اور چیلنجوں کے جواب ومقابلے کا سامان بھی کیا جاتا، وہ آخری دور میں غیر مسلموں کو بھی خطاب فرمانے لگے تھے اور عام انسانیت اور ملک کے مفاد میں بھی ان کی زبان سے مؤثر اور مفید مضامین نکلنے لگے تھے۔

۲؍اپریل ۱۹۶۵ء ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ کے بعد جب ان کی لاہور میں وفات ہوئی اور بہ اتفاق آرا حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی جو ان کے رفیق کار اور داعی اوّل حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ، اور تربیت یافتہ تھے امیر منتخب ہوئے، ان کے زمانۂ امارت اور قیادت میں تحریک نے بڑی وسعت وکامیابی حاصل کی اور وہ دور دراز ملکوں میں پھیلی

اور اس نے اپنے اثرات دکھائے، اس میں مولانا محمد انعام الحسن کی استقامت، روحِ محافظت اور اس جذبے کو بہت دخل تھا کہ یہ دعوت اپنے اصل راستے اور ابتدائے کار کے معمول بہ نظام اور حدود سے تجاوز نہ کرنے پائے، اس لیے انہوں نے اس کو انھیں حدود اور دائرۂ کار میں رکھا جو ابتدا میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے مقرر کر رکھے تھے اور مولانا محمد یوسف صاحبؒ بھی اپنے جوش خطابت اور ورودِ مضامین کے ساتھ بالعموم اسی دائرے میں رہتے تھے۔

مولانا کی سوانح حیات اور خدمات پر مستقل تصانیف اور مضامین لکھے جائیں گے، اور اس تیز رفتار وطویل السفر کارواں (کاروان زندگی) کو اس منزل پر زیادہ ٹھہرنے اور اس کا حق ادا کرنے کی استطاعت و مہلت نہیں اور نہ اس سے اس کا حق ادا ہو سکتا ہے، اس لیے یہاں پر اپنی رفاقت اور تعلق کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں ۱۹۳۹ء کے آخر سے جب سے حاضری کا سلسلہ شروع ہوا تو ان کے فرزند گرامی اور بعد میں جانشین اوّل مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور ان کے تربیت یافتہ مجاز و معتمد اور فرد خاندان مولانا انعام الحسن صاحب سے تعارف حاصل ہوا، کچھ علمی وکتابی ذوق، کچھ عمروں کے تقارب، اور کچھ ان دونوں حضرات کی کریم النفسی سے ایک ہی (بالائی) کمرہ میں قیام رہتا تھا، اور علمی ذوق کے اشتراک اور درس وتدریس کی مناسبت کی وجہ سے تبادلۂ خیال، بے تکلف گفتگو اور علمی مذاکرات رہتے تھے، یہ سلسلہ حضرت مولانا

محمد الیاس صاحب کی وفات کے بعد تک جاری رہا، اس قیام اور تبادلۂ خیال اور مذاکرات کی بناپر اس کا اندازہ ہوا کہ مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم کی اچھی علمی نظر اور فنون ودرسیات میں ان کو ملکۂ راسخ حاصل ہے، ان سے بعض علمی مآخذ وشروح حدیث کی بعض تحقیقات ومعلومات کی نشاندہی بھی ہوئی، جن سے فائدہ بھی اٹھایا گیا، اس کے ساتھ ان کی اخلاقی وخاندانی خصوصیات ومکارم اخلاق کا بھی تجربہ ہوا، الحمدللہ ان سے نیاز مندانہ اور مخلصانہ تعلقات اخیر تک قائم رہے، اور حاضری اور ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا، وہ اپنی صحت کی کمزوری، مختلف امراض وعوارض کے باوجود دوردراز کے بیرونی ممالک کے تبلیغی اجتماعات میں شرکت فرمایا کرتے، حجاز مقدس کے سفروں میں بھی جایا کرتے تھے، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں کئی بار تشریف لائے اور تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی، عام طور پر انھیں کی دعا پر اجتماع کا اختتام ہوتا تھا، رحمہ اللہ تعالیٰ ورفع درجاتہ.

مولانا کے جنازہ پر معتقدین اور محبین کارکنان تبلیغ، اہل شہر، قرب وجوار بلکہ دوردراز کے شہروں (بمبئی، کلکتہ وغیرہ بھی شامل ہیں) کے مخلصین، معتقدین اور کارکنانِ تبلیغ کا ایسا ازدہام ہوا جو برسوں سے نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کی سرزمین پر بھی نہیں دیکھا گیا، راقم نے بمبئی میں پھر لکھنؤ میں اس ازدہام کے بارے میں تفصیلات سنیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ ممالک غیر سے بھی لوگ جہازوں پر بلکہ چارٹر پلین کرکے آئے، لوگ ان کی لاکھوں کی تعداد بتاتے ہیں، یہاں پر مولانا مرحوم کے عزیز قریب اور فرد خاندان

مولانا نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی کے مضمون کا وہ حصہ نقل کیاجاتا ہے جوان کے رسالہ ''احوال وآثار'' کے اس نمبر میں آیا ہے جو حادثہ کے فوراً بعد نکلا، وہ ایک طرح سے شہادت عینی ہے:۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ حضرت جی نوراللہ مرقدہ حدیث شریف کے ایک ممتاز عالم واستاد تھے اور دوسرے علوم وفنون پر بھی اچھی نظر رکھتے تھے مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء جنہیں ان کا سفر وحضر میں ساتھ رہنے کا شرف ملا کہتے ہیں کہ مجھے ان کے علم نے خاص طور پر بہت متاثر کیا، اور فرماتے ہیں کہ وہ صاحب دعا بھی تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ بہت خاص موقعوں پر ان سے دعا کے لئے کہتے اور کہلواتے جس کا مجھے بھی اپنے ایک معاملہ میں تجربہ ہوا۔

۲۵ رسال انہوں نے صحیح بخاری شریف کا مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں درس دیا اور علمی افادات بھی تحریر کئے سنیچر ۳ رذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۳۰ راپریل ۱۹۶۵ء کو امیر جماعت تبلیغ ہوئے اور ارباب حل وعقد نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ،پھر اس کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ عرب وعجم کے لاکھوں لاکھ لوگ ان کے سلسلہ میں داخل ہونے ان کی دعا بھی غیر معمولی اثر کی ہوتی تھی جس پر اجتماع ختم ہوتا اور غیر مسلم حضرات بھی اپنا کاروبار روک کر بڑی تعداد چھٹیاں لے کر شرکت کرتی ان کی غیر معمولی محبوبیت تھی کہ جنازہ میں شرکت کے لئے انسانوں کا

سمندر امنڈ آیا جس میں بیرونی ممالک کے عقیدت مندوں کی بھی بڑی تعداد تھے، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جوان کے بڑے محبوب فرزند اور مجاز وخلیفہ بھی تھے اوران کی صفات وخصوصیات کے حامل بھی۔

''تدفین اور نماز جنازہ میں شرکت کے لیے ہر طرف سے ہجوم امنڈ پڑے، ہمایوں کے مقبرہ کے قریب نرسری پارک کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ہوئی مگر یہ نہایت وسیع میدان بھی آنے والوں کے لیے قطعاً ناکافی ثابت ہوا، چاروں طرف دور دور تک صفیں پھیلی ہوئی تھیں، محتاط اندازوں کے مطابق ڈھائی پونے تین لاکھ افراد جنازہ میں شریک ہوئے، فرط غم سے بے قابو غیر معمولی ہجوم کی وجہ سے تمام انتظامات درہم برہم ہو گئے تھے، جس کی بنا پر کچھ غلط فہمی ہوئی اور جنازہ کی نماز بہت دیر سے مغرب کے بعد ادا کی گئی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے برابر میں تدفین عمل میں آئی''۔(۱)

(رسالہ ''احوال وآثار'' شمارہ محرم ۱۴۱۶ھ، جون ۱۹۹۵ء) ملاحظہ ہو کاروان زندگی جلد ششم صفحہ ۱۰۵ تا ۱۱۰

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل
خودی ہو عشق سے محکم تو صور اسرافیل

باب دوم

از ولادت و تعلیم تا تکمیل و تربیت و سلوک

ولادت

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کی پیدائش اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مکان پر ۱۰؍جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ (۳۰؍مارچ ۱۹۵۰ء) میں ہوئی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اپنی تاریخ کبیر میں ۱۳۶۹ھ میں لکھتے ہیں: ۱۰؍جمادی الثانی ۶۹ھ مطابق ۳۰؍مارچ پنج شنبہ صبح ۵ بج کر ۳۰ منٹ پر تولد زبیر سلمہٗ ابن مولوی انعام الحسن۔(۱)

تعلیم وتربیت، ماحول اور اساتذہ

خاندانی معمول کے مطابق پہلے حفظ قرآن کریم میں لگایا گیا، آپ کے دادا مولانا اکرام الحسن صاحب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت وارادت کا تعلق رکھتے تھے، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی بھی حضرت رائے پوری کو اپنے شیخ کی حیثیت سے دیکھتے تھے، اور رائے پور حاضری کا ہر ہفتہ کا ایسا معمول اختیار کیا تھا جس میں کبھی فرق نہ آتا، چنانچہ یہی طے پایا کہ رائے پور میں حفظ قرآن کریم کے آغاز کی تقریب ہو چنانچہ پانچ جمادی الاول ۱۳۷۴ھ (یکم جنوری ۱۹۵۵ء شنبہ) میں حضرت اقدس رائے پوری کے پاس رائے پور میں ہوئی، مولانا کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور دادا مولانا اکرام الحسن، مولانا محمد یوسف، مولانا محمد انعام الحسن، مولانا محمد ہارون، مولانا محمد طلحہ اس مجلس میں موجود تھے۔

---

(۱) تاریخ کبیر مطبوعہ بنام حیات شیخ جلد دوم، ص: ۴۱۴، مرتبہ مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری

قرآن مجید مولانا حافظ صدیق احمد مرزاپوری (سہارنپوری) سے حفظ کیا جو آپ سے پہلے حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کا حفظ مکمل کرا چکے تھے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں قیام کرتے اور تعلیم دیتے تھے، مولانا محمد زبیر الحسن کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے دوسرے نواسہ مولانا سید محمد شاہد بن مولانا حکیم محمد الیاس سہارنپوری بھی ساتھ میں حفظ کرنے لگے، اور یہ آخر تک تمام تعلیمی مراحل میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے ساتھ رہے، وہ ان سے ۹-۱۰ ماہ عمر میں چھوٹے ہیں وہ ان کے تمام معاملات میں آخر تک مشیر و رفیق رہے۔

مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری دام ظلہ ان تعلیمی مراحل کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

تکمیل حفظ کے بعد فارسی وعربی کی تعلیم ہدایت النحو اور کافیہ تک مختلف اساتذہ سے حاصل کر کے شوال ۱۳۸۵ھ (۶ رفروری ۱۹۶۶ء) میں جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر آپ نے شرح جامی وشرح وقایہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اور پھر درجہ بدرجہ درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے شوال ۱۳۸۹ھ میں دورۂ حدیث شریف کی جماعت میں داخلہ لے کر صحاح ستہ پڑھ کر شعبان ۱۳۹۰ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ آپ نے بخاری شریف اور مسلم شریف مولانا محمد یونس صاحب سے ابوداؤد اور نسائی مولانا محمد عاقل صاحب سے، ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے اور طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور (چند ماہ بعد ان کی علالت کی بنا پر) مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سے پڑھی۔ (۱)

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ جو ہدایہ کے سبق میں آپ کے ہم درس تھے تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) علمائے مظاہر علوم سہارن پور اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، جلد سوم، ص: ۱۳۹

"حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نے بسم اللہ (یعنی تعلیم کی ابتدا) کرائی، قرآن پاک حفظ کیا، ابتدائی فارسی، عربی درسیات گھر پر پڑھیں، ۱۵؍شوال ۱۳۵۸ھ (۶؍فروری ۱۹۶۶ء) کو مظاہر علوم میں متوسط کتابوں (شرح جامی وغیرہ میں داخلہ لیا اور دورۂ حدیث تک تمام تعلیم مکمل کی، ۱۳۹۰ء میں تعلیم سے فارغ ہوئے"۔(۱)

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے لکھا ہے کہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے حصول میں شروع سے آخر تک راقم سطور کے رفیق درس اور شریک تعلیم رہے، کافیہ ہدایۃ النحو، نورالایضاح تک کتابیں خارج مدرسہ پڑھ کر ۱۵؍شوال ۱۳۸۵ھ (۶؍فروری ۱۹۶۶ء) میں مشہور ومعروف علمی ادارہ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لے کر بحث اسم، قطبی، شرح وقایہ، اصول الشاشی وغیرہ سے تعلیم کا آغاز کیا اور درجہ بدرجہ درس نظامی کی تکمیل کرتے ہوئے، شوال ۱۳۸۹ھ میں دورۂ حدیث کی سماعت میں داخلہ لے کر شعبان ۱۳۹۰ھ میں سند فراغت حاصل کی"۔(۲)

البتہ مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارن پوری کی بسم اللہ بعد میں ہوئی ہے اور ان کا قرآن مجید مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی سے بعد میں شروع ہوا جس کی خود انہوں نے وضاحت کی ہے اور لکھا ہے:

آپ (مولانا زبیر الحسن) کی پیدائش سہارنپور میں حضرت شیخ کے دولت کدہ پر ہوئی، پانچ سال کی عمر ہونے پر حفظ قرآن پاک کیا، بسم اللہ بتاریخ ۵؍ربیع الاول ۱۳۷۴ھ (یکم جنوری ۱۹۵۵ء) شنبہ میں حضرت اقدس رائے پوری کی مجلس میں خانقاہ قادریہ قصبہ رائے پور میں ہوئی۔(۳)

---

(۱) سہ ماہی احوال آثار کاندھلہ بیاد حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی، ص:۳۵۳
(۲) علماء مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، جلد سوم، ص:۲۲۵
(۳) بحوالہ سابق، ۱۳۹/۳

اور اپنے تعلق سے لکھا ہے کہ:

''راقم سطور کی پیدائش ۲۶ / ربیع الاول ۱۳۷۰ھ ۵ / جنوری ۱۹۵۱ء میں سہارن پور میں ہوئی چھ سال بعد ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ ۲۸ / جولائی ۱۹۵۶ء بروز شنبہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی مجلس مبارک میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسنؒ نور اللہ مراقدھم نے حفظ قرآن کی بسم اللہ کرائی، اور ۲۸ / شعبان ۱۳۷۹ھ / ۲۶ / فروری ۱۹۶۰ء میں ختم کلام اللہ کی تقریب منعقد ہوئی۔''(۱)

''مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے ختم حفظ کی تاریخ و تقریب کا تذکرہ الگ سے اگرچہ نہیں کیا ہے لیکن یہ کہہ کے کر دیا ہے کہ (وہ) حفظ قرآن اور دینی تعلیم کے حصول میں شروع سے آخر تک راقم سطور کے رفیق درس اور شریک تعلیم رہے''۔(۲)

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا واقعہ

مولانا محمد زبیر الحسن اپنے خاندان کے چند افراد کے ساتھ جو اگرچہ آپ سے عمر میں بڑے تھے اور آپ ان سے عمر میں خاصے چھوٹے تھے لیکن دادا مولانا اکرام الحسن کاندھلوی کی خواہش کے احترام اور حضرت رائے پوری سے عقیدت و محبت میں تبرکاً بیعت میں داخل ہو گئے۔ اس میں آپ کے ساتھ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ، مولانا محمد ہارونؒ بن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا محمد اجتباء الحسنؒ بن حضرت مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی تھے۔ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب بیان کرتے ہیں:

''حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ ایک بار سہارنپور سے پاکستان تشریف

(۱) بحوالہ سابق ۳/۲۲۵ (۲) بحوالہ سابق، ۳/۲۲۵

لے جارہے تھے، مردوں اور عورتوں کے ہجوم کی کثرت ہروقت رہا کرتی تھی، بار بار کمرہ سے چارپائی ہجوم کی وجہ سے باہر لائی جاتی تھی، اور مجمع کو بیعت فرمانے کے بعد چارپائی اندر کمرہ میں لے جائی جاتی تھی، اسی دوران ایک بار حضرت رائے پوری نے بندہ سے فرمایا کہ:

''آجاؤ بھائی طلحہ تمہیں بھی بیعت کرلوں''۔

میں اپنی عادت کے مطابق حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا، بندہ نے کچھ نہیں عرض کیا اور اس وقت خاموش رہا، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس وقت مجلس میں تشریف فرما نہیں تھے، لیکن حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کا یہ جملہ بندہ نے یا کسی نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو پہنچایا جس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:

''ارے تجھے تو خود درخواست کرنی چاہئے تھی اور جب حضرت نے خود فرمایا تھا تب تو فوراً ہاں کرلینی چاہئے تھی''۔

یہ فرما کر فرمایا:

''اب جب حضرت باہر تشریف لائیں تو بیعت کی درخواست کردیجئے، اور اپنے ساتھ ہارون (ابن حضرت مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ) کو بھی بیعت کرالیجئے''۔

جب بعد مغرب بیہٹ ہاؤس میں حضرت کی چارپائی باہر آئی تو بندہ نے عرض کیا اور تھوڑی دیر بعد تائے ابا جی مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''بھائی زبیر کو بھی اپنے ساتھ رکھیو''۔

مولوی اجتباء (صاحبزادہ مولانا احتشام الحسن صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی تبلیغ نور اللہ مرقدہما) بھی اس وقت مظاہر علوم میں پڑھتے تھے، انہوں نے خود یا کسی نے ان کے متعلق کہا کہ:

''ان کو بھی بیعت میں ساتھ رکھیو''۔

جب بعد مغرب حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ بندہ کی طرف متوجہ ہوئے تو بندہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ:

''ہم چاروں بیعت ہوں گے''۔

حضرت نے بہت دعائیں دیں اور مسرت کا اظہار فرمایا اور ہم کو بیعت کرنا شروع کیا تو مجلس کا عجیب سماں ہو گیا، سبھی اس وقت بلکہ پورا مجمع ہی شریک بیعت ہوا اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے تسبیحات بتلا کر فرمایا:

''ان تسبیحات سے آگے اپنے اپنے باپوں سے پوچھتے رہو''۔

اس فرمانے کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی چارپائی پر تشریف لے آئے، دونوں حضرات میں باتیں ہوتی رہیں، حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے یہاں عشاء اول وقت میں ہوتی تھی، ان دونوں حضرات کی باتوں کی وجہ سے اس دن عشاء بھی بہت تاخیر سے ہوئی''۔(۱) اور حضرت شیخ الحدیث نے حضرت رائے پوری سے مولانا طلحہ صاحب کے لیے اور ان سب کے لیے دعا کے لیے کہا کہ ان سب کے لیے دعا فرماتے رہیں۔(۲)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی سرپرستی

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی عمر جب انہوں نے عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت فرمائی نو یا دس سال رہی ہوگی، یہ عمر ہی کیا ہوتی ہے لیکن ان میں آثار رشد و صلاح بچپن سے ہی ہویدا تھے جس کو ان کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی خود محسوس فرماتے تھے اور حضرت اقدس رائے پوری نے ان چاروں مخدوم زادگان کاندھلہ کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ

(۱) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفاء، مرتبہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا، (یو، کے) ۲/۱۰۱-۱۰۰ (۲) بحوالہ سابق، ۲/۱۰۲

کی موجودگی ہی میں بیعت فرمایا اور پھر ان سے دیر تک ان چاروں کے تعلق سے گفتگو کی جس میں قرائن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان چاروں کی ارشاد و تربیت حضرت شیخ کے ہی سپرد فرمائی ہوگی، اور حضرت شیخ کا حضرت رائے پوری سے ان چاروں کے لئے دعا کے لئے کہنا اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نے ان چاروں کو بیعت میں لینے کے بعد بڑی اچھی توقعات ظاہر فرمائی ہوں گی اور سلوک کی لائن میں اللہ تعالیٰ نے ان چاروں کو بلند کیا اور چاروں سے اپنے اپنے میدان میں بڑا کام لیا، مولانا محمد ہارون صاحب، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب رحمہما اللہ سے دعوت و تبلیغ کی لائن سے مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ سے تربیت وارشاد کے ذریعہ اور مولانا اجتباء الحسن صاحب مرحوم سے ترجمہ و تصنیف اور تربیت اولاد کے ذریعہ خدمت لی، جس کے بہترین ثمرات و نتائج ظاہر ہو رہے ہیں۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی عمر ۱۲ یا ساڑھے ۱۲ سال کی رہی ہوگی کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کا انتقال پاکستان میں ہو گیا اور تدفین ان کے وطن ڈھڈھیاں ضلع سرگودھا میں عمل میں آئی، اب وہ پورے طور سے حضرت شیخ الحدیث کی ہی تربیت میں تھے اور انہی کے سایہ تلے ان کے مکان ''کچا گھر'' میں قیام بھی تھا اور تعلیم بھی جاری تھی، حفظ قرآن مکمل کر چکے تھے، اور اپنے نانا ابا کی خدمت کے مواقع سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے تھے، چونکہ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ کا تعلیمی نظام نظام الدین مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی نگرانی میں تھا اس لیے بھی مولانا محمد زبیر الحسن علیہ الرحمہ کو خدمت کی خوب سعادت ملتی اور ان کے ساتھ اس خدمت میں ان کے خالہ زاد بھائی مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری شریک ہوتے یہ دونوں ایک گھر کے دو فرد ہونے کے ساتھ رفیق درس بھی تھے اور شریک استرشاد و ارادت بھی اور دونوں ہی حضرت شیخ کے بڑے ہی منظور نظر، مرکز توجہ اور محبوب نواسے تھے۔

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دام ظلہ تحریر فرماتے ہیں:

''تکمیل علوم کے بعد آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور ان کی زیر ہدایت رہ کر ذکر و شغل میں مصروف رہے''۔(۱)

قرآن مجید کی محرابیں

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ نے قرآن مجید حفظ اس وقت کرلیا تھا جب ان کی عمر دس سال تھی، اور جب ان کی عمر پندرہ سال تھی اور وہ رمضان حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کا آخری رمضان تھا جس کے بعد وہ پھر دنیا میں نہ رہے اپنے اس آخری رمضان میں وہ بنگلہ والی مسجد نظام الدین میں معتکف بھی رہے تھے، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے بھی ساتھ اعتکاف کیا، اور خاندانی معمول کے مطابق مولانا نے قرآن مجید پہلے مستورات کو اور الگ بعض مقامات پر یا کسی چھوٹی مسجد میں سنایا ہوگا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے یہاں ایک عشرہ میں قرآن مجید پورا کرنے کا معمول تھا اور تین حفاظ کے ذمہ یہ خدمت ہوتی، آخر میں مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ، مولانا سید سلمان صاحب سہارنپوری دام مجدہ (داماد حضرت شیخ) اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا سید محمد خالد سہارنپوری دام ظلہ کے ذمہ ہوتی اور یہ حضرات ایک ایک عشرہ میں قرآن مجید ختم کرتے۔ آپ بیتی حضرت شیخ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شیخ کے یہاں مسجد دار جدید میں آپ کے نواسہ مولانا محمد زبیر الحسن نے ۱۳۹۰ھ میں پورا قرآن مجید سنایا، اور غالباً ان کے یہاں یہ پہلی بار سنانے کا ذکر ہے۔ حضرت شیخ نے آپ بیتی نمبر ۷ میں ایک جگہ دار جدید میں اپنے مختلف ائمہ تراویح کا ذکر کرتے ہوئے چند کا تذکرہ کیا ہے ان میں مولانا محمد زبیر الحسن کا بھی نام ہے، وہ لکھتے ہیں: ''جب سے اس ناکارہ کا رمضان دار جدید میں منتقل ہوا ہے اسے

---

(۱) سوانح حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی، جلد اول، ص: ۲۳۸

تراویح میں ۳ پارے روز سننے کا معمول ہے تاکہ ہر عشرہ میں ایک قرآن ہوسکے اور جو لوگ ایک عشرے کے لئے آتے ہیں، ان کا قرآن ناقص نہ رہے، میرا تراویح کا مستقل امام عزیز سلمان سلّمہٗ (۱) جو ماشاء اللہ بہت اچھا پڑھتا ہے اور یاد بھی خوب ہے اور نمازی اس سے خوش بھی بہت ہیں لیکن ایک قرآن بعض وجوہ سے کوئی دوسرا بھی پڑھ دیتا ہے ۱۳۹۱ھ میں حضرت ناظم صاحب کے حکم سے پہلا قرآن قاری احمد گورا مدرس تجوید مدرسہ نے پڑھا اور ۱۳۹۰ھ میں عزیز زبیر سلّمہٗ نے ایک قرآن پڑھا ۱۳۸۸ھ میں حافظ فرقان پارچہ فروش نے ایک قرآن درمیانی عشرہ میں پڑھا، مفتی یحییٰ نے بھی دو رمضانوں میں ایک ایک قرآن سنایا اور ۱۳۹۴ھ میں ایک قرآن عزیز سلمان کے چھوٹے بھائی عزیز خالد نے سنایا"۔(۲)

رمضان ۱۳۹۵ھ کے نظام الاوقات میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی تحریر فرماتے ہیں: "عزیزم زبیر کو ختم قرآن کے بعد شدت سے بخار ہوگیا"۔(۳)

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین میں بھی قرآن سناتے تھے اور وہاں کے مصالح کے پیش نظر اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی مسلسل رفاقت کی وجہ سے وہاں کے تقاضے غالب رہتے اس لیے آپ بیتی حضرت شیخ سے پتہ چلتا ہے کہ دار جدید مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت شیخ کے یہاں قرآن مجید سنانے کا آپ کا مستقل معمول نہیں تھا، رمضان ۱۳۹۷ھ کے معمولات میں حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے:

"دار جدید میں حسب دستور تین قرآن ہوئے، پہلا اور تیسرا سلمان کا، دوسرا خالد کا"۔

نظام الدین مرکز دہلی میں ۲۷ کو ختم کا معمول تھا اس لیے وہاں تین کا ذکر

---

(۱) مولانا سید محمد سلمان مظاہری حال ناظم جامعہ مظاہر علوم و داماد حضرت شیخ الحدیث

(۲) آپ بیتی نمبر ۷، ص: ۶۹ (۳) بحوالہ سابق، ص: ۱۱۷

نہیں کیا ہے، لکھا ہے: ''نظام الدین میں مسجد میں مولوی یعقوب نے اور مولانا انعام صاحب نے گھر میں پڑھا''۔

حضرت شیخ نے اور بھی مقامات اور وہاں کے ائمہ تراویح جیسے۔ دیوبند اور سہارن پور کی بعض مساجد کا ذکر کیا ہے لیکن مولانا زبیر الحسن صاحب کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ان کا ذکر آنکھ کے آپریشن کے تعلق سے ہے جو وسط شعبان میں ہوا تھا، حضرت شیخ لکھتے ہیں: ۱۰/شعبان ۲۸/جولائی کو مسلسلات اور بخاری کا ختم کرایا، ۱۲/شعبان، ۳۰/جولائی کو عزیز زبیر دوسری آنکھ کے آپریشن کے لئے ہسپتال میں داخل ہوا، بارہ کی صبح کو آپریشن ہوا''۔(۱)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی وجہ تھی کہ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب ۱۳۹۷ھ کے رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے سے معذور رہے، اور جب کہ ایک آنکھ کا آپریشن ایک ماہ قبل ہی کرایا تھا جس کا ذکر حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے اپنے ایک مکتوب میں کیا ہے جو ۲۰/رجب ۱۳۹۷ھ، ۷/جولائی ۱۹۷۷ء کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو نیویارک امریکہ ارسال کیا تھا جہاں وہ اپنی آنکھ کے آپریشن کے سلسلہ میں حضرت شیخ کے مشورے سے تشریف لے گئے تھے، اس میں دونوں کا ذکر ہے وہ لکھتے ہیں:

''سبھی دوست واحباب دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آپریشن کو بہت کامیاب فرمائے اور آپ کو پوری عافیت کے ساتھ واپس لائے۔ عزیز مولوی محمد زبیر الحسن سلّمہٗ الحمد للہ بخیر ہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس کی ایک آنکھ کا مرحلہ تقریباً پورا فرمادیا ہے، اور نتیجہ بہتر سے بہتر برآمد ہوا ہے، ان شاء اللہ پڑھنے لکھنے میں اب سہولت ہوگی''۔(۲)

---

(۱) آپ بیتی نمبر۷، ص:۲۲۵

(۲) احوال وآثار حضرت جی نمبر، مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی، ص:۴۰۰

جب کہ اس سے قبل ۱۳۹۶ھ کے رمضان میں مولانا محمد زبیر الحسن کی صحت اچھی تھی، انہوں نے ایک عشرہ میں حضرت شیخ اور ان کے ساتھ سینکڑوں معتکفین اور ہزاروں کے مجمع کو عشرۂ اخیر میں قرآن مجید مکمل سنایا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نور اللہ مرقدہ سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ص:۱۵۰ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۱۳۹۶ھ میں پھر ہندوستان کا سفر پیش آیا، جو ۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۹۶ھ (۱۲ جون ۱۹۷۶ء) کو شروع ہو کر ۲۲/ ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ، ۱۵/ نومبر ۱۹۷۶ء کو اختتام پذیر ہوا اس سفر میں بھی رمضان المبارک دارالطلبہ جدید میں گزرا، عشرۂ اولیٰ میں مولوی سلمان صاحب نے، ثانیہ میں مولوی خالد نے اور ثالثہ میں مولوی زبیر صاحبزادۂ مولانا انعام الحسن صاحب نے قرآن شریف ختم کیا، بیرون ممالک سے ممتاز اہل تعلق آئے تھے، راقم سطور اور اس کے رفقاء بھی تین شب کے لیے حاضر ہوئے"۔

البتہ ۱۳۹۹ھ کے رمضان میں حضرت شیخ کے یہاں بقول حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی "سالہائے ماسبق کے برخلاف اس مرتبہ صرف مولوی سلمان صاحب نے تراویح میں قرآن شریف سنایا"۔(۱)

۱۴۰۰ھ (جولائی ۱۹۸۰ء) کا رمضان فیصل آباد (سابق لائل پور) پاکستان میں حضرت شیخ نے وہاں کے احباب و متعلقین کے اصرار پر گزارا۔ اور ۱۴۰۱ھ (جولائی ۱۹۸۰ء) کا رمضان جنوبی افریقہ میں اسٹینگر میں پورے ماہ کے اعتکاف کے ساتھ گزارا، اور تراویح مولانا سلمان صاحب نے پڑھائی۔ یہ آخری رمضان تھا اس لیے کہ اگلا رمضان آنے سے پہلے یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ کو مدینہ منورہ میں حضرت شیخ

---

(۱) بحوالہ سابق

الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے رحلت فرمائی اور جنت البقیع میں آسودۂ خاک شفا ہوئے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کے لیے یہ ایسا جانکاہ صدمہ تھا جسے وہ کبھی بھلا نہیں سکتے تھے، کیوں کہ روز اول سے جب وہ پیدا ہوئے ہمیشہ اپنے ان شفیق نانا جو سرپرست بھی تھے، مرشد و مربی بھی اور جن کی شفقت و محبت سے قریب تو قریب دور دور کے لوگ محظوظ ہور ہے تھے، آپ کیسے محروم رہ سکتے تھے، وہ انہی کے گھر میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور نواسہ سے بڑھ کر فرزند محبوب کی طرح رہے، مجاز و خلیفہ بھی ہوئے اور زندگی بھر اس کا خیال رکھا کہ ان کے حکم پر ہی نہیں بلکہ منشا پر چلیں، اور ان کے سوز عشق اور درد و فکر کو پوری طرح اپنے اندر جذب کریں، ان کی اس صفت کو حضرت شیخ نے اچھی طرح جانچ پرکھ لیا تھا اور اسی پر اجازت بیعت وخلافت سے بھی سرفراز کیا۔

خلافت واجازت بیعت

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دام ظلہ رقم طراز ہیں:

''تین ربیع الاول ۱۳۹۸ھ (۱۰ فروری ۱۹۷۸ء) یوم جمعہ میں حضرت شیخ نے آپ کو اجازت بیعت وخلافت سے نوازا، اجازت بیعت کے موقع پر جو خلافت نامہ حضرت شیخ نے آپ کو مرحمت فرمایا وہ زریں ہدایات اور بیش قیمت نصائح پر مشتمل ہے، یہاں اس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

''عزیزم الحاج مولوی زبیر سلمہٗ

بعد سلام مسنون، میں مولانا انعام صاحب کے جانے کے وقت نہ معلوم کس غلط فہمی میں یوں سمجھا کہ تمہارا ایک ماہ کا ویزا ہے اور ایک ماہ بعد ایک ماہ کا اور، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ خروج تھا اور اس میں دو دفعہ کے بعد اضافہ بھی نہیں ہوسکتا،

اور کل یہ خبر سن کر تمہارے جانے میں تو ایک دو ہی دن رہ گئے ہیں بہت قلق ہوا، اس وقت بضرورت تبلیغ توکلاً علی اللہ تعالیٰ تمہیں بیعت کی اجازت دیتا ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے میرے حسن ظن اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کو پورا فرمائے۔ البتہ چند امور پر ضروری تنبیہ کرتا ہوں:

۱۔ مولانا انعام الحسن کی حیات تک میوات اور نظام الدین میں کسی کو بیعت نہ کرنا۔ البتہ اگر مولانا انعام الحسن صاحب کے بغیر تمہارا میوات کے علاوہ کہیں کا سفر ہو اور کوئی درخواست کرے تو ضرور کر لینا۔

۲۔ معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے، جتنی پابندی کرو گے اتنی ہی ان شاء اللہ تعالیٰ ترقیات ہوں گی، میں نے اپنے بڑوں میں حضرت گنگوہی اور حضرت مدنی اور چچا جان کو اخیر تک ذکر بالجہر اہتمام سے کرتے پایا، مرض الوفات میں تینوں نے چھوڑا، ہر دو اعلیٰ حضرت رائے پوریان (۱) طویل بیمار رہے اس لیے ان کا دور ذکر بالجہر کا تو میں نے نہیں دیکھا، البتہ حضرت گنگوہی کا صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے کنواڑ بند کرنا اور ظہر کے بعد ایک گھنٹہ اور حضرت رائے پوری ثانی کا ظہر سے عصر تک نہایت اہتمام سے کواڑ بند رکھنا تو اخیر تک دیکھا کہ ان اوقات میں کوئی خاص سے خاص بھی اندر نہیں جا سکتا تھا، اگر بیماری یا ضعف کی وجہ سے جہر نہ ہو سکے تو بالسرّ معمول کو پورا کرنا بہت ضروری ہے۔

۳۔ ارشاد الملوک اکمال الشیم اور صوفی اقبال کا اکابر کا سلوک تمہیں تو پڑھنا مشکل ہے۔ کوئی ایسا شخص جو سلوک سے کچھ دلچسپی رکھتا ہو اس سے کوئی وقت مقرر کر کے دس پندرہ منٹ ضرور سن لیا کرو، اور اگر مولانا عبید اللہ صاحب وقت دے

---

(۱) یعنی حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری قدس سرہ (م ۱۹۱۹ء) اور ان کے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ (م ۱۹۶۲ء) محمود

سکیں تو پھر کیا ہی پوچھنا کہ ان کے سنانے میں ان کے انوار بھی شامل ہوں گے۔(۱)

۴۔ ام الامراض تکبر سے بہت ہی بچنا، سلوک میں یہ سمِّ قاتل ہے، میرے والد صاحب کی پٹائی کے قصے تو ضرب المثل ہیں، اور یہ میں نے ان کی زبان سے ان سے مخفی خود میں نے بھی سنا کہ میں بعضی دفعہ اس مصلحت سے مارتا ہوں کہ صاحب زادگی کا سوراخیر تک نہیں نکلتا، تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اول تو تم صاحب زادے ہو اور اس کے ساتھ مشیخت بھی مل گئی، اپنے کو بہت ہی ذلیل دل سے سمجھنا، ہم لوگ زبان سے تو اپنے کو حقیر فقیر بہت لکھتے ہیں مگر دل سے ایسا نہیں سمجھتے اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔

۵۔ مجھے چچا جان نور اللہ مرقدہ نے وصال سے تین دن پہلے ایک بہت اہم نصیحت کی تھی کہ اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام کی جیو، میں اپنے دوستوں کو اس کی بہت تاکید کرتا ہوں۔

میرا لکھنے کو تو بہت جی چاہ رہا ہے، مگر تمہیں میری حالت معلوم ہے نہ دماغ نہ حافظہ، اتنے ہی پر قناعت کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری سعادت سے امید ہے کہ میرے تھوڑے لکھنے کو بہت اہتمام سے یاد رکھو گے، عمل بھی کرو گے۔ اللّٰہ وفقنی وایاك لمایحب ویرضی۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث

بقلم حبیب اللہ

۳ ربیع الاول ۹۸ھ۔ مدینہ منورہ

---

(۱) حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مرکز نظام الدین دہلی کے اکابر میں تھے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے دست راس وقوت بازو رہے، اور دعوت کے کام کے لئے ملکوں ملکوں پھرے اور بڑی قربانیاں دیں اور اس کے لئے رہنما افراد تیار کئے، مولانا عبدالرشید، مولانا عبدالرحیم، مولانا عبدالعلیم، اور مولانا عبدالعظیم ان کے صاحب رشد وصلاح وصاحب علم وفضل صاحبزادگان اور تین صاحبزادیاں ہیں مولانا مرحوم کی وفات دہلی میں ہی ۸ رجب المرجب (۱۴۰۹ھ) ۱۵ فروری ۱۹۸۹ء کو ستر سال کی عمر میں ہوئی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً (م)

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ نے یہ اجازت وخلافت مسجد نبوی شریف میں دینے کا اہتمام فرمایا تھا، اور تحریری طور پر اس کو پختہ فرمایا مزید اس کی اطلاع ایک دوسرے مکتوب میں آپ کے والد ماجد امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کو بھی دی، جیسا کہ مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے قیام مدینہ منورہ میں دو تین دن باقی رہ گئے کہ حضرت شیخ پر انھیں اجازت دینے کا تقاضا ہوا لیکن اس کے بعد تین ہفتہ مزید قیام کی سہولت پیدا ہوگئی حالانکہ حضرت شیخ مزید ان کے قیام کے خواہاں تھے جس کا اظہار حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے نام مکتوب میں ظاہر ہو رہا ہے، مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے مکمل مکتوب تو درج نہیں کیا ہے لیکن جو حصہ نقل کیا ہے وہ اس سے متعلق ہے وہ ملاحظہ ہو:

”میں نے بمصلحت تبلیغ جیسا ہارون کو اجازت دی تھی تو کلا علی اللہ اس کو بھی اجازت دی ہے، بہت ہی دعا کریں، اللہ تعالیٰ استقامت اور ترقیات سے نوازے، آپ بھی توجہ اور دعاء سے مدد فرمائیں، کچھ وقت میرے پاس زیادہ گزر جاتا تو اچھا تھا مگر آپ کے پاس رہنا ان شاء اللہ تعالیٰ میرے پاس رہنے کا نعم البدل ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بہت ہی ترقیات سے نوازے“۔(۱)

مولانا محمد زبیر الحسن رحمہ اللہ کی ہندوستان واپسی ۲۱ر ربیع الاول ۱۳۹۸ھ (۲۸ر فروری ۱۹۷۸ء منگل) کو ہوئی۔

مولانا نے تاعمر ان ہدایات کا پاس رکھا، اور حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی وفات ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کے بعد بھی باوجود اجازت واہلیت واستحقاق کے محتاط رہے اور بہت اصرار پر کسی کسی کو داخل سلسلہ کیا، اور ذکر کا نہایت اہتمام رکھا، جس اہتمام کا حضرت شیخ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا تذکرہ فرمایا ہے چنانچہ جب وہ اس کے لیے کنواڑ بند کر لیتے تھے تو پھر جب تک وہ معمولات ذکر پورے نہ فرما لیتے کسی کے داخلہ کی گنجائش نہ ہوتی، الا یہ کہ کوئی مانوس شخص خاموشی سے آکر بیٹھ جائے اور شریک عمل ہو،

---

(۱) مکتوب محررہ ۲۴ر فروری ۱۹۷۸ء مدینہ منورہ

اسی طرح مطالعۂ کتب سلوک وسیرت کا آخر تک اہتمام رہا اور یہ حال رہا کہ اپنے کو کچھ نہ سمجھنا اور دوسرے کا احترام واعزاز اسی طرح نظام الدین مرکز کے نظام کا ہمیشہ پورا خیال رکھا۔

والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی توجہ وسرپرستی

جامعہ مظاہر علوم سہارن پور سے فراغت کے بعد سے ہی آپ والد ماجد حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی پوری سرپرستی میں آگئے تھے، اور ادھر سے حضرت شیخ کو پورا اطمینان تھا، اور حضرت شیخ نے اجازت بیعت وخلافت دینے کے بعد بھی اس اعتماد کا اظہار کیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو لکھا ہے کہ:

''کچھ وقت میرے پاس زیادہ گزر جاتا تو اچھا تھا مگر آپ کے پاس رہنا ان شاء اللہ میرے پاس رہنے کا نعم البدل ہے''۔

اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی وفات (یکم شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مدینہ منورہ) کے بعد تو حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے ان پر شفقت اور بڑھادی تھی اور حضرت شیخ کی خلافت کے بعد سے ہی ذکر وشغل اور احسان وسلوک سے وابستہ افراد کو آپ کی طرف رجوع کو فرمادیا کرتے تھے، مزید پھر اپنی طرف سے بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ کے سلسلہ وطریقہ میں اجازت بیعت وخلافت عطا فرمائی، لیکن اس اجازت وخلافت کے بعد ان کی طرف سے کبھی بے توجہی نہیں فرمائی، بعض وقت اگر کوئی بات نامناسب محسوس کی تو اس کی طرف اشارہ کردیا، اور اپنا منشا واضح کردیا اور کبھی یہ طریقہ اختیار کیا کہ بالکل سکوت اختیار کیا اور ایسا سکوت کہ نہ کوئی سوال اور نہ جواب لیکن یہ طریقۂ اصلاح تین دن سے زیادہ کا نہ رکھتے۔ مولانا سخت فکرمند ہوجاتے اور محسوس کرلیتے کہ کون سا کام نامناسب ہوا ہے۔(۱)

---

(۱) یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے واحد خلیفہ تھے جیسا کہ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دام ظلہ اور ان کے خاص متعلق وممتاز داعی مولانا عبدالرحمٰن رویانا دام ظلہ نے ایک گفتگو میں راقم سے واضح کیا۔

باوجود بڑی چاہت اور محبت کے کہ آپ ان کے لیے قرۃ العین، نور چشم، لخت جگر اولاد اور امید اور گھر کا سہارا سبھی کچھ تھے لیکن یہ سب اس لیے تھا کہ انھیں آپ کے دینی مقام کی بلندی اور تقرب الی اللہ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج طے کرانے کی فکر تھی، حضرت کی شفقت آپ کے صاحبزادگان پر بھی بہت تھی جن کی تربیت آپ کے حصہ میں آئی اور یہ فیض ان تک متعدی ہوتا نظر آرہا ہے، والحمد للہ علی ذٰلک۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی سرپرستی اور اجازت وخلافت

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے بعد اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی مکمل سرپرستی، توجہ، عنایت، شفقت کاملہ اور گھر اور گھر کے باہر کی صحبت ورفاقت اور دعوتی مشن میں اشتراک عمل دعاء، بیان، مصافحہ وغیرہ میں نیابت کے مواقع اور محبت کے ساتھ اعتماد اور اعتماد کے ساتھ محبت کا جو حظ وافر ملا وہ اتنا دوسرے کسی کے حصہ میں نہیں آیا، اسی لیے ان کی وفات کے سانحۂ عظیم کا آپ پر بڑا اثر پڑا، جس نے آپ کے ذہن ودماغ کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور آپ کے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا، البتہ آپ اپنے والد کے خاص اہل تعلق اکابر ومشائخ میں جن کی طرف طبیعت کو کھنچتا ہوا محسوس کرتے تھے وہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ذات بابرکات تھی جنہوں نے اس تبلیغی کام میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی سرپرستی میں خاصا وقت لگایا اور ان کی بڑی توجہ حاصل کی تھی اور اس نسبت اور اشتراک عمل سے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمہما اللہ سے بڑا تعلق اور انس ولگاؤ اور مناسبت ومحبت پیدا ہوگئی تھی اور دعوتی فکر اور علمی مزاج کی وحدت نے اس تعلق کو اور بڑھا دیا تھا۔ مزید حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو جوان پر اعتماد اور تعلق خاطر تھا اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کے خلفاء میں انھیں جو مرجعیت

اور مقام بلند حاصل تھا اور خود انہوں نے ان کی شفقت ومحبت اپنے بچپن سے سہارنپور اور نظام الدین میں اور دوسرے موقعوں پر پائی تھی، جیسے ایک مخلص دوست اور اشتراک عمل رکھنے والے شخص کو اپنے رفیق اور دوست کی اولاد سے مثل اولاد کے ظاہر ہوتی ہے مزید برآں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی قدس سرہ نے ایک موقع پر یہ صراحت بھی فرمائی جیسا کہ ان کے داماد اور سوانح نگار مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی روایت ہے(۱) جو مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی نے نقل کی ہے کہ فرمایا: کہ میں تو مفتی محمود صاحب (گنگوہی)، مولانا ابرار الحق (حقی ہردوئی)، مولانا صدیق (ہتھورا باندہ) اور علی میاں (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی) چاروں (حضرات) کے لئے نام لے کر دعا کرتا ہوں کہ اب تو یہی بڑے رہ گئے ہیں"۔(۲)

چنانچہ مولانا محمد زبیر الحسن نے اپنا حال عرض کرنے کے لیے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا انتخاب کیا اور اس کے لیے ملاقات، مراسلت اور پیغام رسانی کے ذریعہ تعلق قائم کیا اور مجاز بھی ہوئے۔ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری تحریر فرماتے ہیں: "مولانا زبیر الحسن صاحب موصوف کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سلسلہ میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے بھی اجازت بیعت وخلافت حاصل ہے اور سلسلہ رحیمیہ قادریہ میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی جانب سے بھی آپ مجاز ہیں"۔(۳)

مولانا محمد زبیر الحسن کا عریضہ، درخواست دعا وتوجہ

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے انتقال کے بعد حضرت مولانا علی

---

(۱) مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی کتاب سوانح حضرت مولانا انعام الحسن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ملفوظ ایک سفر حج کا ہے (۲) سہ ماہی "احوال وآثار" کاندھلہ حضرت جی مولانا انعام الحسن نمبر، ص: ۴۲۸ (۳) علماء مظاہر علوم، جلد سوم، ص: ۱۴۲

میاں نے خط اور پیغام کے ذریعہ فی الفور اپنے گہرے تاثر اور تعلق کا اظہار فرما دیا تھا اور وہ پیغام اخبارات میں بھی بڑے پیانہ پر شائع ہوا تھا اور پھر مضمون کے ذریعہ اس کی تجدید کی، اور بہت جلد مرکز نظام الدین جا کر دست شفقت رکھا، جیسا ایک باپ اپنی اولاد پر رکھتا ہے، حضرت مولانا علی میاں ندوی کی اس شفقت وتوجہ اور اظہار محبت وتعلق سے آپ کو ان سے بڑا قرب محسوس ہوا اور آپ کو حضرت والد ماجد جیسے سر پرست کی تلاش تھی اس کا اللہ نے انتظام کر دیا، چند مہینہ کے بعد جب آپ اس صدمہ جانکاہ سے کچھ سنبھلے تو درخواست توجہ ودعا کے لیے ایک عریضہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں بھیجا جو میرے پاس محفوظ ہے، وہ پیش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنگلہ والی مسجد

۴؍شوال ۱۴۱۶ھ/۲۲؍فروری ۱۹۹۶ء

المخدوم المکرم حضرت مولانا زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج عالی بعافیت ہوں، بہت جی چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ ارسال کروں، لیکن اپنی کاہلی، سستی وغفلت کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہا، ماہ مبارک کے ختم پر ہر دو حوادث کی اطلاع ملی جس سے بہت ہی رنج وقلق ہے، (۱)

(۱) حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی حقیقی بھتیجی اہلیہ محترمہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ محترمہ یعنی والدہ ماجدہ حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی، حضرت سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی کا سانحۂ وفات جو پانچ دن کے فرق سے ماہ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ کی ۱۸ اور ۲۳ تاریخ کو پیش آیا تھا۔ (محمود)

ایصال ثواب تو کر دیا گیا تھا اور بھی ان شاء اللہ کرتا رہوں گا، گھر میں بھی ختم قرآن کے لئے کہہ دیا گیا ہے، جناب کی طرف سے بہت ہی خیال لگا رہتا ہے اور فکر بھی سوار رہتا ہے، اللہ جل شانہ جناب والا کو صحت وعافیت کے ساتھ تادیر قائم وسلامت رکھے، بندہ بھی ہر آن دعا کا محتاج ہے، اس سال اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ماہ مبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی سعادت سے بھی نوازا، دعا فرمائیں اللہ قبول فرمائے اور محرومی سے حفاظت فرمائے۔

۲۹ر فروری کو بنگلہ دیش کا سفر ہے، ایک ہفتہ قیام کے بعد واپسی میں کلکتہ کے قریب آکڑہ میں اجتماع ہے، تقریباً ۱۴ر یوم کا سفر ہے، بہت دعاؤں کا محتاج ہوں۔

حضرت والد صاحب [illegible] تعالیٰ کے بعد ہر وقت فکر اور غم سوار رہتا ہے، پھر ۱۹ر مارچ سے کولمبو، سنگاپور، انڈونیشیا، آسٹریلیا، تھائی لینڈ ان ممالک کا تقریباً ایک ماہ کا دورہ ہے۔ بہت ہی لجاجت سے ہر آن آپ کی دعاؤں اور توجہات کا محتاج ہوں، امید ہے خوب دعاؤں میں یاد فرماویں گے۔

حضرت مولانا معین اللہ صاحب اگر تشریف فرما ہوں تو بندہ کا بہت بہت سلام عرض کرنے کے بعد مزاج پرسی فرمادیں اور دعا کی درخواست بھی فرمادیں۔ مولانا رابع صاحب سے بھی بعد سلام مسنون بندہ کی طرف سے سلام وتعزیت فرمادیں۔

۲۲ر رمضان سے ہمشیرہ بھی سہارنپور سے آئی ہوئی

ہیں، حضرت والد صاحبؒ کے حادثہ کا اثر اس پر بہت ہے، وہ بھی سلام مسنون اور دعا کی درخواست کرتی ہیں، نیز اہلیہ و بچے اور خالہ صاحبہ بھی خدمت والا میں سلام عرض کرتے ہیں، اور وہ بھی دعا کے محتاج ہیں۔

والسلام
محمد زبیر الحسن

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی سے اصلاحی تعلق رکھنے والوں اور جوان سے بیعت تھے وہ حضرت مولانا علی میاں ندوی نور اللہ مرقدہ سے اگر تعلق کی تجدید کے خواہش مند ہوتے تو حضرت مولانا ان حضرات کو مولانا زبیر الحسن صاحب سے رجوع کرنے اور ان کی صحبت سے مستفید ہونے کو فرماتے، یہاں تک انہی میں ایک صاحب نے جن کا نام محمد صدیق تھا اور تامل ناڈو کے رہنے والے تھے، اپنے ۵ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ/۲ مئی ۱۹۹۸ء کے مکتوب میں تحریر کیا کہ:

مکرم معظم محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب
ادام اللہ مجدکم ومتعنا والمسلمین بفیوضکم وبرکاتکم وبطول بقاءکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امید ہے کہ حضرت بخیر وعافیت ہوں گے۔
حضرت! بندہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب قدس سرہ نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ سے بیعت ہے اور فی الوقت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب مدظلہم العالی کی۔

تربیت میں ہے۔

حضرت! چند دنوں سے دل میں ایک عجیب بات آرہی ہے کہ حضرت والا سے تبرکاً کچھ استفادہ کروں، بندہ نے پہلے تو اس خیال کو رد کرنے کی کوشش کی، پھر اللّٰھم خر لی واختر لی پڑھا، مگر مذکورہ خیال نے ایسا غلبہ کیا ہے کہ قلم اٹھانا ہی پڑا، اب حضرت والا ہی فیصلہ فرمادیں، اس خط کا لکھنا اگر حضرت والا کے نزدیک توحید مطلب کے خلاف ہے،(۱) تو ضرور بالضرور بندہ کو معافی کی دولت سے سرفراز فرمائیں۔

فقط والسلام

محمد صدیق

اس خط کا جو جواب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے عنایت فرمایا، اسے راقم نے نقل کر کے محفوظ کرلیا تھا اس کی عبارت ملاحظہ ہو:

”آپ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے روحانی تعلق قائم ہونے پر اللہ کا شکر ادا کریں اور ان کے خلف الرشید اطال اللہ بقاءہ سے تعلق رکھیں۔

والسلام

ابوالحسن علی ندوی

۱۴رمئی ۱۹۹۸ء

واضح طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس میں حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب پر نہ صرف اعتماد کا اظہار کیا ہے بلکہ مشورہ دینے میں ادائیگی امانت کا پورا خیال رکھا ہے، اوران

(۱) توحید مطلب یعنی ”یک در گیر محکم گیر“ کہ جس شیخ سے تعلق قائم کیا جائے پھر دوسری طرف نہ دیکھا جائے (م)

کی نظر میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کا جو مقام و مرتبہ تھا اس کا بھی پورا اظہار ہے۔ اس صاف گوئی اور صراحت سے حضرت مولانا نے طالب صادق کو ہر قسم کے تردد وتذبذب سے بچالیا اس کے بعد کا واقعہ ہے ماہ رمضان المبارک کی ۲۱ر تاریخ کے روزنامچہ میں جو حضرت مولانا کے متعلق لکھنے کا میرا معمول تھا یہ واقعہ بھی درج ہے کہ

''گجرات کی ایک جماعت ملاقات کے لیے آئی، بعد میں بیعت کی خواہش ان لوگوں نے ظاہر کی، حضرت (مولانا علی میاں ندوی قدس سرہ) نے فرمایا ہمارا مشورہ آپ لوگوں کو یہ ہے کہ نظام الدین ہی میں مولوی سعد صاحب سے یا مولوی زبیر صاحب سے بیعت ہولیں یا پھر مولانا طلحہ صاحب سے جو حضرت شیخ کے صاحبزادے ہیں''۔

اور صرف یہی نہیں بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اپنی علالت کے زمانہ میں جب حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے لیے اپنی طرف سے اجازت بیعت کے کلمات ارشاد فرمائے تو ان کے بلندی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاف طور پر فرمایا کہ وہ اس سے بلند ہیں، چونکہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا سانحۂ ارتحال ایک دم پیش آگیا تھا اس لیے حضرت مولانا کے جانشین اور ان کے سب سے محبوب و معتمد عزیز اور خواہرزادہ حقیقی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے جن سے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بہت سے امور میں مشورے لیتے تھے اور فیصلہ

واقدام کرنے سے پہلے ان کی رائے بھی حاصل کر لیتے تھے اور فرماتے رابع صائب الرائے ہیں۔ اور حضرت مولانا کے لوگوں میں ان کے سب سے زیادہ مزاج شناس اور ان کے طریقۂ کار اور سلوک و برتاؤ میں ان کے سب سے اقرب سمجھے اور خیال کیے جاتے ہیں، انہوں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے اس فیصلہ سے حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کو واقف کرایا، اور خط میں لکھا کہ:

باسمہ تعالیٰ

از: محمد رابع حسنی ندوی

مکان حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادۂ محترم گرامی قدر جناب مولانا محمد زبیر صاحب

کاندھلوی زیدت مکارمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا خال معظم مخدومنا ومعظمنا الجلیل مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی وفات پر جناب کی طرف سے تعزیت پہونچی بلکہ یہ معلوم ہو کر بڑی قدر محسوس ہوئی کہ باوجود اعتکاف کے رائے بریلی آمد کا قصد فرمالیا، لیکن سواری قابو میں نہ آسکی اور ہوائی مستقر سے ہی واپس ہونا پڑا، اس سے جناب کے اس احساس و پاس تعلق کا پتہ چلتا ہے جو حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے آپ حضرات کا دو نسلوں سے قائم ہے۔

وفات سے قبل معلوم ہوا تھا کہ آپ نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس عیادت کے لیے تشریف لانے کا بھی قصد کیا تھا جو بعض موانع کی وجہ سے عمل میں نہ آسکا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں یہ فرمایا تھا کہ آپ کو وہ اجازت بیعت دیں گے، اس امر کے وجود میں آنے سے قبل ان کی وفات ہوگئی، لیکن میں اس کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ملے ہوئے حق کی بنا پر ان کا یہ ارادہ آپ تک پہنچاتا ہوں، کیوں کہ وہ ارادہ کر چکے تھے، اس طرح میں اس کے قبول کرنے کو صحیح سمجھتا ہوں اور آپ کو اس پر تہنیت پیش کرتا ہوں، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو چاروں سلسلوں میں اجازت تھی اور وہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کی اجازت کی بنا پر چاروں سلسلوں میں اجازت دیتے تھے، یہ آپ کے لیے بھی ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس خواہش کا بھی اظہار فرمایا تھا کہ آپ بیعت چاہنے والوں کو اپنی بیعت میں بھی لے لیا کریں۔

خاکسار

محمد رابع حسنی ندوی

۲۷/ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ

بعد میں یہ بات بھی معلوم ہوگئی اور یہ راز راز نہ رہ سکا کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی نے مرکز نظام الدین دہلی کے ان دونوں بزرگوں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی سے خود بھی الگ الگ اس

کا اظہار کر دیا تھا، یہ طریقہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کا تھا اس لئے ان کے بعض مجازین ایسے بھی ہیں جنھیں اس حیثیت سے دوسرا کوئی نہ جان سکا۔

اس مکتوب گرامی سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ کے درمیان جو گہرا روحانی وخاندانی ربط وتعلق تھا، وہ صاف ظاہر ہوتا ہے اور یہی نہیں ہم بعض خاندان کے افراد حضرت مولانا علی میاں ندوی کے پاس حاضر تھے حضرت نے فرمایا دیکھو ہمارے بعد حضرت شیخ کے خاندان اور نظام الدین والوں سے تعلق رکھنا یہ تعلق کمزور نہ ہونے پائے، اوراس بات کوان کے جانشینوں وخواہر زادگان حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، حضرت مولانا سید محمد واضح رشید ندوی اور دیگر احفاد واسباط وافراد خاندان نے الحمد للہ نبھایا، اور دونوں طرف سے یہ دینی وروحانی تعلق اپنا رنگ دکھا رہا ہے، اللّٰھم زد فزد و بارك فيه و تقبله.

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن علیہ الرحمہ کو حضرت مولانا قدس سرہ ان کے ادارے ندوۃ العلماء اور افراد خاندان سے تعلق بھی بڑھتا گیا اور حضرت علیہ الرحمہ کے متعلق انہوں نے بعض ایسے خواب بھی دیکھے جس سے دونوں کے درمیان گہرے روحانی تعلق اور اونچے مقام کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی سے اجازت بیعت وارشاد

برکۃ العصر حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم نہ صرف خاندان کاندھلہ اور مظاہر علوم سہارن پور، مرکز نظام الدین دہلی کے سرپرست ہیں بلکہ ان کا وجود بابرکت پوری ملت اسلامیہ کے لیے سایۂ رحمت ہے، جب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی کا سانحۂ ارتحال پیش آیا تو مرکز نظام الدین دہلی میں حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی کی حیثیت سرپرست ونگراں کی ہوگئی تھی اور ان کے زیر سایہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نظام دعوت

وتبلیغ کے قافلہ سالار ہو کر ملک اور بیرون ملک کے اندر اس پورے نظام میں تمام مراکز دعوت وتبلیغ کی رہنمائی اور سرپرستی فرمانے لگے تھے اور کی ہدایت ودعاؤں سے جماعتیں اور قافلے ملک وبیرون ملک روانہ ہو کر اپنا کام اسی طرح کرنے لگیں جیسا حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے دور میں تھا بلکہ مختلف اسباب کی بنا پر رجوع اور بڑھنے لگا، لیکن زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی نے بھی مرکز نظام الدین میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا اور یہ ایسا دلدوز سانحہ اور سخت صدمہ تھا کہ روز مشورہ کے دوران بالکل اچانک پیش آیا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ نگاہ بلندکی اور فرشتوں کا السلام علیکم، آیئے آیئے کہکر استقبال کیا اور روح پرواز کر گئی، ایک ایک کر کے بڑوں کے رخصت ہونے سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو بڑی فکر ہوئی اور انہوں نے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب سے تعزیت کرتے ہوئے ان کے برادر خورد اور خاندان کی سب سے بزرگ شخصیت حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم سے رہنمائی اور سرپرستی لینے کی طرف واضح اشارہ کیا، اور اس کو ان دونوں حضرات نے نہ صرف قبول کیا بلکہ انھیں اپنا مرشد بھی تسلیم کیا، اور انہوں نے ان دونوں کو حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کے دیئے ہوئے حق کو استعمال کرتے ہوئے اجازت بیعت سے بھی سرفراز کیا۔ (روایت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی) (۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان دونوں حضرات کے نام حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی وفات پر کو جو فی الفور مکتوب روانہ کیا تھا وہ حسب ذیل ہے:

---

(۱) مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ نے اپنے تأثرات میں اس تعلق کو خصوصیت سے واضح کیا ہے جو کتاب کے ابتدائی مضامین میں شامل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزان گرامی قدر مولوی زبیر، مولوی سعد حفظہما اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل لندن پہنچنے پر ٹیلیفون کے ذریعہ اندوہناک خبر ملی اور بجلی بن کر گری، وہ خاندان کے بڑے تھے اوران کی سرپرستی میں اوران کے تجربات کی روشنی میں تبلیغی کام یکجہتی اور تعاون کی فضا میں ترقی کررہا تھا، ان کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، ہماری رائے میں کاندھلہ سے مولوی افتخار صاحب کو دعوت دی جائے اوران کی سرپرستی حاصل کی جائے۔

ہم ۲۷، ۲۸/ اگست تک ان شاء اللہ واپس ہوں گے۔اور حاضر ہوں گے، ہمارے ساتھ مولوی رابع سلّمہٗ اور مولوی واضح سلّمہٗ بھی ہیں، وہ بھی اپنے رنج اور صدمہ کا اظہار کرتے ہیں، ان شاء اللہ ان کے لیے ہم سب ایصال ثواب کریں گے، اوراہل تعلق سے کروائیں گے، یہ چند سطریں عجلت میں تحریر کروارہے ہیں۔

والسلام

دعاگو وشریک غم

ابوالحسن علی ندوی

۱۵/ اگست ۱۹۹۶ء

واپس آکر حضرت مولانا نے ان حضرات سے تعزیت کی اوراس سلسلہ میں جو سرپرستی ہوسکتی تھی وہ فرمائی اور یہ جو تجویز پیش نظر تھی اس کو مؤکد کرایا اور حضرت

مولانا افتخار الحسن صاحب کوان حضرات نے دعوت دی اور وہ کچھ کچھ مدت قیام فرمانے لگے، اور یہ حضرات بھی ان کی خدمت میں جانے کا اہتمام کرنے لگے اور ان کی طرف سے دونوں ہی کو اجازت وخلافت حاصل ہوئی، جس طرح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی دونوں ہی کو اپنا مجاز قرار دیا۔

یہ حضرت مولانا زبیر الحسن کی فنائیت، کسر نفسی، تواضع اور دین میں رہنمائی کی احتیاج اور کسی وقت بھی اور بلند سے بلند مقام ومنصب پر فائز ہونے کے باوجود بھی اپنے کو اصلاح واستفادہ سے مستغنی نہ سمجھنے کا امتیازی وصف وخصوصیت تھی، حالانکہ وہ عنفوان شباب میں جب کہ ان کی عمر ۲۷، ۲۸ سال رہی ہوگی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اس سلسلہ میں اعتماد حاصل کر چکے تھے اور خود ان کے والد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب طالبین سلوک وذکر کوان کی خدمت میں تربیت کے لیے بھیجنے لگے تھے۔ اور وہ بھی مجاز کر چکے تھے۔

یقیں محکم عمل پیہم ، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

باب سوم

دہلی کا قیام مدرسہ کاشف العلوم میں
تدریس حدیث شریف اور مرکز دعوت و تبلیغ
حضرت نظام الدین سے وابستگی

مرکز نظام الدین دہلی کا قیام

کاندھلہ دادیہال تھا اور وہاں آپ کا جدی مکان موجود تھا، اور آپ کے اجداد وہاں کی محترم بلکہ سربرآوردہ شخصیات تھے جن کا تذکرہ ناظرین کی نظر سے باب اول میں گزر چکا ہے، اور سہارنپور میں ننھیال تھا، مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی وابستگی کی وجہ سے نانا ابا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا مستقل قیام سہارنپور تھا اور کچا گھر آپ کا مقام ومکان تھا جہاں مولانا محمد زبیر الحسن پروان چڑھے تھے، اور وہیں رہ کر مظاہر علوم سے تکمیل علوم کیا تھا اور دادا مولانا اکرام الحسن جامعہ مظاہر علوم میں نگراں مالیات کا منصب رکھتے تھے اس لئے وہ بھی مظاہر علوم کی ضرورت اور مفاد میں سہارنپور میں ہی مقیم تھے، لیکن تکمیل علوم کے بعد والد ماجد کی خدمت وصحبت آپ کے لیے تمام تقاضوں پر مقدم تھی جن کی زندگی اپنے امراض واعذار کے باوجود دعوت وتبلیغ کے کام کے لیے ہمہ وقت ہمہ تن وقف تھی اور ساتھ میں کچھ تدریسی مشغولیت بھی مرکز نظام الدین کے مدرسہ کاشف العلوم میں تھی، وہاں خاندان کے افراد میں مولانا محمد ہارون خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی مقیم تھے اور وہ دعوت کے کام میں رفاقت اور تدریسی ذمہ داری کی انجام دہی کے ساتھ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی خدمت ومعاونت میں حصہ لیتے تھے، (۱) اور حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب بھی ایک اچھے رفیق ومعاون تھے، لیکن باپ کو جو تقویت فرزند سے حاصل ہوتی ہے وہ دوسروں سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی چونکہ حضرت مولانا انعام الحسن اپنے خاندان کے حوادث وآلام کے تسلسل سے گزرے تھے اور بھائی بہنوں، بیٹی بیٹوں کے غم فراق کو بھی سہنا پڑا تھا، انہیں جو قلبی وذہنی راحت وسکون اپنے فرزند سعید ورشید

(۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلوی مصنفہ مولانا محمد ثانی حسنی مطبوعہ مکتبہ ابوالحسن علی اردو بازار جامع مسجد دہلی

مولانا محمد زبیر الحسن سے مل سکتا تھا وہ ظاہراً کسی دوسرے ذریعہ وطریقہ سے ناممکن سا تھا، اور آپ کچھ عرصہ پہلے علالت کے سخت مرحلہ سے بھی گزر رہے ہوئے تھے، اور زندگی کے نشیب و فراز اور بچپن، تعلیم اور دعوت و تربیت کی راہ کے ساتھی اور امیر و قائد حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے اچانک حادثہ وفات کے صدمہ سے بھی نکلے تھے، اس لیے درد دل کو سمجھنے کے لیے انھیں اپنے جن عزیز از جان و راحت قلب و نظر فرزند کی ہمہ وقت رفاقت و معیت کی ضرورت تھی وہ یہی مولانا محمد زبیر الحسن تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے مشورہ سے ان کے لیے یہی طے پایا کہ نظام الدین کا قیام اختیار کرنا ہے اور تعلیمی و تدریسی مصروفیت بھی رکھنی ہے، چنانچہ اسی پر عمل ہوا، اور اس کو انہوں نے تا عمر نباہا، اور پوری ثابت قدمی سے اس پر جمے رہے، کاندھلہ آمد و رفت کم ہوتی گئی، اور سہارنپور کے لئے بھی وقت نکالنا وہاں کی مصروفیت و مشغولیت کی وجہ سے مشکل ہوتا گیا، لیکن انہوں نے دہلی کا قیام اختیار کرتے ہوئے آخر تک سہارنپور اور کاندھلہ سے اپنا تعلق قائم رکھا، اور وہاں کے تقاضوں اور تقریبات وغیرہ کے موقع پر آمد و رفت رکھی، اور جب تک حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب حیات رہے اور ان کا قیام سہارنپور ہوتا تو ان کی خدمت و صحبت میں وقت گزارنے کے لیے وقت ضرور نکالتے۔

تدریس اور منصب شیخ الحدیث

مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین جو حضرت مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی (متوفی ۱۳۱۵ھ) کا قائم کردہ تھا اور وہاں ان کے جانشین اور فرزند اکبر مولانا محمد میاں کاندھلوی اور پھر فرزند سوم مولانا محمد الیاس خدمت انجام دے چکے ہیں، فرزند دوم مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی (والد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی) نے مظاہر علوم کی خدمت کو اختیار کیا تھا اور تا عمر وہ مظاہر علوم سے وابستہ رہے، مولانا احتشام الحسن کاندھلوی،

مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد انعام الحسن صاحب، مولانا محمد اظہار الحسن صاحب، مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا محمد یعقوب سہارنپوری، مولانا محمد ابراہیم دیولہ، مولانا الیاس بارہ بنکوی صاحب تعلیق بر حیاۃ الصحابہ، مولانا محمد ہارون صاحب بن مولانا محمد یوسف صاحب اور پھر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے خدمت انجام دی، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کی وفات کے بعد جو کہ مدرسہ کاشف العلوم کے ناظم اور شیخ الحدیث تھے، یہ ذمہ داری دولوگوں میں تقسیم ہوگئی، مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی ناظم مدرسہ قرار پائے، اور مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو منصب شیخ الحدیث عطا ہوا، اور صحیح البخاری کی ایک جلد برابر ان کے پاس رہی۔ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری اپنی کتاب علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد سوم، ص: ۱۴۰ طبع دوم میں ان کے مدرسہ سے وابستگی کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

”تکمیل و تحصیل علوم کے بعد آپ مرکز نظام الدین دہلی واپس پہنچ کر اپنے والد ماجد کی زیر تربیت رہ کر علمی اور دعوتی مشاغل میں مصروف و منہمک ہوئے اور سفر و حضر میں کسی وقت بھی اپنے والد ماجد کی نگاہ تربیت سے اوجھل نہیں ہوئے۔

مرکز تبلیغ کے تحت قائم مدرسہ کاشف العلوم میں کئی سال تک ابتدائی عربی میں، حمد باری، پنج گنج، میزان الصرف، نور الانوار، اور درجۂ وسطیٰ میں کنز الدقائق، الادب المفرد، ریاض الصالحین وغیرہ پڑھانے کے بعد فن حدیث میں:

مشکوٰۃ شریف، مسلم شریف پڑھائیں، اب گزشتہ بیس سال سے بخاری شریف پڑھا رہے ہیں“۔(۱)

مولانا کی وفات سے ۹ سال قبل کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے بیس سال بخاری شریف کا درس دیا، ۹ سال اور جوڑے جائیں تو ۲۸ یا ۲۹ سال کے عرصہ پر صحیح بخاری کا درس محیط نظر آتا ہے۔

---

(۱) طبع دوم سنہ ۲۰۰۵ء/۱۴۲۶ھ

تعلیم وتدریس کا انداز

آپ کے شاگردوں میں مختلف نمایاں شخصیات میدان عمل میں ہیں جن میں حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور خود حضرت مولانا زبیر الحسن مرحوم کے صاحبزادگان کیرالا کے ممتاز عالم وخطیب مولانا محمد انس بانی وناظم جامعہ عین المعارف اور مولانا محمد انصاری ندوی سکریٹری دارالعلوم اوچھرہ کولم اور دوسرے بہت سے حضرات بھی ہیں جو علم ودین کی اچھی خدمت کررہے ہیں جیسے مولانا زبیر ڈیوزبری (انگلینڈ) مولانا ارشد پٹیل (پناما) وغیرہ

مولانا محمد انصاری کیرالا (جنہوں نے ۱۹۹۷ء میں ان سے صحیح بخاری پڑھی تھی اور مولانا کے صاحبزادے مولانا صہیب الحسن ان کے رفیق درس تھے) بیان کرتے ہیں۔

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم اچھی تفہیم کے ساتھ پڑھاتے تھے، ظہر کی نماز کے بعد سے عصر کی اذان تک مسلسل ڈھائی گھنٹہ بیٹھے رہتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی شرح کو مقدم رکھتے تھے اور ان کے اس نسخہ سے پڑھاتے تھے جس پر ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا حاشیہ تھا، اور حدیث کی ایسی تشریح کرتے کہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو، جب خود وہ قرأت کرتے تو بہت تیز کرتے مگر بہت ہی صاف اور ہر قسم کی خطا سے پاک قرأت ہوتی، جزء اول صحیح بخاری مکمل ان کے ذمہ تھی، مکمل پڑھاتے تھے اور سفر سے واپسی پر بھی اس دن کا ناغہ نہیں کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی محبت اور عشق ظاہر ہوتا اور رو پڑتے تھے اور درود شریف کا بہت زیادہ اہتمام تھا، بات مختصر کرتے مگر وہ نچوڑ ہوتا، وہ ہر وقت ذکر میں رہتے تھے، پڑھنے پڑھانے کے علاوہ وہ تلاوت قرآن اور ذکر کے معمولات کا بہت زیادہ

اہتمام کرتے ،حدیث شریف کی تدریس میں جب فکر دین وامت کی حدیث آتی تو گریہ طاری ہوجاتا حدیث شریف "بدا الاسلام غریبا و سیعود غریبا کما بدا فطوبی للغرباء" (دین اسلام ایک پردیسی کی طرح ظاہر ہوا اور دوبارہ پردیسی ہوجائے گا جیسا تھا لہذا خوش خبری ہو پردیسیوں کے لئے) آتی تو ایک گھنٹہ تک اس کا اثر رہتا اسی طرح حدیث محبت اور دوسری احادیث جو اپنی جگہ اپنا مقام رکھتی ہیں وہ ان پر اپنی کیفیات کے ساتھ اثر انداز ہوتیں، صحیح بخاری شریف کی جلد اول ان کے ذمہ رہی اس کے علاوہ اور بھی کتابیں پڑھائی تھیں ،حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے علمی افادات بھی پیش نظر رکھتے ،ترمذی شریف کے لئے ان کو "الکوکب الدری" جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے افادات اور ان کے احفاد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد یحیی کاندھلوی کی تحقیقات وتعلیقات پر مشتمل ہے، جس کا اردو ایڈیشن "الطیب الذکی" کے نام سے آیا آپ کو بہت پسند آیا اور اسے بھی پیش نظر رکھتے اسی طرح "لامع الدراری اور الابواب والتراجم لصحیح البخاری وغیرہ زیر مطالعہ رہتیں، جب مولانا ڈاکٹر تقی الدین ندوی کا بین الاقوامی سطح پر بخاری شریف پر معیاری کام سامنے آیا تو نہایت مسرور ہوئے اور تہنیت نامہ لکھا اور فائدہ اٹھایا اور پہنچایا وہ اس کے علاوہ کثرت مطالعہ کی وجہ سے اپنے درس کو مفید تر بنالیتے تھے، جس کا طلبا اچھا اثر لیتے اور آپ کی محبت وشفقت جو سب طلبا پر عام تھی آپ کا گرویدہ بنادیتی تھی آپ کے مطالعہ کی رفتار بہت تیز تھی اور درس دینے کے لئے مطالعہ کا غیر معمولی اہتمام کرتے تھے حیرت کی بات یہ ہے کہ ان سب کے ساتھ عام لوگوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق سے اس طرح پیش آتے تھے کہ جیسے کوئی اور مشغولیت نہیں ہے"۔

دعوت وتبلیغ کی پہلی تقریر

ایک عالم دین کو ہمیشہ عالمانہ وقار اور داعیانہ کردار کے ساتھ زندگی بسر کرنی چاہیئے اور امت میں دعوت واصلاح کی فکروکوشش کے ساتھ کبھی بھی انسانیت کی ہدایت کی فکرودعا سے غافل نہیں ہونا چاہیئے، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی سرپرستی میں اپنے کو اس کا جامع بنا کر تیار کرلیا تھا اور والد کے منشا اور حکم کی تعمیل میں وہ بسروچشم تیار رہتے تھے، ان کے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ ان کو اس میں اپنے کو کھپانا چاہیئے اور اس کے لیے تقریر وبیان بھی ضروری ہے، چنانچہ جب انہوں نے پہلی تقریر سہارنپور میں دعوت وتبلیغ کے متعلق کی تو حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی موجودگی میں کی لیکن حضرت شیخ اس لیے پہلے مجلس سے اٹھ آئے تھے کہ انھیں جھجک نہ ہو۔ اس واقعہ کو مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے اس طرح بیان کیا ہے:

"دعوت وتبلیغ کے سلسلہ کی سب سے پہلی تقریر آپ نے ۱۹؍رجب ۱۳۹۴ھ (۹؍اگست ۱۹۷۴ء) جمعہ میں دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں کی، اس تقریر میں آپ نے چھ نمبر بیان کیے تھے، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی بھی اس موقع پر مسجد میں موجود تھے، لیکن آغاز تقریر سے قبل حضرت شیخ کے ساتھ مسجد سے کچا گھر تشریف لے آئے تھے، تاکہ موصوف کسی تکلف وجھجک کے بغیر تقریر کرسکیں"۔(۱)

اجتماعات میں بیانات

سہارنپور کے مقامی بیان کے بعد پھر اجتماعات اور بڑے اجتماعات میں موقع ملنے لگا، اور آپ جیسا نظام بنتا اسی کے مطابق اپنے کو ڈھال لیتے تھے۔ محرم الحرام ۱۳۹۵ھ-۲۶، ۲۷، ۲۸ تاریخ مطابق ۸، ۹، ۱۰؍فروری کو بھوپال کے عالمی

(۱) علماء مظاہر علوم، جلد سوم، ص: ۱۴۰، طبع دوم مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور۔

اجتماع میں آپ کا بیان بعد عصر ہوا یہ کسی بڑے اجتماع میں آپ کا پہلا بیان تھا، بھوپال کے اجتماع ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں بھی آپ نے نظام الدین کے قافلہ کے ساتھ شرکت کی مگر بیان کا ذکر نہیں ملتا ہے، البتہ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ/ جنوری ۱۹۷۷ء کے سالانہ اجتماع کے پہلے دن جن حضرات کے بیانات ہوئے ان میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کا نام بھی ہے۔ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ کے بھوپال کے اجتماع میں آپ شرکت نہ فرما سکے اس لیے کہ اپنے نانا اور مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی خدمت وصحبت میں مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور اسی زمانہ میں انہیں حضرت شیخ نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

محرم الحرام ۱۳۹۹ھ کے عالمی بھوپال اجتماع میں آپ نے شرکت فرمائی، ربیع الاول ۱۴۰۵ھ دسمبر ۱۹۸۴ء کے بھوپال اجتماع میں اجتماع کے پہلے دن بعد نماز عصر مولانا زبیر الحسن کا بیان ہوا، اجتماع بھوپال جمادی الاول ۱۴۰۸ھ دسمبر ۱۹۸۷ء میں بھی مولانا زبیر الحسن صاحب نے کسی ایک دن بیان فرمایا وقت اور دن کی تحقیق نہ ہو سکی۔ اجتماع بھوپال جمادی الاول ۱۴۰۹ھ دسمبر ۱۹۸۸ء میں پہلے دن بعد عصر مولانا زبیر الحسن صاحب نے مجلس ذکر میں بیان کیا، اجتماع بھوپال رجب المرجب ۱۴۱۴ھ دسمبر ۱۹۹۳ء میں سہ روزہ اجتماع سے ایک دن قبل جمعہ کو مولانا زبیر الحسن صاحب نے ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے فضائل بیان کیے، اور اس دن تاج المساجد میں نماز جمعہ کی امامت بھی کی، اجتماع کے دوسرے دن اتوار بعد نماز عصر حضرت مولانا انعام الحسن نے نکاح پڑھائے جو ڈیڑھ سو سے زائد تھے ان نکاحوں کے ایجاب وقبول مولانا زبیر الحسن مرحوم، مولانا محمد سعد کاندھلوی اور مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کے درمیان تقسیم کیے گئے اسی طرح بھوپال کے رجب ۱۴۱۵ھ کے اجتماع میں بھی ہوا سو سے زائد نکاح پڑھائے گئے، اور ایجاب وقبول مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا سید محمد شاہد صاحب اور مولانا محمد مستقیم صاحب کے ذمہ کیے گئے۔ حضرت مولانا انعام الحسن کے ساتھ بھوپال کے اجتماع

صاحب کے ذمہ کیے گئے۔ حضرت مولانا انعام الحسن کے ساتھ بھوپال کے اجتماع میں مولانا زبیر الحسن صاحب کی یہ آخری شرکت تھی۔

بعد میں وہ خود اس ذمہ دارانہ مقام پر آئے اور آخری دعا سے قبل مختصر بیان ان کا ہمیشہ کا معمول رہا جس کو اہل بھوپال کبھی بھول نہیں سکتے، چنانچہ غیر مسلم بھی اس موقع پر آتے، اور دعا میں شریک ہو کر تسلی اور سکون محسوس کرتے۔ ایک غیر مسلم کا تاثر مولانا زبیر الحسن صاحب کی وفات پر بھوپال کے اردو اخبار روزنامہ ''ندیم'' نے شائع بھی کیا۔

پاکستان کے اجتماعات

پاکستان میں رائے ونڈ کے اجتماعات نے بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی اور آج بھی عالمی پیمانہ پر رائے ونڈ کے اجتماع کو بڑی اہمیت حاصل ہے جہاں حاضری کا نظام الدین کے حضرات شروع سے اہتمام کرتے آئے ہیں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا سانحۂ ارتحال ۱۹۶۵ء ۱۳۸۴ھ کے اجتماع رائے ونڈ میں ہوا تھا، ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ نومبر ۱۹۷۵ء کے اجتماع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے شرکت کا اہتمام فرمایا تھا اور ۵/نومبر کی صبح سہارنپور سے کاندھلہ پانی پت، تھانیسر، براس، سرہند ہوتے ہوئے رائے ونڈ پہنچے، اس سفر میں بھی مرکز نظام الدین کا پورا قافلہ تھا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب بھی تھے، پاکستان میں حضرت شاہ عبدالعزیز جانشین حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے سرگودھا میں ملاقات کی اور ڈھڈھیاں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے آبائی وطن بھی گئے جہاں وہ مدفون بھی ہیں اور ان کے بھتیجے وخلیفہ مولانا عبدالجلیل مرحوم کا وہیں مستقل قیام تھا، اور پھر کراچی کا سفر ہوا، ہر طرف خواص وعوام ٹوٹے پڑ رہے تھے، ہجوم عاشقاں کا ایسا منظر دیکھنے میں نہیں آیا۔

رائے ونڈ کے اجتماع ذی قعدہ ۱۳۹۶ھ میں حضرت مولانا انعام الحسن،

مولانا زبیر الحسن صاحب وغیرہ بعض موانع کی بناء تشریف نہ لے جاسکے تھے، ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ اکتوبر ۱۹۷۷ء میں تشریف لے گئے، مولانا زبیر الحسن صاحب ان کے ساتھ تھے اور انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ مرحومہ کو اپنے ایک مکتوب میں اس کی تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

''رائے ونڈ کے اجتماع میں اس مرتبہ ہر مرتبہ سے زیادہ مجمع بتایا جاتا ہے، یہاں والوں کا اندازہ ڈیڑھ لاکھ کا ہے اور اخبار، ریڈیو والوں کا اندازہ پانچ چھ لاکھ کا ہے۔ تقریباً ۳۰ جماعتیں تین چلّے کی اور ایک سو پینتیس جماعتیں ایک چلّے کی اور چلہ سے کم اوقات کی بہت سی جماعتیں روانہ ہوئیں، سب کی تعداد تقریباً ۳۵۰ کے لگ بھگ تھی''۔(۱)

اجتماع رائے ونڈ ذی قعدہ ۱۳۹۸ھ میں نماز جمعہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی، مولانا احسان الحق صاحب نے حضرت شیخ کو اپنے مکتوب میں لکھا کہ ''جمعہ مولانا زبیر صاحب نے اپنے خاص انداز میں پڑھایا''۔(۲)

اجتماع رائے ونڈ ذی قعدہ ۱۳۹۹ھ میں بھی نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی اس اجتماع میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے بھی شرکت فرمائی اور پوری سرپرستی کی، مولانا زبیر الحسن صاحب نے اس سفر کی سرگزشت لکھی تھی جو محفوظ ہے۔ تعداد شرکاء اجتماع کی مسلسل بڑھتی رہی۔

اجتماع رائے ونڈ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ ستمبر ۱۹۸۰ء میں بھی نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن صاحب نے کی اور نماز عصر کے بعد ذکر کے فضائل اور ترغیب پر بھی بیان کیا، رائے ونڈ کے اس اجتماع کی تفصیل مولانا محمد زبیر الحسن علیہ الرحمہ نے اپنے رفیق وعزیز مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کو ایک مکتوب میں لکھ کر بھیجی جس پر تاریخ ۸/اکتوبر ۱۹۸۰ء درج ہے۔

---

(۱) سوانح حضرت جی ثالث بارہواں باب، ص: ۳۸۴، مؤلفہ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

(۲) بحوالۂ سابق، ص: ۳۸۹

اجتماع رائے ونڈ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ کی تفصیلات بھی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے اپنے نانا اور مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو لکھ کر بھیجی یہ رائے ونڈ کا اجتماع حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی حیات مبارک کا آخری اجتماع تھا جس میں ان کی دعائیں وتوجہات پوری طرح شامل حال رہیں۔

مولانا محمد زبیر الحسن علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"الحمد للہ اجتماع بہت اچھا ہوا، انتہائی سکون وعافیت کے ساتھ یہ اجتماع ہوا، ہر سال سے بہت زیادہ مجمع اس سال بتلایا جارہا ہے، تینوں دن مجمع کی زیادتی ہی رہی، لوگوں کا اندازہ ۴-۵ لاکھ کا ہے۔ حضرت والا مدظلہ سے اجتماع کی قبولیت کے لیے بہت ہی لجاجت سے دعا کی درخواست ہے"۔(۱)

اجتماع رائے ونڈ نومبر ۱۹۸۲ء محرم الحرام ۱۴۰۳ھ میں بھی مولانا زبیر الحسن نے نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور اگلے جمعہ کو کراچی میں بھی نماز جمعہ مولانا زبیر صاحب نے پڑھائی۔ اجتماع رائے ونڈ محرم الحرام ۱۴۰۴ھ نومبر ۱۹۸۳ء میں بھی مولانا زبیر الحسن صاحب نے نماز جمعہ کی امامت کی، اس سفر واجتماع کی تفصیلات مولانا زبیر الحسن کے مکتوب کی روشنی میں مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے تفصیل سے بیان کی ہیں، جو ان کی کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ صفر ۱۴۰۵ھ، ۳۱ر اکتوبر ۱۹۸۴ء اجتماع رائے ونڈ میں بھی مولانا زبیر الحسن ساتھ تھے اس میں بھی نماز جمعہ کی امامت مولانا نے ہی کی۔

اس کے بعد بھی رائے ونڈ کے سالانہ عالمی اجتماعات میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی مع اپنے قافلے کے تشریف لے گئے اور بعض دیگر مقامی اجتماعات میں بھی شرکت کی۔ اجتماع جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ کی خصوصیت یہ رہی کہ دس بارہ لاکھ کا مجمع تھا اور وزیر اعظم نواز شریف اور دیگر وزراء مملکت کئی بار اجتماع میں آئے۔

---

(۱) مکتوب ۲۸ر ستمبر ۱۹۸۱ء اتوار

اجتماع جمادی الاول ۱۴۱۴ھ نومبر ۱۹۹۳ء کی تفصیلات مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے قلمبند کی تھیں جس کی ابتدائی سطریں یہ ہیں:

''اس اجتماع میں شرکت کے لیے حضرت جی مدظلہ، مولانا زبیر، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا سعد، راقم محمد شاہد، شیخ غسان مدنی، شیخ عبدالعزیز بوقیس، شیخ عبداللہ ربوعی وغیرہ بذریعہ طیارہ ۹رنومبر بدھ کو دہلی سے لاہور کے لیے روانہ ہوکر چالیس منٹ میں مطار لاہور پہنچے، مطار پر ایک کثیر مجمع منتظر تھا، حضرت جی مدظلہ نے دعا کرائی، اور مرکز رائے ونڈ روانہ ہوگئے، ۱۰رنومبر ۱۹۹۳ء جمعرات میں دن بھر رائے ونڈ میں قیام رہا۔ ۱۱رنومبر جمعہ، آج سے اجتماع کا باقاعدہ آغاز تھا، مشورہ میں مولوی زبیر صاحب سے متعلق نماز جمعہ پڑھانا طے ہوا، انہوں نے بتلایا کہ اعذار و موانع کی وجہ سے سال گزشتہ رائے ونڈ ہی میں جمعہ پڑھانا ترک کردیا تھا، پورے ایک سال بعد اب رائے ونڈ ہی سے دوبارہ شروع ہوا''۔(۱)

حضرت جی اس سفر میں مع رفقاء مولانا زبیر صاحب، مولانا سعد صاحب، مولانا سعید خاں صاحب، مولانا محمد عمر صاحب، مولانا سید محمد شاہد اور مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی پشاور بھی تشریف لے گئے، جہاں صوبہ سرحد کا اجتماع تھا۔

اجتماع رائے ونڈ رجب ۱۴۱۵ھ نومبر ۱۹۹۴ء حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی قدس سرہ کی حیات کا آخری اور مولانا زبیر الحسن صاحب کا اپنے والد کی معیت میں آخری اجتماع تھا اور تقسیم ہند کے بعد شروع ہونے والا سالانہ یہ عالمی اجتماع ۳۹واں تھا۔

حسب معمول جمعہ کی صبح سے اجتماع کا آغاز ہوا اور مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ نے امامت جمعہ فرمائی، اس اجتماع میں حسب معمول آخری بیان اور دعا حضرت مولانا انعام الحسن کا ہی ہوا، اور اس اجتماع میں پاکستان کے علاوہ اکیاسی ملکوں کے تین ہزار سات سو تینتالیس (۳۷۴۳) احباب و خواص نے شرکت

---

(۱) سوانح حضرت جی از مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری، بارہواں باب

عبدالعزیز التویجری اور شیخ محمد بن ابراہیم التویجری (مرکز توعیۃ الجالیات قصیم) نے بھی شرکت کی، اور گہرے تاثر کا اظہار کیا اور ایک ذمہ دارانہ تحریر حکومت کے لئے بھی مرتب کی، یہاں سے کراچی جا کر وہاں کے سہ روزہ اجتماع میں حضرت جی اور ان کے رفقاء نے شرکت فرمائی جہاں مجلس نکاح میں جو بعد نماز جمعہ منعقد ہوئی مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے ایجاب وقبول کرائے۔

ان اجتماعات میں پاکستان کی سرکردہ تبلیغی شخصیات بھائی عبدالوہاب امیر تبلیغی جماعت پاکستان، مولانا مفتی زین العابدین لائل پوری مرحوم، مولانا محمد جمشید علی خاں مرحوم، مولانا نذر الرحمٰن، مولانا احسان الحق (رائے ونڈ) مولانا محمد احمد بھاولپوری، مولانا طارق جمیل، اور بعض دوسرے حضرات بھائی محمد افضل وغیرہ کی مساعی اور خدمات اور قربانی کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا، بعد میں اور بھی شخصیات کا اضافہ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا، ان شاء اللہ۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد جب حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے کمان سنبھالی تو ان حضرات نے بھی رائے ونڈ کے اجتماع کو اسی طرح اہمیت دی جو حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے عہد امارت میں دی جاتی رہی تھی، اور حضرت مولانا محمد سعد صاحب کا کلیدی بیان اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی اختتامی دعا اور دعا سے پہلے مختصر تذکیری بیان اس کا حصہ رہا اور مولانا زبیر صاحب باوجود اعذار وامراض کے سفر فرماتے رہے اور کبھی اس کی صعوبتوں کی پرواہ نہ کی۔

بنگلہ دیش کے اجتماعات

بنگلہ دیش کے اجتماعات کو بھی بھوپال اور رائے ونڈ کی طرح اہمیت حاصل رہی ہے البتہ بنگلہ دیش کے اجتماعات ۱۹۷۱ء میں اس کے ظہور میں آنے کے وقت

سے ہوئی ورنہ وہ تقسیم ہندوستان کے بعد پاکستان کا ہی حصہ تھا مگر چوں کہ جغرافیائی اعتبار سے محل وقوع ایک ملک کا حصہ ہوتے ہوئے دوسرے ملک کی طرح تھا اس لیے اس اجتماع کو بھی تقسیم ہندوستان کے بعد سے ہی اہمیت دی جانے لگی تھی۔

اجتماع ڈھاکہ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ/ مارچ ۱۹۷۸ء میں حضرت جی مولانا انعام الحسن کے ساتھ مولانا زبیر الحسن نے بھی شرکت کی، اور اس سہ روزہ اجتماع کے بیانات میں ان کا بھی بیان ہوا یہ ان کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے اجازت وخلافت کے بعد پہلا بیان تھا جو لاکھوں لاکھ کے مجمع میں کیا، ایک ہی ماہ قبل ان کو حضرت شیخ نے مدینہ منورہ میں اجازت وخلافت سے سرفراز کیا تھا۔ اجتماع ڈھاکہ صفر ۱۳۹۹ھ/ جنوری ۱۹۷۹ء میں حضرت جی کے ساتھ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی تشریف لے گئے۔

اجتماع ڈھاکہ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ میں بھی حضرت جی کے ساتھ مولانا زبیر الحسن کی شرکت رہی اور انہوں نے سفر کی روداد بھی قلمبند فرمائی اور مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کو اس موقع پر مدینہ منورہ میں حضرت شیخ کے پاس رہنے کی سعادت ملی اور حضرت شیخ نے اس قیام میں انھیں اپنا مجاز فرمایا مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں تہنیت نامہ لکھا اور سفر کی تفصیلات بھی لکھیں۔

اجتماع ڈھاکہ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ/ جنوری ۱۹۸۱ء اس اجتماع کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ تینوں روز حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے بڑے تفصیلی اور وضاحتی بیانات ہوئے، اور اس اجتماع میں چھ سو چھیالیس جماعتیں تیار ہو کر نکلیں، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے حضرت شیخ کے نام اپنے مکتوب میں اجتماع کے تفصیلی حالات، عربوں کے تاثرات اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی ذاتی کیفیات کے متعلق تفصیلات تحریر فرمائیں، اور یہ بھی لکھا کہ مجمع کا اندازہ تقریباً ۱۲/لاکھ کا اور دعا کے وقت چودہ لاکھ کا بتایا جاتا ہے اور یہ خاص بات بھی لکھی کہ حضرت جی نے بھی سوا دو

گھنٹے کے قریب مغرب بعد ایمان پر بہت ہی عجیب انداز میں بیان فرمایا۔ عرب حضرات حضرت جی کے بیان سے خوب متاثر ہوئے اور دعا کے وقت تو عجیب ہی حالت تھی۔ مجمع خوب ہی دہاڑیں مار مار کر رو رہا تھا، حضرت پر بھی خوب رقت تھی"۔(۱)

اجتماع ڈھاکہ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ، جنوری-فروری ۱۹۸۲ء میں حضرت جی نے شرکت فرمائی، نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن نے پڑھائی۔ اس اجتماع کے متعلق مکتوب زبیر مولانا شاہد کو مدینہ منورہ موصول ہوا جس پر ۸رفروری ۱۹۸۲ء کی تاریخ درج ہے۔ ۹رفروری، ۱۳رربیع الثانی کو ہندوستان واپسی ہوئی، اجتماع ڈھاکہ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ/ جنوری ۱۹۸۳ء میں حضرت جی اور ان کا قافلہ حسب سابق گیا، مولانا شاہد سہارنپوری بھی ساتھ تھے۔

اجتماع ڈھاکہ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ/ جنوری ۱۹۸۴ء میں نماز جمعہ کی امامت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کو دی گئی۔

اجتماع ڈھاکہ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ/ جنوری ۱۹۸۵ء کی تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں، شرکاء کی تعداد کا اندازہ ۸ لاکھ کا ہے۔

جمادی الاولی ۱۴۰۶ھ/ جنوری ۱۹۸۶ء اجتماع بنگلہ دیش بجائے ڈھاکہ ٹونگی میں منعقد ہوا۔ جمادی الاولی ۱۴۰۷ھ/ جنوری ۱۹۸۷ء کا بھی ٹونگی میں منعقد ہوا۔ اجتماع بنگلہ دیش جمادی الاولی ۱۴۰۸ھ/ جنوری ۱۹۸۸ء کی بھی تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں البتہ یہ تحقیق ہے کہ حضرت جی اپنے قافلہ کے ساتھ برابر ان اجتماعات میں شرکت کرتے رہے۔ اجتماع بنگلہ دیش رجب ۱۴۱۱ھ/ جنوری ۱۹۹۱ء میں حضرت جی نے اپنے قافلہ کے ساتھ شرکت فرمائی، لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کے فرزند گرامی مولانا محمد یونس پالن پوری بھی تھے ان کے حوالہ سے مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے تفصیلات تحریر کی ہیں۔

---

(۱) ملاحظہ ہو سوانح حضرت جی ثالث کا تیرہواں باب

اجتماع رجب ۱۴۱۲ھ/جنوری ۱۹۹۲ء میں حضرت جی اپنی علالت کے باعث سفر نہ کرسکے البتہ اگلے سال رجب ۱۴۱۳ھ/جنوری ۱۹۹۳ء کے اجتماع میں شرکت فرمائی، حالانکہ شہادت بابری مسجد ۶/دسمبر (۱۹۹۲ء) کو اجودھیا فیض آباد میں پیش آچکی تھی اور اس کی وجہ سے حالات بڑے ناسازگار تھے، مولانا زبیر الحسن صاحب، مولانا محمد سعد کاندھلوی بھی شریک سفر تھے اور نظام الدین مرکز کا وہ پورا قافلہ تھا جو ساتھ رہتا تھا۔ ان اجتماعات کا بڑا فائدہ ملکی سطح پر یہ ہوا کہ ۸۰ تبلیغی مراکز ملک میں قائم ہوگئے اور ۹۲ء سے ۹۳ء تک اجتماع کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ مرکز ککرائل سے جو جماعتیں نکلیں ان کی تعداد ۳۵۶۵ تھی، اجتماع ڈھاکہ شعبان ۱۴۱۴ھ کی روداد مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے قلمبند کی تھی۔ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ حسب معمول ساتھ تھے۔

اجتماع شعبان ۱۴۱۵ھ/جنوری ۱۹۹۵ء میں مولانا زبیر الحسن کی شرکت حضرت جی علیہ الرحمہ کی امارت میں آخری شرکت تھی، پھر چند ماہ بعد ۱۰/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ کو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا سانحۂ ارتحال پیش آگیا، نماز جمعہ مولانا زبیر الحسن صاحب ہی کے ذمہ اس اجتماع میں رہی، اس سہ روزہ اجتماع کے ایک دن بعد نماز عصر مولانا زبیر الحسن نے ذکر واذکار پر ترغیبی بیان کیا، جس کا بنگلہ ترجمہ قاری محمد زبیر صاحب نے اور انگریزی ترجمہ ڈاکٹر فاروق صاحب بنگلوری نے کیا۔ دہلی واپسی پر ایئرپورٹ پر استقبال کے لئے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب بھی تشریف فرما تھے، اگلے سال سے انہی کی سرپرستی اور مولانا زبیر الحسن اور مولانا سعد صاحب کی امارت میں کام آتا تھا اور یہ کام بڑھتا اور پھیلتا پھولتا رہا اور مولانا زبیر الحسن صاحب اور مولانا سعد صاحب نے ہمیشہ بنگلہ دیش کے اجتماعات میں شرکت کا اہتمام کیا، اور مولانا محمد سعد صاحب کے کلیدی بیان اور مولانا محمد زبیر الحسن کی دعا اور مختصر بیان کے معمولات برقرار رہے۔

مرکز نظام الدین کے رمضان کے معمولات

مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز نظام الدین کی مسجد بنگلہ والی میں قرآن مجید تراویح میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے تراویح میں قرآن مجید سنانا بند کرنے کے بعد سنانا شروع کیا، اس سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف سناتے تھے اور اطمینان سے پڑھتے تھے، ایک پارہ دو گھنٹہ میں ہوتا تھا، مولانا کو جب اعذار کی وجہ سے سنانا دشوار ہوا تو ان کے خلف الرشید مولانا محمد ہارون صاحب نے سنایا۔ ۲۹ ویں شب میں یہ ختم ہوتا تھا، باقی مختلف کمروں اور مختلف مقامات پر اور نوافل میں سنانے کا جو حال بیان کیا جاتا ہے اس سے پوری شب منور رہتی اور پورے ماہ ایک جشن کا سماں بندھ جاتا، رمضان ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء مولانا محمد یوسف کا آخری رمضان تھا، تراویح بھی مرکز کی مسجد میں سنائی، آخری عشرہ کا اعتکاف بھی بڑی جماعت کے ساتھ کیا، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب (جن کی اس وقت عمر صرف ۱۵ سال تھی) نے بھی حضرت مولانا محمد یوسف کے ساتھ یہ اعتکاف کیا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا یہ آخری اعتکاف تھا اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کا پہلا اعتکاف تھا۔ مولانا محمد عمر پالنپوری، منشی بشیر صاحب، مولانا محمد ہارون کاندھلوی اور مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی رحمہم اللہ بھی ساتھ معتکف تھے، جیسا حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی کے مکتوب بنام حضرت شیخ سے ظاہر ہو رہا ہے اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی بھی معتکف تھے۔

رمضان ۱۳۸۵ھ میں مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی نے مرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنایا، مولانا محمد ہارون صاحب سخت علیل رہے، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی نے سماعت کی۔

رمضان ۱۳۸۶ھ میں مولانا محمد ہارون صاحب نے مرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنایا اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے زنانہ میں، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی نے ابتدائی دو عشرے سہارنپور میں گزار کر دفتر مدرسہ قدیم کی مسجد میں قرآن مجید تراویح میں سنایا،

۲۴رمضان کومرکز نظام الدین آئے۔ ۲۹ رویں شب کومولانا زبیرالحسن صاحب کومرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنانے کا موقع ملا، اس سے فائدہ اٹھا کرتراویح میں دس پارے سناڈالے اوربقیہ بیس پارے نفلوں میں سنادیئے، یہ ان کی کھلی کرامت ظاہر ہوئی کہ چاند نہ ہوااورتیسویں شب میں بقیہ بیس پارے سنا کر یہاں تراویح میں ایک اور تکمیل فرمایا۔

اس سلسلہ کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کومسرت افزا مکتوب حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ:

"رات عزیز زبیرالحسن نے پورا ایک قرآن شریف ختم کیا، دس پارے تراویح میں سنائے اور بیس پارے نفلوں میں، ۸ بجے شروع کیا تھا اور رات کو ۳:۳۰ بجے فراغت ہوگئی، ۲۹ کی شب میں تراویح کا قرآن مجید اور نفلوں کا دونوں ختم کردیئے تھے، چاند نہ ہونے سے پھر اس نے شروع کیا، اورالحمدللہ پوراقرآن پاک ہوگیا"۔

رمضان ۱۳۸۷ھ میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے مرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنایا، مولانا محمد ہارون صاحب نے ابتدائی دوعشروں میں نل والی مسجد میں سنایا اورتیسرا عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں رہ کر بہ نیت اعتکاف گزارا، اور مولانا زبیرالحسن کاندھلوی دفتر مدرسہ کی مسجد میں سنا کر تیسرے عشرہ میں نظام الدین مرکز آگئے۔ مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے اس رمضان میں حضرت شیخ کے نام خط میں جن اہم مہمانوں کی آمد کا تذکرہ کیا ہے ان میں حیدرآباد کے محترم مہمان اور حضرت جی کے متعلقین میں ممتاز شخصیت جناب ایچ، ایم، حسین صاحب (والد ماجد جناب محمد عثمان صاحب حیدرآبادی) اوران کی صاحبزادی کا بھی تذکرہ ہے۔(۱)

---

(۱) جناب ایچ، ایم، حسین مرحوم حیدرآباد کے میمن قوم کے بڑا دینی جذبہ رکھنے والے بڑے تاجر تھے دینی کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے انہی کے پہلے مالی تعاون سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی قدس سرہ کا علمی تحقیقی دعوتی اشاعتی ادارہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کا لکھنؤ میں ندوۃ العلماء سے آغاز ہوا جواب بین الاقوامی شہرت کا حامل ادارہ ہے، اسی سال کی عمر میں ۱۹۸۷ء کو وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

رمضان ۱۳۹۱ھ میں مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے مرکز نظام الدین کی مسجد میں پہلی بار اس کے نظام کے تحت ایک مکمل قرآن مجید سنایا جو پہلی شب سے شروع کیا اور ۲۹ ویں شب ختم کیا ورنہ وہ اس سے پہلی آخر کی دو شب میں ایک پورا قرآن مجید اور ایک شب میں کچھ تراویح میں اور اکثر حصہ نوافل میں سنا کر ختم کر چکے تھے۔

مولانا عبد السلام پونوی اس رمضان کے ختم قرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

''آج بنگلہ والی مسجد میں ختم قرآن ہے، مولوی زبیر الحسن صاحب نے اس سال پہلی مرتبہ بنگلہ والی مسجد میں قرآن پاک سنایا، اب بعد تراویح حضرت جی دامت برکاتہم مسجد کے بیچ کے دروازہ میں تشریف لائے اور کھڑے ہو کر بات شروع فرمائی، پھر بعد میں کرسی لائی گئی تو اس پر بیٹھ گئے اور مختصر بیان کے بعد طویل دعا فرمائی''۔

ماہ مبارک کی آمد سے ایک ہفتہ قبل حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے دادا مولانا اکرام الحسن وفات پا گئے تھے، جس کا سب پر طبعی اثر تھا، وہ بانی تحریک دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے چہیتے اور حقیقی بھانجے تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۲ء کا مولانا زبیر الحسن کا یہی معمول رہا، البتہ اس تغیر کے ساتھ کہ تین دن کے لیے ۶ تا ۹ رمضان المبارک سہارنپور حضرت شیخ کے یہاں قیام رہا اور وہاں تین دن میں ایک کلام پاک تراویح میں اور ایک نوافل میں سنا کر دہلی واپس ہوئے تھے، درمیان میں ۱۵ رمضان کو بھی ایک دن کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں گئے تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ میں بھی مولانا زبیر الحسن کا مرکز نظام الدین کی مسجد میں قرآن مجید سنانے کا معمول رہا، البتہ رمضان المبارک کی آمد سے قبل ۳۰ شعبان کو مولانا محمد ہارون صاحب کی وفات کا غم سب پر چھایا رہا۔ ۱۳۹۴ھ میں بھی مرکز میں مولانا زبیر صاحب نے سنایا، ۱۳۹۵ھ اور ۱۳۹۶ھ مرکز دہلی اور مسجد دار جدید سہارنپور میں دونوں جگہ قرآن مجید سنائے، ۱۳۹۷ھ میں آنکھ کے آپریشن کی وجہ سے نہیں سنایا، ۱۳۹۸ھ میں مرکز نظام الدین کی مسجد میں مولانا یعقوب

صاحب سہارنپوری نے اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے گھر میں ۱۲/رمضان سے سنایا، رمضان ۱۳۹۹ھ میں مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز مسجد میں قرآن پاک سنا کر ختم کیا۔ ۱۴۰۰ھ میں مولانا زبیر الحسن صاحب نے حسب معمول مرکز نظام الدین میں ہی سنایا اور ۲۷ویں شب کو ختم کیا، حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے اس موقع پر بڑے تضرع و عاجزی کے ساتھ پون گھنٹہ دعا کرائی، حضرت شیخ نے یہ رمضان دار العلوم فیصل آباد پاکستان میں گزارا تھا۔ ۱۴۰۱ھ کا رمضان حضرت شیخ نے جنوبی افریقہ میں اسٹینگر میں گزارا، اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے حسب معمول مرکز نظام الدین دہلی میں کیا، مولانا زبیر الحسن نے مرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنایا۔

۱۴۰۲ھ میں حضرت شیخ کی وفات کے سانحہ کے صدمہ سے عالم اسلام چور چور تھا، جو ماہ شعبان کے آغاز میں پیش آیا، رمضان المبارک میں مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز دہلی میں کیا ایک دن حضرت جی کے ساتھ سہارنپور بھی گئے۔ ۲۷ویں شب میں قرآن مجید ختم کیا، حضرت جی نے اس ختم قرآن پاک کی طویل دعا کرائی۔

رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ سالہا سال کے معمول کے مطابق حضرت جی نے اس سال بھی قرآن مجید گھر میں اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں پڑھا جس کے اختتام کی دعا حضرت جی نے کرائی۔

رمضان ۱۴۰۴ھ میں مولانا محمد یعقوب سہارنپوری نے مرکز کی مسجد میں اور مولانا زبیر الحسن صاحب نے زنانہ میں سنایا، رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کی تفصیلات مولانا شاہد صاحب نے ذکر نہیں کی ہیں۔ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ، ۱۴۰۷ھ میں مولانا زبیر الحسن صاحب نے مرکز کی مسجد میں سنایا، رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ کی آمد سے قبل مولانا زبیر الحسن صاحب کو والدہ ماجدہ کے سانحہ کے عظیم صدمہ سے گزرنا پڑا۔ تراویح کا وہی معمول برقرار رہا۔ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ اور ۱۴۱۰ھ، ۱۴۱۱ھ، ۱۴۱۲ھ میں یہی معمول رہا، اور ۱۴۱۳ھ میں اپنے اعذار کی وجہ سے یہ معمول پورا نہ کر سکے،

۱۴۱۴ھ، ۱۴۱۵ھ میں یہی معمول برقرار رہا۔

اعتکاف کا معمول مسلسل نظر نہیں آتا، حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی وفات کے بعد اس معمول کو بھی مولانا محمد سعد صاحب کے ساتھ برابر انجام دیتے رہے، البتہ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں تیسرے عشرہ کے دوسرے دن ان کے اور ہم سب کے مخدوم و مرشد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے رائے بریلی میں وفات پائی، مشورہ سے یہ طے پایا کہ بذریعہ جہاز تدفین میں شرکت کے لیے سفر رائے بریلی کیا جائے جس کے لیے اعتکاف توڑنا پڑا وہ اور مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ اور دوسرے حضرات مرکز نظام الدین جن کی تعداد ۲۷ تک پہنچ گئی تھی ایئر پورٹ پہنچ گئے، جہاز پر بیٹھ بھی گئے، مگر موسم کی خرابی کی وجہ سے جہاز اڑان نہیں بھر سکا، بقیہ پھر یہ حضرات اپنے معتکف آ گئے اور اگلے رمضان میں اس کی قضا بھی کی۔

اسی طرح مرکز کی مسجد میں قرآن مجید سنانے کا معمول جب تک صحت نے ساتھ دیا جاری رکھا، البتہ جن رمضانوں میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور اعذار کی وجہ سے یہ معمول تراویح جاری نہ کر سکے تو مولانا محمد سعد صاحب نے یہ ذمہ داری لی اور ان کا پڑھنے کا انداز اپنے باپ دادا مولانا محمد ہارون صاحب اور مولانا محمد یوسف کا ہے خوب اطمینان سے پڑھنے کا جس میں وقت زیادہ لگتا ہے۔

رمضان کے دیگر آپ کے معمولات میں لوگوں کی باری لگا کر نوافل میں کئی ایک سے سننے کا ہے جس میں مولانا زبیر الحسن صاحب تیز رواں اور اچھا پڑھنے والے کو پسند فرماتے تھے اس سلسلہ کا ایک واقعہ برادر عزیز مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء اس طرح بیان کرتے ہیں:

''میری ابتدائی تعلیم تا پنجم مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین میں ہوئی، جب تک وہاں تعلیم رہی رمضان میں بھی وہیں قیام رہا، حضرت جی کے گھر میں تراویح کے بعد کھانے پینے اور دیگر مصروفیات سے فارغ ہونے کے بعد نوافل کا سلسلہ شروع

ہوجاتا جوتا سحری جاری رہتا جس میں بستی کی خواتین بھی اہتمام سے شرکت کرتیں، بھائی زبیر (رحمۃ اللہ علیہ) سب کے بڑے اور اس نظام کے مشرف تھے، وقت کی ہمیشہ تنگی اور سنانے والوں کی کثرت ہوتی، مجھے بھی حکم تھا کہ ایک قرآن شریف کم از کم ضرور سناؤں، یہ محض ان کی شفقت اور محبت تھی ورنہ تلاوت قرآن کے ایک سے ایک مشاق اور خوش الحانی سے پڑھنے والے کم نہ تھے، میں سمع خراش بھی تھا اور سست رفتار بھی، اس کے باوجود مجھے برداشت کرتے اور ہر سال خود اصرار کر کے کلام پاک شروع کرواتے، ایک روز میں نفل پڑھا رہا تھا کہ اچانک بھائی زبیر (رحمہ اللہ) کے کمرہ سے ان کی بارعب اور گونج دار آواز آئی: ''قاری صاحب بس ہو چکی بہت قرأت''، ان کے یہاں صفائی اور شستگی کے ساتھ تیز تر پڑھنے کا مزاج تھا، جس میں وہ خود بھی بڑے مشاق تھے، غالباً اس دن نظام اور قراء کی ترتیب میں کچھ تبدیلی ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کے حصہ کا وقت کچھ کم ہو گیا تھا، اور اس کی وجہ سے طبیعت پر گرانی تھی۔ قصہ مختصر میں نے نماز تو اطمینان سے مکمل کی لیکن اس کے بعد ڈرتا کانپتا ان کے کمرہ کی طرف بڑھا، رہ گزر بھی وہی تھی، وہاں سے گزرنا ناگزیر تھا، ان کے غصہ سے ہر ایک ڈرتا اور ان کی طیش باز نگاہوں کا رعب کھاتا تھا، چار و ناچار حاضر خدمت ہوا، نہ جانے کس کی دعا لگی کہ میرے پہنچنے پر ان کا غصہ فرو ہو گیا اور فرمایا کہ قاری صاحب اتنی سست رفتاری نہیں چلے گی، میں نے عرض کیا کہ مجھے معذور سمجھیں اور باقی ماندہ کلام پاک کوئی اور مکمل کر دے، اس تجویز پر راضی نہیں ہوئے، اور فرمایا کہ کتنی دیر میں ایک پارہ مکمل کرتے ہو، میں نے عرض کیا کہ ۲۰-۲۲ منٹ میں، فرمایا کہ کل سے ۱۸ منٹ سے زائد نہیں۔ یہ احقر کے ساتھ ان کی خصوصی شفقت اور رعایت تھی ورنہ اس محفل تلاوت میں لوگ بآسانی ۱۰-۱۲ منٹ میں ایک پارہ مکمل کر لیتے تھے، جزاہ اللہ عنی وعن الامۃ خیر الجزاء واحبہ کما احبنا.

حج اور عمرے

حضرت مولانا زبیر الحسن اپنے والد، دادا، اور خاندان کے خاصے افراد کے ساتھ جن میں مستورات اور بچے بھی تھے (اور مولانا محمد زبیرالحسن کی عمر اس وقت پانچ سال تھی) حرمین شریفین کی برکات سے اپنے بزرگوں کے سایۂ عاطفت میں بہرہ ور ہو چکے تھے۔

مرکز نظام الدین کے نظام کے تحت آپ کے حج اور عمرے کا جو نظام حضرت مولانا انعام الحسن کی رفاقت و معیت میں بنتا رہا اس کا اجمالاً تذکرہ حسب ذیل ہے:

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتویں حج ۱۳۹۳ھ میں آپ بھی ہمراہ تھے، ان کے خطوط سے راستہ کی تفصیلات کا علم ہوتا ہے اس کے اقتباسات مولانا محمد شاہد صاحب نے اپنی کتاب میں دیئے ہیں البتہ مولانا زبیر الحسن صاحب ۸/ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ/ ۴/دسمبر ۱۹۷۳ء کو بمبئی سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے، حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب اور مستورات ساتھ تھیں، حضرت مولانا انعام الحسن اور ان کے ساتھ نظام الدین کے حضرات دبئی ابوظہی شارجہ کے دعوتی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سعودی عرب پہنچے، اور ان سب حضرات نے مدینہ منورہ جا کر مکہ معظمہ آنے کا قصد کیا اور احرام عمرہ باندھا، میدان عرفات میں حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری کی تقریر کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب نے ایک گھنٹہ کی اس دردوسوز سے دعا کرائی کہ بقول حضرت شیخ ''رونے والوں کی چیخوں نے مکی مرزوقی کے خیمہ کو میت کا گھر بنا دیا''۔

اس سفر حج وزیارت میں مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ کی اہلیہ اور ہمشیرہ (اہلیہ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری) بھی ساتھ تھیں، اس پورے سفر میں تبلیغی تقاضوں کا پورا خیال رکھا گیا اور مستورات میں بھی کام جاری رہا، ممتاز عرب شخصیات سے ملاقاتیں بھی ہوئیں اور صفر المظفر کے پہلے ہفتہ میں ہندوستان واپسی ہوئی۔ اس کے بعد

۱۳۹۵ھ، ۱۳۹۷ھ، ۱۳۹۹ھ، ۱۴۰۱ھ کو معمول اور ضابطے کے مطابق حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی امارت میں ہی ہوتے رہے اور ۱۴۰۳ھ میں حضرت جی علیہ الرحمہ کی علالت کی وجہ سے نظام میں فرق پڑا اور پھر ۱۴۰۵ھ میں یہ سفر ہوا۔ پھر ۱۴۰۷ھ میں اور ۱۴۰۵ھ کے سفر حج میں مدینہ منورہ حضرت جی علیہ الرحمہ کے ایماء پر مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری حفظ قرآن مجید شروع کیا ۱۴۰۷ھ کے سفر حج میں ۷/ذی قعدہ کو مدینہ منورہ میں پورا فرمالیا پھر ۱۴۰۹ء ۱۴۱۱ء ۱۴۱۳ء ۱۴۱۵ء کے حج کے سفر اور مدینہ پاک کا بھی قیام ہوا اور سبھی سفروں میں دعوتی تبلیغی تقاضوں کو خوب ملحوظ رکھا گیا، اور عرب وعجم کی ممتاز شخصیات سے بھی ملاقاتیں رہیں، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی امارت میں ۱۴۱۵ھ کا حج آخری حج تھا، عرفات میں حضرت مولانا سعید احمد خاں مکی کے بیان کے بعد حضرت جی نے بڑی مؤثر اور دل گداز دعا فرمائی، یہ مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ کا بظاہر گیارہواں حج تھا، جو دعوت وتبلیغ کے نظام کے تحت حضرت والد ماجد کی امارت میں تھا اور ۱۰/محرم الحرام ۱۴۱۶ھ میں ان کی وفات کے بعد نئے نظام کے تحت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اور مولانا محمد سعد کاندھلوی کی امارت میں شروع ہوئے حج کا سلسلہ ۱۴۱۷ھ کے حج سے شروع ہو کر ہر ایک سال کے وقفہ سے مسلسل جاری رہا، یہاں تک کہ حضرت مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ نے داعی اجل کو لبیک کہا، اس طرح یہ ۹ حج اور شامل کر لئے جائیں جو مرکز نظام الدین کے نظام کے تحت ایک قافلہ کے ساتھ جس کے پیش نظر ہمیشہ بڑے عظیم دعوتی مقاصد رہے تو حضرت مولانا زبیر الحسن کے حج کی تعداد ۲۰ نظر آتی ہے۔

جہاں تک عمروں کا تعلق ہے، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے عمرہ کے سفروں میں آپ کا نام پہلے شعبان ۱۳۹۸ھ کے سفر میں ملتا ہے یہ ایک طویل سفر کے ساتھ تھا جو پاکستان، عمان، انگلینڈ، گلاسکو اور پیرس، یونان کے عظیم دعوتی سفر کے ساتھ تھا اور یونان ہوائی اڈہ پر عمرہ کا احرام باندھا گیا تھا۔ اس سفر میں کچھ دن رمضان

کے بھی ملے، گویا رمضان کا عمرہ بھی ملا جس کا بڑا اجر وثواب ہے۔

جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ کے عمرہ میں بھی آپ حضرت جی علیہ الرحمہ کے ساتھ تھے، اور یہ بھی ایک بڑا دعوتی سفر بڑے قافلہ کے ساتھ تھا، ماریشش، افریقہ، زامبیا، ملاوی، سوڈان کے اجتماعات کی تکمیل فرماتے ہوئے ۶؍جمادی الثانی /۳؍مئی جمعرات میں خرطوم سوڈان سے جدہ اور وہاں سے فوراً ہی مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے اور عمرہ سے فراغت پائی، جمعہ کے دن حرم مکی میں گزار کر ۹؍جمادی الثانی، ۵؍مئی سنیچر میں مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی، ۱۵ دن یہاں قیام کے بعد ۲۳؍جمادی الثانی، ۱۹؍مئی سنیچر میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔

مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ نے خود بھی عمرے کے سفر کیے، اور مرکز نظام الدین کے نظام وترتیب کے ساتھ جو عمرے ہیں وہ الگ اور جو خود اپنے ذاتی تقاضے اور شوق اور جذبہ عشق الٰہی ومحبت رسول میں کیے جس میں رمضان المبارک میں بھی عمرے کے سفر ہیں، اس کی صحیح تعداد کا علم ان کے ہم ساز وہم راز بھائی اور رفیق وصدیق مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کو ہی سب سے زیادہ ہے، اور یہ انہی کا حق ہے کہ ان سے متعلق سوانح میں اس کی تفصیلات اور اس میں ان کی کیفیات سے دوسروں کو محظوظ کرائیں، راقم نے یہاں جو کچھ پیش کیا ہے وہ انہی کی مرتب کردہ سوانح حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی سے مستفاد ہے (۱)

اندرون ملک کے اجتماعات

حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے ساتھ اندرون ملک کے

---

(۱) تفصیلات کے لیے ان کی یہ تین جلدوں میں مرتب سوانح ملاحظہ کی جائے جو انہی کے دار الاشاعت محلہ یادگار شیخ محلہ مفتی سہارنپور کی پیش کش ہے۔

اجتماعات میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی جن اجتماعات میں شرکت ہوئی ان سب میں چند اہم اجتماعات کا حال ملاحظہ ہو:

رجب ۱۳۹۳ھ (اگست ۱۹۷۳ء) میں حضرت جی علیہ الرحمہ کا سری لنکا کا ایک سفر ہوا تھا جس کے ساتھ حیدر آباد میں مدارس کو شامل کر لیا گیا۔ اس میں مولانا محمد ہارون مرحوم (والد مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ) مولانا محمد عمر پالن پوری مولانا محمد سلیمان جھانجی۔ مولانا احمد لاٹ ندوی کے ساتھ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بھی تھے، حیدر آباد و مدراس دونوں ہی جگہ تاریخی اجتماعات ہوئے۔

۱۲، ۱۳، ۱۴ / شعبان ۱۳۹۴ھ، ۳۱ / اگست و یکم و دو ستمبر ۱۹۷۴ء سہارن پور کا اجتماع بھی تاریخی نوعیت کا تھا، اس اجتماع کی خاص بات یہ تھی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اس میں بنفس نفیس شریک ہوئے، اور اجتماع کے دوسرے دن تعلیم کے حلقہ میں بھی بیٹھے، تعلیم حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ نے فضائل صدقات اور حیاۃ الصحابہ کی کرائی، مولانا محمد زبیر الحسن نے اجتماع کے پہلے دن بعد نماز عصر فضائل ذکر پر بیان کیا، اور بعد مغرب حضرت جی علیہ الرحمہ اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کے بیانات ہوئے، تیسرے روز حضرت جی کا اختتامی بیان اور دعا ہوئی۔ سہارنپور کے اجتماع کی روداد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور ان کے عزیز نواسہ مولانا محمد زبیر الحسن دونوں نے تحریر کی تھی۔

گیا بہار کے عظیم الشان اجتماع شوال ۱۳۹۴ھ، نومبر ۱۹۷۴ء میں بھی مولانا محمد زبیر الحسن کی عملی شرکت ہوئی اور ایک روز بعد بعد عصر ان کا بیان بھی ہوا، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خلیفہ مولانا منور حسین بہاری نے اس اجتماع کی پوری نگرانی فرمائی اور بعد میں اس کے اثرات کو قائم رکھنے کے لیے بھی محنت جاری رکھی۔ اسی سال وسط ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ آخر نومبر واوائل دسمبر ۱۹۷۴ء میں پانولی گجرات کا اجتماع بھی تاریخی نوعیت کا رہا، مرکز نظام الدین کی جماعت کے ساتھ

مولانا زبیرالحسن نے بھی شرکت فرمائی اور سفر واجتماع کی مکمل روداد قلمبند فرمائی، اجتماع گاہ میں پہنچنے سے قبل اور اجتماع کے اختتام کے بعد سورت میں بھائی عبدالحفیظ مُنیار (۱) صاحب کے مکان پر نظام الدین کا قافلہ ٹھہرا، اور اجتماع سے قبل جمعہ کی نماز جامع مسجد سورت میں مولانا محمد زبیرالحسن کاندھلوی نے پڑھائی، اور اجتماع کے ایک روز مولانا محمد بن سلیمان جھانجی کے گاؤں رویدرا بھی حضرت جی علیہ الرحمہ اور مولانا محمد زبیرالحسن مرحوم وغیرہ دیگراحباب ورفقاء گئے، جہاں ناشتہ کا انتظام تھا اور مستورات کو بیعت ہونا تھا۔

اسی سال ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ (اوائل جنوری ۱۹۷۵ء) میں کانپور کے عظیم تبلیغی اجتماع میں بھی مولانا محمد زبیرالحسن نے نظام الدین مرکز کے قافلہ کے ساتھ شرکت فرمائی، لکھنؤ سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی اور بھوپال سے حضرت مولانا محمد عمران خاں ندوی بھی اس اجتماع میں شریک ہوئے۔

اونٹرا، اجمیر کا اجتماع وسط محرم الحرام ۱۳۹۵ھ اواخر جنوری ۱۹۷۵ء میں منعقد ہوا، حضرت جی علیہ الرحمہ کے ساتھ ان کے خلف الرشید مولانا محمد زبیرالحسن اور مولانا محمد طلحہ کاندھلوی زید مجدہ ومولانا سید محمد شاہد سہارنپوری بھی نظام الدین مرکز دہلی کے قافلہ کے ساتھ شریک ہوئے، اور ایک وقت یہ حضرات فاتح ہندوستان حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بانی سلسلۂ چشتیہ کے مرقد پر بھی حاضر ہوئے۔ پھر رجب ۱۳۹۶ھ/ جولائی ۱۹۷۶ء کا اجتماع جھنجھانہ اہمیت کا حامل رہا۔ اس کے بعد مئوناتھ بھنجن (اعظم گڑھ) کا اجتماع ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ (دسمبر ۱۹۷۶ء) ان حالات

---

(۱) بھائی عبدالحفیظ زید مجدہ اس مبارک مُنیار خاندان کے اب سرپرست ہیں جو اپنے کاروبار میں امتیازی حیثیت رکھنے کے ساتھ علم ودین میں بھی شہرت کا حامل خاندان ہے، جس کے افراد تبلیغ کے بڑے معاون اور حفاظ وعلماء ہیں، بھائی عبدالحفیظ صاحب کی حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے اپنے فرزند مولانا محمد زبیرالحسن مرحوم سے دینی وایمانی مواخات کرائی تھی، اور فرمایا تھا: ''عبدالحفیظ تمہارا بڑا بھائی ہے''۔

میں ہوا جب ملک میں ایمرجنسی کے حالات اور عوام پر نسبندی کے ذریعہ ظلم و بربریت جاری تھی حضرت جی علیہ الرحمہ اجتماع میں شرکت کے بعد گورکھپور میں سے ٹرین پکڑ کر لکھنؤ اپنے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں اس مناسبت سے ایک اجتماع رکھ لیا گیا جس میں حضرت جی نے بیان کیا اور دعا کرائی۔ قافلہ میں حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی، حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، میانجی محراب، منشی بشیر صاحب کے ساتھ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بھی تھے، مئوناتھ بھنجن کے اجتماع کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ غیر مسلم حضرات بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے اور متاثر ہوئے۔ تین لاکھ افراد تھے اور بیس ملکوں کی جماعتیں موجود تھیں۔

۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء میں حضرت جی علیہ الرحمہ نے چھ مقامات کنانور (کیرالا)، بنگلور، مدراس، شولاپور، حیدرآباد، بھوپال کا بیس دن کا بڑا اہم اور طویل سفر فرمایا، جس میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی حسب سابق شریک سفر تھے اور اکابرین تبلیغ میں مولانا سعید احمد خاں علیہ الرحمہ بھی شریک و رفیق سفر تھے، سبھی مقامات پر اہم اجتماعات ہوئے۔

مارچ ۱۹۷۸ء/ ربیع الثانی ۱۹۹۸ء میں گودھرا (گجرات) کا تاریخ ساز اجتماع ہوا جس کی یادیں آج بھی تازہ ہیں اور واقعہ یہ ہے جیسا کہ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے لکھا بھی ہے کہ یہ اجتماع اپنے زبردست اثرات و ثمرات اور دوررس نتائج و منافع کے اعتبار سے تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ یادگار رہے گا، اس اجتماع کی گونج جس انداز سے پورے عالم میں سنی گئی اس سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ صرف ایک اجتماع نہیں تھا بلکہ اللہ جل شانہ نے حضرت مولانا (انعام الحسن کاندھلوی) کے ذریعہ بحر و بر میں ایک آواز لگوائی اور ایک اتمام حجت کرایا تھا۔ حضرت جی کے رفقاء سفر میں مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا محمد طلحہ کاندھلوی، مولانا سید محمد سلمان سہارنپوری (ناظم مظاہر علوم)، مولانا محمد سعد بن مولانا محمد ہارون کاندھلوی، مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کے ساتھ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بھی تھے۔ گودھرا کے اجتماع میں حضرت مولانا ابرار الحق حقی خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا

اشرف علی تھانویؒ نے بھی شرکت فرمائی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے تینوں دن بیانات ہوئے، مجمع سات آٹھ لاکھ کا تھا، اخبارات نے بھی خوب کوریج دیا۔

اس کے بعد کے سال ۱۹۷۸ء کے اجتماعات میں افضل گڑھ، اسلام نگر، مرادآباد کے اجتماعات قابل ذکر ہیں، چونکہ مرادآباد بریلوی خیالات کے لوگوں کا علاقہ تھا، اس لیے حضرت جی علیہ الرحمہ نے اپنے بیانات میں حب رسول کو خاص موضوع بنایا جس کا ان لوگوں پر جو اثر پڑا وہ تو تھا ہی غیر مسلموں اور حکام پر بھی غیر معمولی اثر پڑا۔

صفر ۱۳۹۹ھ/ جنوری ۱۹۷۹ء میں یوپی کا ہتورا باندہ کا اجتماع بڑا عظیم الشان رہا، اس کے اصل میزبان و داعی حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی تھے، اس لیے انہی کے ادارے جامعہ عربیہ ہتورا میں منعقد ہوا، اجتماع کے پہلے دن مولانا محمد زبیر الحسن کا بعد عصر بیان ہوا، مرکز نظام الدین کے حضرات کے مختلف اوقات میں بیانات کے علاوہ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقی علیہ الرحمہ اور عالم ربانی حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی کے بھی بیانات ہوئے، اجتماع کی خاص بات یہ تھی کہ سخت طوفانی بارش اولہ باری کے ساتھ ہوئی جس سے خواص و عوام کی انابت میں اور اضافہ ہوا اور مجمع کی استقامت ظاہر ہوئی۔

۱۴۰۰ھ کے اجتماعات میں مگراہاٹ (مغربی بنگال) بھاگل پور (بہار) کے اجتماع قابل ذکر ہیں، بھاگلپور سے مونگیر جامعہ رحمانی و خانقاہ بھی تشریف آوری ہوئی۔ جس ناظم و صاحب سجادہ حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ فرزند مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ تھے، ۱۴۰۱ھ کے اجتماعات میں کانپور، حیدرآباد، کولہاپور (مہاراشٹر)، ۱۴۰۲ھ کے اجتماعات میں حمزہ گڑھ (گنگوہ) قاسم پور گڑھی، اعظم گڑھ، رانا مزرعہ، گلاؤٹھی، میہوں والا کے اجتماعات قابل ذکر ہیں۔ اعظم گڑھ کے لال گنج اجتماع ۲۵ ربیع الثانی، ۲۰ فروری سے صرف چار دن قبل ۱۶ فروری کو حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی خواہرزادہ حضرت مولانا علی میاں ندوی و خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا

محمد زکریا کاندھلوی کا سانحہ ارتحال پیش آیا تھا اس لیے واپسی بنارس کے راستہ بذریعہ ٹرین رائے بریلی میں توقف کر کے کی، حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی یادداشت کی عبارت مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری نے اس طرح نقل کی ہے:

''منگل میں صبح کی نماز اول وقت پڑھ کر ناشتہ کیا اور چھ بج کر پینتیس منٹ پر موٹروں سے روانہ ہو کر گیارہ بجے تکیہ شاہ علم اللہ (رائے بریلی) پہنچے، علی میاں سے ملاقات ہوئی، پھر مزار گئے، ایک بجے نماز ظہر ادا کی گئی، اور کھانا کھا کر آرام کیا، عصر سے پہلے علی میاں کے گھر مستورات میں بیان اور کلمات تعزیت کہے گئے (۱)، پھر عصر کی نماز پڑھی، ساڑھے پانچ بجے مدرسہ ضیاء العلوم گئے، مدرسہ دیکھا دعا کی گئی، پھر اسٹیشن روانہ ہوئے، اسٹیشن پر مجمع تھا، تشکیل ودعا ہوئی، نماز مغرب پڑھ کر گاڑی پر سوار ہوئے، لکھنؤ اسٹیشن پر مجمع تھا، دعا ہوئی، مصافحہ ہوا، بھائی نعمت اللہ کھانا لے کر لکھنؤ سے سوار ہوئے، کھانا کھا کر آرام کیا اور بدھ کی صبح میں سات بجے اللہ جل شانہ نے خیریت سے گھر پہنچایا، سب کو بخیر پایا، فالحمد للہ الذی بعزتہ تتم الصالحات. (۲)

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ حسب سابق اس پروگرام میں اور سفر تعزیت میں ساتھ تھے، اور مرکز نظام الدین کا قافلہ تھا جن میں حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء میں بیاور، گڑھی بیسک ہریانہ، جھانسی، کھجنا ور اور گودھرا کے دوسرے اجتماع اور ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء کے اجتماعات میں خیرآباد سیتاپور کا اجتماع (جس میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا شاہ ابرار الحق حقی بھی شریک ہوئے) پھر اررریہ بہار کا اجتماع قابل ذکر ہے۔ جو نیپال سے متصل مسلم آبادی کا بہار میں واقع دو تین ضلعوں میں بڑا ضلع مانا جاتا ہے۔

---

(۱) اس موقع پر خال محترم مولانا بلال عبد الحی حسنی اور راقم سطور موجود تھا۔

(۲) سوانح حضرت جی ثالث مؤلفہ مولانا شاہد سہارنپوری، جلد دوم، ص: ۱۶۰۔

۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء کے اجتماعات میں بنگلور (کرناٹک) اور پھر بعد کے اجتماعات میں جو حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے عہد امارت میں ہوئے زیادہ اہمیت کے حامل اجتماعات بناس کانٹھا (گجرات)، رتنا گیری (مہاراشٹر) کا اجتماع، عالمی تبلیغی اجتماع کے طور پر بہت نمایاں رہے، اور مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی شرکت بھی رہی، ان کے بیانات بھی ہوئے، روداد بھی قلمبند کی، اور خدمت کے جو کام سپرد کئے گئے وہ بھی انجام دیئے۔

ان اجتماعات کے علاوہ جو ملک کے مختلف مقامات پر ہوئے، دہلی کالج کا سالانہ اجتماع بھی اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ بقول مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری:

''حضرت جی دہلی کے کام کرنے والے رفقاء واحباب کی دلداری اور دعوتی حق کی ادائیگی کی نیت سے ہر سال اس اجتماع میں بہت اہتمام سے تشریف لے جاتے تھے، اور بسا اوقات طبعی وجسمانی اعذار کو بھی نظر انداز فرما دیتے۔

اسی طرح دہلی کا دوسرا سالانہ اجتماع جو عیدگاہ میں ہوتا اس میں بھی حضرت جی علیہ الرحمہ کا شرکت کا اہتمام تھا، حضرت جی علیہ الرحمہ کے ساتھ شرکت اور پھر ان کی وفات بعد خود مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا معمول مسلسل شرکت کا رہا، اور ان کے مختصر بیان اور دعا پر یہ اجتماعات ختم ہوئے۔

مزید اندرون ملک اجتماعات میں ٹونک راجستھان کا ۱۹۹۲ء کا، گیا بہار، دھولیہ مہاراشٹر ۱۹۹۳ء، سردھنہ میرٹھ کا ۱۹۹۴ء کا اور اسی سال کوئلون واپروڈ کا اجتماع، حیدرآباد کا اجتماع، ہوجائی آسام جو مشہور عالم وملی قائد مولانا بدرالدین اجمل قاسمی کا وطن ومستقر ہے اس کے علاوہ بیل گام (کرناٹک)، ترنل ویلی مدراس، اورنگل (تلنگانہ) وکھیڑہ افغان سہارنپور (جو مولانا سعید احمد خان مکی مرحوم کا وطن ہے)، کے اجتماعات اور ریلوے والوں کے اجتماعات کا جو الگ سلسلہ تھا، آخری بڑا اجتماع گورینی جونپور کا تھا جس کے داعی

ومیزبان حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور یہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ رشعبان ۱۴۱۵ھ، ۲۱، ۲۲، ۲۳ رجنوری ۱۹۹۵ء کو منعقد ہوا، جس میں حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی قدس سرہ کے ساتھ ان کے صاحبزادگان اور بھانجے یعنی حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے احفاد واسباط بھی رفقاء سفر وشرکاء اجتماع تھے، اجتماع کے آغاز سے قبل بنارس میں اتر کر حضرت مولانا تقی الدین ندوی بانی جامعہ اسلامیہ اعظم گڑھ کی دعوت پر ان کے ادارے تشریف لے گئے جہاں مولانا سعید احمد خاں (متوفی ۱۹۹۸ء) کا بیان اور حضرت جی علیہ الرحمہ کی دعا ہوئی اور مولانا تقی الدین ندوی صاحب مدظلہ کے مکان تشریف لے جا کر ان کی والدہ معظّمہ کو بیعت فرمایا، اور دیگر مستورات کو بھی بیعت کیا، نماز جمعہ جامعہ حسینیہ جونپور میں ادا فرما کر پھر جامعہ ریاض العلوم گورینی کے اجتماع گاہ تشریف لے گئے۔

چند ماہ بعد حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی قدس سرہ ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ کو سانحۂ ارتحال پیش آ گیا، اور اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے اپنی مساعی وخدمات جاری رکھیں اور ملک وبیرون ملک کے جو تقاضے سامنے آئے یا تاریخیں مقرر کی گئیں ان کی پوری سرپرستی فرماتے رہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اجتماعات میں شرکت

دینی مدارس کے احاطہ میں اجتماعات دارالعلوم تاج المساجد بھوپال اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں زیادہ نمایاں ہوئے ہیں البتہ دارالعلوم تاج المساجد بھوپال کے احاطہ میں منعقد ہونے والے اجتماع نے عالمی اجتماع کی شکل اختیار کرلی، البتہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اجتماعات میں جن کی حیثیت اگرچہ مقامی یا طبقاتی ہوتی تھی یا ان خواص کی جن کا لمبا وقت جماعت میں لگا ہوتا تھا لیکن اس کی اہمیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وجہ سے ہمیشہ زیادہ رہی، اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی بھی تشریف لاتے رہے اور بعد میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے بھی اس کا اہتمام رکھا، اور مرکز نظام الدین کی اہم شخصیات بھی ساتھ ہوتیں جیسے مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا محمد ابراہیم دیولوی، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، میانجی محراب، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی، مولانا احمد لاٹ ندوی، مولانا محمد غزالی ندوی بھٹکلی وغیرہ اور مولانا محمد شریف صاحب بارہ بنکوی مقامی طور پر اس کے منتظم اور مجمع کو جوڑنے والی شخصیت کے طور پر سامنے آتے۔ مزید لکھنؤ اور آس پاس کے اضلاع، سیتاپور، رائے بریلی، بارہ بنکی، کانپور، ہردوئی وغیرہ کے تبلیغ کے ذمہ دار حضرات نوجوانوں کی ٹیم کے ساتھ سرگرم عمل ہوتے۔ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی کی تشریف آوری اہل مدارس کی تشکیل کی مناسبت سے دوسرے موقع پر ہوتی۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی شخصیت خاص طور پر اس وقت نمایاں ہوتی جب وہ حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی دعا اور مصافحہ کے بعد مصافحہ کے لیے بٹھائے جاتے اور بقیہ نکلنے والی جماعتوں کا مصافحہ وہ کرتے۔

حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی جیسی علم ودعوت اور اصلاح وتربیت کی جامع ومرجع خلائق شخصیات بھی جلوہ افروز ہوتیں جن کا خاصا وقت تبلیغی محنت میں لگا تھا، حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری کا علماء وخواص میں بیان بھی رکھا جاتا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان اجتماع کے سبھی شرکاء کے سامنے کسی ایک دن شام کو طے کیے جانے کی بات آتی، کبھی مولانا نے اس کو منظور کیا اور کبھی کسی مصلحت سے عذر کیا، حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور مولانا محمد سعد صاحب بطور ذمہ دار کے دارالعلوم کے اس اجتماع میں

تشریف لائے جو حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی حیات میں ہی طے ہو گیا تھا اس کے بعد بھی یہ حضرات شریک ہوئے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان حضرات کے اکرام اور اجتماع کی مصلحت کی وجہ سے اپنی قیام گاہ جو مسجد ندوۃ العلماء سے متصل ہے ان حضرات کے لیے خاص کر دیتے اور خود اس سے متصل مکان کا قیام اختیار کر لیتے جو مولانا عبداللہ عباس ندوی کے مکان کے طور پر معروف ہے۔

آخری بار مرکز نظام الدین کے ذمہ دار حضرات مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب اور مرکز کی دوسری شخصیات اجتماع کی سرپرستی و نگرانی اور دوسرے امور بیانات و مشورے وغیرہ کے لیے جمع ہوئیں ان کے علاوہ اور بھی متعلق حضرات تھے جن میں مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری، پروفیسر نادر علی خاں صاحب علی گڑھ بھی تھے، جب اجتماع اختتام کو پہنچا اور یہ شخصیات آخری ملاقات کے لیے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں حاضر ہوئیں، تو مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے دعا کی درخواست کرتے ہوئے اپنے سر سے ٹوپی ہٹا کر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر دیا کہ وہ اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھ دیں اور اپنے صاحبزادہ مولانا زہیر الحسن کاندھلوی کے لیے بھی ایسا ہی چاہا اور بھی حضرات نے ایسا ہی چاہا، دارالعلوم ندوۃ العلماء کا یہ تبلیغی اجتماع مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ہی کی دعا پر اختتام پذیر ہوا، اور مولانا محمد سعد صاحب کا کلیدی بیان ہوا، اور بھی حضرات کے جن کا مشورہ میں نام طے ہوا، بیانات ہوئے ایک روز بعد نماز مغرب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان بھی طے ہوا تھا حالانکہ معالجین کی رائے نہ تھی، اور جب حضرت مولانا بیان فرماتے فرماتے تھوڑے جوش میں آنے لگے تو مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی فکرمندی خود راقم نے ان کے اس تعلق و محبت کے ساتھ دیکھی جو حضرت مولانا سے ان کا ہمیشہ سے رہا تھا کہ کہیں طبیعت پر اثر نہ پڑ جائے اور بیماری نہ بڑھ جائے، لیکن پھر اسی طرح ٹھہراؤ آ گیا، اور یہ بیان تیس منٹ

تک جاری رہا تھا، اور بیان سے قبل اسی خاندان کاندھلہ کے خدمت گزار اور دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اس وقت کے طالب علم مولانا معاذ احمد کاندھلوی حال استاذ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے فرمایا کہ قرآن مجید کہ آیت "یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا، وَیُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ". (سورہ انفال:۲۹) کی تلاوت کرنے کو کہا۔ اس وقت راقم اسٹیج پر مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی ہی کے پہلو میں تھا، اس تقریر کا آخری حصہ اس آیت کریمہ کے پیغام کے طور پر یہ تھا کہ:

> "ہمیں ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے کہ لوگوں کی اصلاح ہو، بلکہ زندگی میں انقلاب آئے، بلکہ تمام دنیا میں جو اندھیر ہو رہا ہے، اس میں کمی ہو، ظلم بند ہو، خدا کا خوف عام ہو، انسانیت کا احترام پیدا ہو، اس طرح ان شاء اللہ یہ اجتماع مبارک بھی ہوگا، اور انقلاب انگیز بھی، آج دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بانیوں کی روح خوش ہو رہی ہوگی کہ یہاں اتنا بڑا اجتماع ہو رہا ہے، لیکن اس کی بھی ضرورت ہے کہ آپ کی زندگیوں میں خود انقلاب آئے اور وہ انقلاب لازمی اور انفرادی نہ ہو، بلکہ متعدی اور اجتماعی بھی ہو، عقائد کے اعتبار سے بھی، اخلاق کے اعتبار سے بھی، معاملات کے اعتبار سے بھی، آپ کی زندگی دوسروں کے لیے مشعل راہ بنے اور دعوت اسلام کا کام دے اور آپ میں ایسی مقناطیسی طاقت پیدا ہو جو افراد کو بھی کھینچے، معاشرہ کو بھی، ملک کو بھی اور زمانہ کو بھی، وماذٰلک علی اللہ بعزیز.

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے لکھا ہے کہ

> "سامعین اور خود متکلم کو بھی تعجب تھا کہ جب محدود مجلس میں بھی بولنا مشکل تھا اس طرح ۲۵-۳۰ منٹ کی رواں اور پُر زور تقریر

کیسے کی گئی "ھو الذی انطق کل شیئ" لوگوں نے مبارک باد دی اور مسرت وحیرت دونوں کا اظہار کیا، و الفضل للّٰہ وحدہ.

۱۴؍جون ۱۹۹۹ء کو اجتماع کامیابی اور تائید الٰہی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور دہلی مرکز کے ذمہ دار حضرات بھی اور باہر سے آنے والے لوگ بھی مطمئن اور مسرور اور متاثر اپنے مقامات کو واپس ہوئے۔(۱)

اور ان دونوں ذمہ دار حضرات مولانا زبیر الحسن، مولانا محمد سعد کی شرکت کے متعلق لکھتے ہیں:

جلسہ ۱۲؍جون سے شروع ہوا، مرکز نظام الدین سے مولانا زبیر الحسن صاحب (خلف مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) اور مولانا محمد سعد صاحب (پسر مولوی محمد ہارون مرحوم فرزند مولانا محمد یوسف صاحب خلف حضرت مولانا محمد الیاس صاحب بانی جماعت تبلیغ و مصلح عظیم) بھی شرکت کے لیے آئے اور اجتماع کی سرپرستی ورہنمائی کی۔(۲)

اجتماع کے متعلق رقم طراز ہیں:

"۲۷، ۲۸، ۲۹؍صفر ۱۴۲۰ھ/۱۲، ۱۳، ۱۴؍جون ۱۹۹۹ء کو لکھنؤ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک عظیم تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا جس میں پورے ملک سے جماعتوں، کارکنوں، مقصد سے دلچسپی رکھنے والوں کی شرکت کی امید تھی اور دہلی کے مرکز تبلیغ کی شرکت اور وہاں کے ذمہ داروں کی آمد کا اطمینان تھا، راقم نے اپنی صحت کی کمزوری اور علالت کے اس سلسلہ کے پیش نظر جو جنوبی ہند کے دورے سے واپسی پر وسط مارچ سے شروع ہوا

(۱) کاروان زندگی جلد ہفتم، ص: ۲۶۳-۲۶۴ (۲) کاروان زندگی، جلد ہفتم، ص: ۲۵۸

تھا، اور اس سے شدید ضعف پیدا ہو گیا تھا، بمبئی جانے اور کچھ دن اپنے محبّ مکرم محمد بھائی کے دولت خانہ (۱) پر قیام و آرام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اور اس کے انتظامات بھی ہو گئے تھے، لیکن اچانک یہ احساس ہوا کہ اپنے مرکز اور جائے قیام پر ایسے عام اور ہمہ گیر اجتماع کو چھوڑ کر جانا مناسب نہیں ہے، اور یہ غلط فہمیوں کا ذریعہ بن سکتا ہے، لکھنؤ کے کام کے ذمہ داران کو بھی اس کا شدت سے احساس اور قلق تھا، راقم نے اس کے پیش نظر بمبئی کا سفر ملتوی کر دیا، اور قیام کا فیصلہ کیا، جو خیر و برکت کا باعث ہوا، اجتماع میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں اور دعوت سے دلچسپی رکھنے والوں کی آمد ہوئی اندازہ ہے کہ ایک لاکھ کے قریب مجمع ہوا، دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ایک وسیع پنڈال بنایا گیا تھا جو حاضرین سے بھرا رہتا تھا، اور گرد و پیش میں بھی لوگ مقیم تھے، اور کھانے کے انتظام کے لیے کثیر التعداد ہوٹل قائم تھے، اور ایک درجن مکتبے بھی لگائے گئے تھے جو دینی، دعوتی، فکری لٹریچر کی بڑی تعداد میں اشاعت کا ذریعہ بنے۔(۲)

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب نے اجتماع میں قیام کے دوران حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے استفادہ کے مواقع سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا، اور بڑی توجہات حاصل کیں اور راقم کو باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کو اسی سفر میں اپنی اس دینی و روحانی نسبت میں مجاز بھی کیا جو انھیں اپنے شیخ اور عظیم مربی و مصلح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ سے حاصل تھی، اس کے علاوہ ان

---

(۱) الحاج غلام محمد بھائی پٹنی مرحوم کی رہائش گاہ سہاگ پیلیس، مدن پورہ ممبئی

(۲) کاروان زندگی جلد ہفتم، ص: ۲۵۷-۲۵۸

حضرات کو بڑی دعاؤں سے نوازا اوران کے ذمہ دارانہ کام ومقام کو سراہا اوراطمینان ظاہر کیا۔ مولانا زبیر الحسن صاحب کے لیے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں یہ آخری تشریف آوری ثابت ہوئی، حضرت مولانا کے انتقال کے بعد وہ رائے بریلی تعزیت میں اپنے قافلہ کے ساتھ تشریف لائے تھے لکھنؤ اسٹیشن اتر کر سیدھے رائے بریلی آئے اور پھر وہیں سے دہلی واپسی ہوئی صرف دن کا قیام رہا حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مولانا محمد سعد کاندھلوی مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مولانا زہیر الحسن (فرزند حضرت مرحوم) مفتی سید محمد صالح (فرزند مولانا شاہد سہارنپوری) مفتی ابوالحسن ارشد کاندھلوی (فرزند مولانا نورالحسن راشد صاحب) مولانا اصطفاء الحسن ندوی کاندھلوی (فرزند مولانا اجتباء الحسن مرحوم) اور دوسرے حضرات ساتھ تھے حضرت علیہ الرحمۃ کی قیام گاہ سے رخصت ہوتے مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ علی میاں کے فراق میں دیواریں رو رہی ہیں۔

از وفات مولانا محمد ہارون تا وفات حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی مرکز نظام الدین اوراس کے مدرسہ کاشف العلوم سے باقاعدہ وابستگی ۷۰-۱۹۷۱ء سے جو قائم ہوئی وہ زندگی کے آخری لمحہ تک نہ صرف قائم رہی بلکہ وہ اس کے اعلیٰ ذمہ دارانہ مقام پر فائز ہوکر دنیا سے رخصت ہوئے، مولانا محمد ہارون کاندھلوی جو کہ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے پوتے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے اکلوتے صاحبزادے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے حقیقی اور سب سے بڑے نواسہ اور مجاز بیعت وارشاد اور خلیفہ تھے، اپنے والد حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے اچانک پیش آنے والے سانحۂ وفات کے بعد سے تقریر وغیرہ میں ان کی نیابت اوران کے رفیق جاں نثار حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے امیر منتخب ہوجانے کے بعد سے ان کے رفیق سفر وحضر اور خادم ونیاز مند بن کر ساتھ رہے، اور حضرت مولانا انعام الحسن کے ساتھ ان کا سلوک بالکل والد کی طرح تکریم وتعظیم اور راحت رسانی کا ہوتا تھا، اوران سے پوچھے بغیر بلکہ انشراح کے بغیر کوئی

قدم نہ اٹھاتے اورانہیں اپنا بڑا محسن سمجھتے اور فرماتے والد صاحب کا بڑا قرض انہوں نے اتارا، اوران کے سبھی حقوق کی ادائیگی کی ہمیشہ فکر کی۔(۱)

مزید مولانا محمد ہارون صاحب کے ذمہ مرکز کی بنگلہ والی مسجد کی امامت، خطبہ جمعہ وعیدین اور تراویح وغیرہ کی بھی ذمہ داریاں تھیں، آخر شعبان ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء) میں ان کی بھی وفات ہوگئی تو اکثران کی ذمہ داریاں ان کے حقیقی خالہ زاد بھائی اور دوسرے رشتہ سے بھتیجہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے پاس آئیں اور وہ مسجد کی ذمہ داریوں کے ساتھ سفر وحضر میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ شریک سفرہ کران کی خدمت اور بہت سے امور میں ان کی نیابت انجام دینے لگے تھے جیسے مولانا محمد ہارون صاحب انجام دیتے تھے، البتہ تقریر وبیان کی بڑی ذمہ داریاں وہ انجام نہ دیتے اور یہ حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری، مولانا احمد لاٹ ندوی، مولانا محمد ابراہیم دیولہ اور مرکز کی دوسری شخصیات کے حصہ میں آئیں۔ مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی حال امیر تبلیغی جماعت کا وہ زمانہ طالب علمی کا تھا اور وہ مدرسہ کاشف العلوم میں پڑھ رہے تھے، مولانا محمد ہارون کاندھلوی کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند کی عمر صرف نو سال تھی۔ مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اپنے ایک عزیز ومحبوب بھتیجہ اور عزیز شاگرد ہونے کی حیثیت سے ان کا بڑا خیال فرماتے، اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب بھی ان کا اور ان کی بہنوں کا بڑا خیال رکھتے۔

مولانا محمد ہارون صاحب کی وفات کے بعد سے مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی وفات تک کا جائزہ لیں تو اس مدت میں بیرون ممالک کے جو اسفار مولانا محمد انعام الحسن صاحب کے ہوئے ان میں حج وعمرہ کا اجمالی تذکرہ گزر چکا ہے، خلیج عرب ریاستوں کا اہم سفر ذی قعدہ ۱۳۹۳ھ/ دسمبر ۱۹۷۳ء میں ہوا، اور حج بھی شامل تھا، پھر افریقی ملکوں کا طویل سفر، انڈونیشیا، ملاوی، زامبیا، تنزانیا، کینیا، ماریشش وغیرہ کا ہوا،

---

(۱) مزید تفصیل تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلوی مؤلفہ مولانا سید محمد ثانی حسنی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اس میں عمرہ شامل تھا، اور یہ ماہ ربیع الاول میں ہوا۔ ۱۳۹٦ھ میں سری لنکا کا سفر ہوا، جو جمادی الثانی میں ہوا، پھر ماہ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ میں برطانیہ، فرانس، عمان اور سعودی عرب کا سفر ہوا، اور کراچی کے راستہ سے ہوا، اور تین ہفتہ سے زیادہ کا وقت لگا۔

ربیع الاول ۱۳۹۹ھ میں پڑوسی ملک سری لنکا کا دورہ ہوا اور یہ دورہ جنوبی ہندوستان کے علاقوں پر بھی مشتمل تھا اور تری وندرم (کیرالا) سے سری لنکا دو ہفتہ کے لیے تشریف لے گئے۔

جمادی الاول ۱۳۹۹ھ کا پورا مہینہ افریقی ممالک کے دوروں پر مشتمل تھا جس میں ماریشش، ری یونین، جنوبی افریقہ، ملاوی زامبیا، کینیا، اور آخر میں سوڈان کا دورہ ہوا اور پھر عمرہ کی سعادت حاصل کی گئی۔ یکم اپریل ۱۹۷۹ء کو بمبئی سے روانہ ہوئے تھے، ۳ رمئی کو افریقی ممالک کے دورے کے بعد سعودی عرب عمرہ کے لیے پہنچے اور تین ہفتہ سے زیادہ قیام رہا، ۳۰ رمئی کو کراچی کے راستہ دہلی واپسی ہوئی، پورے دو ماہ اس دورے میں صرف ہوئے۔ سوڈان سے جدہ پہنچنے والوں میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے جو نام لئے ہیں ان میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی، مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ماہ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ / جون و جولائی ۱۹۸۰ء میں برطانیہ، امریکہ، کناڈا کا طویل سفر ہوا اور کراچی، فیصل آباد، لاہور ہوتے ہوئے دہلی واپسی ہوئی، اس کی تفصیلات مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے امریکہ سے اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث صاحب کو ١٦، ١٧، ١٨ رجون ۱۹۸۰ تا ۲۹ رجون تحریر فرمائی اور آگے دس جولائی تک کے پروگرام کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا تھا کہ ”دس جولائی کو ان شاء اللہ العزیز حضرت والا کے قدموں میں فیصل آباد حاضری کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خیریت وعافیت کے ساتھ حضرت کی زیارت اور ملاقات سے سرفراز فرمائے“۔

رجب ۱۴۰۲ھ / مئی ۱۹۸۲ء میں یورپ کے تین ملکوں کا ایک اور سفر ہوا، یہ

۱۸؍رجب کو شروع ہوکر ۲۵؍شعبان ۱۴۰۲ھ کو ختم ہوا، اس سفر میں بڑے جانگسل صدمہ سے سب کو گزرنا پڑا کہ اس عالمی تبلیغی تحریک وجماعت کے سرپرست اعلیٰ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ نے یکم شعبان المعظم کو مدینہ طیبہ میں وفات پائی، اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی اپنے رفقاء سفر کے ساتھ ان کے فرزند وجانشین حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اور دیگر افراد خاندان سے مدینہ منورہ میں تعزیت کرتے ہوئے ہندوستان واپس ہوئے۔

۱۴۰۳ھ کے آغاز میں ملیشیا، سنگاپور اور تھائی لینڈ کا سفر کیا اور یہ سفر پاکستان کے رائے ونڈ کے اجتماع سے جوڑ لیا گیا تھا۔

رجب ۱۴۰۳ھ کے آخری ہفتہ میں سری لنکا کا سفر جنوبی ہندوستان، مدراس، تری وندرم وغیرہ کے اجتماعات میں شرکت کرتے ہوئے کیا۔

وسط ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ/ جنوری ۱۹۸۴ء میں ڈھاکہ بنگلہ دیش اجتماع سے فارغ ہوکر تھائی لینڈ، سنگاپور وغیرہ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی مع اپنے رفقاء کے گئے۔

۱۴۰۵ھ میں حج کا سفر نظام میں طے تھا اس سے پہلے امریکہ، کناڈا کا سفر براہ ہانک کانگ کیا گیا، اور پھر فرانس اور برطانیہ کے اجتماعات کی سرپرستی فرماکر حجاز مقدس آئے اور ۲۰؍ذی الحجہ کو دہلی پہنچے۔ برطانیہ کا آخری سفر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ میں لندن میں مرکز ڈیوزبری کے عالمی اجتماع میں شرکت کا تھا، پچاس ہزار کا مجمع تھا جو یورپ کے اعتبار سے بڑا ہی غیر معمولی مجمع تھا اور یہ صرف تبلیغی جماعت کا ہی نہیں پورے یورپ کا سب سے بڑا اسلامی دینی اجتماع تسلیم کیا گیا جس کے خاص اثرات بہت دور تک محسوس ہوئے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ لکھتے ہیں:

"یہ حضرت مولانا کا آخری بڑا غیر ملکی سفر تھا، یہ سفر اس وجہ سے بھی قابل ذکر ہے کہ اس قدر کم وقت کے لیے اتنا بڑا سفر کوئی اور نہیں ہوا تھا، اس سفر کے بعد حج اور برصغیر

ہند (بنگلہ دیش، پاکستان) کے سفروں کے علاوہ کوئی اور غیر ملکی سفر نہیں ہوا"۔(۱)

مرکز نظام الدین دہلی سے حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے ساتھ جو لوگ عازم سفر ہوئے ان میں خاص طور سے حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری، مولانا احمد لاٹ ندوی، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی (مولانا محمد ہارون کی وفات کے بعد سے) قابل ذکر ہیں، پاکستان سے مولانا مفتی زین العابدین صاحب، حاجی عبدالوہاب اور سعودی عرب سے مولانا سعید خاں صاحب بھی ان قابل ذکر شخصیات میں ہیں جو اہم غیر ملکی اجتماعات میں شریک ہوتے تھے، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی وہ بزرگ شخصیت تھے جن کو حضرت مولانا انعام الحسن کاندھوی مرکز نظام الدین میں اپنا قائم مقام بنا کر جاتے، اور مدرسہ کاشف العلوم کا نظام حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی دیکھتے تھے۔

جہاں تک اندرون ملک کے اجتماعات کا تعلق ہے بھوپال کے سالانہ عالمی اجتماع کو چھوڑ کر جس کی تفصیلات مستقل پیش کی گئی ہیں، میوات، دہلی، لکھنؤ کے اجتماعات میں حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی شرکت کا خاص اہتمام فرماتے تھے، اور ان کے ساتھ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی (اگر کوئی ایسا عذر نہ ہوتا جو عدم شرکت ورفاقت پر مجبور کر دیتا) ضرور شریک سفر ہوتے اور جب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مصافحہ کرتے کرتے تھک جاتے۔ وہ بقیہ روانہ ہونے والی جماعتوں سے مصافحہ بھی کرتے، اور بعض ان اہم مقامات پر بھی تشریف لے گئے جہاں مستقل اجتماع کا معمول نہ تھا جیسے خیر آباد سیتاپور کا اجتماع، باندہ کا اجتماع، گورینی جون پور کا اجتماع اور اسی طرح صوبوں وریاستوں کے اجتماعات گجرات، حیدرآباد، مدراس، بنگلور، بمبئی اور دوسرے مقامات کے اجتماعات میں جہاں بڑی تیاری ہوتی اور حضرات اکابرین مرکز نظام الدین کی شرکت ضروری سمجھی جاتی ہے لوگوں کے جذبات کا خیال رکھ کر اور ضرورت کا احساس فرما کر شرکت فرماتے۔

---

(۱) مجلہ احوال وآثار کاندھلہ، اپریل تا دسمبر ۱۹۹۶ء وجنوری تا دسمبر ۱۹۹۷ء

اوراس موقع پر اگر عیادت یا تعزیت وغیرہ کا تقاضا سامنے آتا تو وقت نکال کر اس کو بھی پورا فرماتے جیسے کہ مشرقی یوپی کے ایک دورے پر مرکز کا قافلہ تھا تو مولانا محمد ثانی حسنی کی تعزیت کے لیے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی اور دوسرے حضرات رائے بریلی حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں آئے، یہ منظر خود راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے۔

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے دور امارت کا

ایک اہم فیصلہ اور اہل شوریٰ

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے کام سے وابستہ بعض اہم افراد کے اس مشورہ کو اپنے آخری دور میں جب وہ زیادہ بیمار رہنے لگے تھے کام کے بوجھ کو دیکھتے ہوئے قبول فرمالیا تھا کہ ایک مجلس شوریٰ تشکیل دے دی جائے چنانچہ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی سرپرستی میں دس افراد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ کی تشکیل دے دی گئی لیکن ان میں جس کی جگہ خالی ہوتی رہی اس کے پر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی یہاں تک کہ اس کے افراد میں آخر میں صرف حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب امیر جماعت تبلیغ حلقۂ پاکستان کے نام رہ گئے حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے دور امارت میں اس شوریٰ کی تشکیل ۱۹۹۰ء میں ہوئی تھی پھر ۱۹۹۳ء میں میاں جی محراب صاحب میواتی اور مولانا محمد سعد کاندھلوی نبیرہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو شامل کیا۔ گیا مجموعی طور پر جو نام معلوم ہوئے وہ یہ ہیں۔

<u>ہندوستان</u>

۱۔ حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی
۲۔ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی
۳۔ مولانا محمد سعد کاندھلوی
۴۔ مولانا محمد عمر پالنپوری
۵۔ میاں جی محراب میواتی

دیگر ممالک

۶۔ مولانا سعید احمد خاں مکی (سعودی عرب)
۷۔ مولانا مفتی زین العابدین لائل پوری (پاکستان)
۸۔ حاجی محمد عبدالوہاب (پاکستان)
۹۔ جناب محمد افضل (پاکستان)
۱۰۔ جناب عبدالمقیت (بنگلہ دیش)

یہاں یہ بات پیش نظر رہے کہ اسلام میں اجتماعی نظام کی استواری کے لئے امارت کو اولیت حاصل ہے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحۂ عظیم کے صدمہ سے متاثر ہونے کے باوجود اتنی اہمیت دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تجہیز و تکفین پر مقدم کیا تھا چنانچہ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بحیثیت خلیفۂ رسول اللہ وامیر المؤمنین انتخاب عمل میں آیا اور ان کے دست مبارک پر سب نے بیعت کی اور خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی اہمیت کے پیش نظر قبل از وفات اس کی تعیین کردی تھی جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبل از وفات ایک کمیٹی بنا کر چند افراد پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ وہ اس مسئلہ میں تاخیر نہ ہونے دیں اور فوری طور پر باہم رائے مشورہ سے خلیفہ (امیر المؤمنین) کا انتخاب کرلیں چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے ہوا اور پھر ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین ہوئے اور ان

سب حضرات نے اپنے معتمدین کو اہل شوریٰ میں رکھا جو امیر کے لئے بڑے معاون اور خیر خواہ ثابت ہوئے اور ان حضرت نے اپنی رائے پر امیر کو مجبور نہیں کیا اور یہ بات اپنی جگہ حق بجانب ہے کہ امیر کے لئے اہل خلوص و وفا اور اہل وصلاح وتقویٰ وارباب بصیرت وفراست سے خواہ وہ عمر میں کم ہو مشورہ کرنا مستحسن عمل ہے الغرض اس سے وہ ان کی رائے کا پابند نہیں ہوتا خواہ وہ اکثریت ہی کی کیوں نہ ہو اور اس تبلیغی نظام کا ایک بڑا امتیاز اور خصوصیت یہ رہی ہے کہ بغیر مشورہ کے کوئی اقدام نہیں کیا جاتا جس کا آج تک ہر دور میں خیال رکھا گیا ہے۔ وباللہ التوفیق

حضرت مولانا مفتی زین العابدین لائل پوری علیہ الرحمہ (۱) حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد کے احوال پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں

''حضرت جی (مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ) کے جنازہ کے اگلے دن پیر ۱۲ر جون ۱۹۹۵ء کو ظہر سے پہلے حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی بنائی ہوئی شوریٰ میں یہ طے ہوا کہ فی الحال یہ تینوں یعنی مولانا محمد اظہار الحسن صاحب مدظلہ، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب اور مولانا محمد سعد صاحب اس سارے کام کو لے کر چلیں گے اس فیصلہ کا اعلان منگل ۱۳ر جون ۱۹۹۵ء کو تقریباً گیارہ بجے دوپہر کو اس وقت مجمع میں موجود امیر مجلس میاں جی محراب صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا: اسی سال ۱۹ر نومبر

---

(۱) حضرت مفتی زین العابدین مرحوم حضرت مولانا الیاس صاحب کے دور سے دعوت وتبلیغ کے کام سے وابستہ ہونے والے ممتاز علماء میں سے ایک ہیں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خلیفہ بھی تھے اور ۱۹۴۷ء میں اس وقت کے امیر جماعت تبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے ترتیب دئے ہوئے نظام کے تحت حجاز مقدس کے سفر میں گئے تھے جس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور ان کے گھر کی مستورات بھی تھیں اور مستورات کا بھی سفر میں دعوتی نظام اور تعلیم کا سلسلہ قائم تھا مولانا آخر میں پاکستان میں تبلیغ جماعت بڑے اکابر اور اس کے سرپرست کی حیثیت سے معروف ہو گئے تھے ان کی پیدائش ۵ر ربیع الاول ۱۳۳۵ھ مطابق یکم رجنوری ۱۹۱۷ء میاں والی میں ہوئی اور وفات ۱۵ر مئی ۲۰۰۴ء کو فیصلہ بعد پاکستان میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔ چار صاحبزادے چاروں کے نام یوسف رکھے اور سب ان کے راستہ پر ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

۱۹۹۵ء بروز اتوار میں رائے ونڈ کے عالمی اجتماع کی دعا میاں جی محراب صاحب مدظلہ العالی نے کی دعا سے پہلے نہایت مناسب بات بھی ہوئی'' (۱)

(۱) ہفت روزہ اخبار المدارس کراچی مفتی زین العابدین نمبر بحوالہ مفتی زین العابدین کی ڈائری کے چند اوراق صفحہ ۸۰

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات، کشمکشِ انقلاب

باب چہارم

عالمی دعوت و تبلیغ کا کام
اور ذمہ دارانہ مقام

حضرت مولانا انعام الحسن کی وفات

اور اس کے بعد کی ذمہ داری

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا سانحہ پورے عالم اسلام کے لیے سخت ترین حادثہ اور صدمہ کا تھا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اسے ایک اندوہناک حادثہ اور لرزہ خیز خبر سے تعبیر کیا، اور اپنا تاثر تحریر کیا کہ:

”ایسا معلوم ہوا کہ دل و دماغ پر بجلی گری، راقم اور اس کے رفقاء اور خاص طور پر رفیق عزیز و مکرم مولوی معین اللہ صاحب لرزہ براندام اور ششدر رہ گئے، صبر و رضا بالقضاء کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، مگر اعصاب پر سخت اثر پڑا“۔(۱)

حضرت مولانا نے مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کو تعزیتی پیغام بھی فوری طور پر ارسال کیا، عالم اسلام سے بھی بڑی شخصیات کے پیغام وصول ہوئے جیسے امام حرم شیخ محمد بن عبداللہ السبیل، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، شیخ رشید فارسی وغیرہ اور ہندوستان و پاکستان کی سرکردہ دینی، سیاسی، ملی شخصیات اور حکمرانوں تک کے پیغام موصول ہوئے، مجمع تو اس قدر تھا جس کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، دنیا بھر سے لوگ اور ملک کے دور دراز علاقوں سے جہاز کے ذریعہ اور آس پاس کے لوگ اپنی اپنی سواریوں سے پہنچ گئے تھے، نماز جنازہ ان کے فرزند و خلیفہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے پڑھائی، شرکاء جنازہ کے متعلق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تحریر ملاحظہ ہو:

مولانا کے جنازہ پر معتقدین اور محبین، کارکنان تبلیغ، اہل شہر، قرب و جوار بلکہ دور دراز کے شہروں بمبئی، کلکتہ وغیرہ بھی شامل ہیں کے مخلصین، معتقدین اور کارکنان تبلیغ کا ایسا ازدحام ہوا جو برسوں سے نہ صرف دہلی بلکہ ہندوستان کی سرزمین

---

(۱) کاروان زندگی، جلد ٦، ص:١٠٦

پر بھی نہیں دیکھا گیا، راقم نے بمبئی میں پھر لکھنؤ میں اس ازدحام کے بارے میں تفصیلات سنیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ ممالک غیر سے بھی لوگ جہازوں پر بلکہ چارٹر پلین کر کے آئے، لوگ ان کی لاکھوں کی تعداد بتاتے ہیں۔(۱)

علامہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ کا مکتوب نمونہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب دوسروں پر اس حادثہ وفات کا یہ اثر تھا تو اہل خانہ، افراد مرکز نظام الدین خاص طور پر حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب پر کتنا اثر ہوگا، انہی کے نام تعزیتی خطوط آتے رہے اور لوگوں کی انہی سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

من عبدالفتاح ابوغدہ (الریاض فی ۲/۱۰/۱٤۱٦ھ)

الی الاخوة الأفاضل والدعاة الأماثل خلفاء الصالحین والسادة المتقین حفظهم اللّٰه تعالیٰ أجمعین وبارك لنا فی أعمارهم فی الصالحین، مولانا الشیخ زبیرالحسن ومولانا اظهار الحسن، ومولانا طلحة نجل شیخنا الجلیل محمد زکریا الکاندهلوی وسائر مشائخنا وأحبائنا من جماعة التبلیغ رفع اللّٰه قدرهم وأعظم لهم أجرهم بالمصاب الجلیل والحق المحزن وهو انتقال شیخنا العلامة الجلیل والداعیة الأمین النبیل مولانا انعام الحسن أمیر جماعة التبلیغ الی جوار اللّٰه تعالیٰ ورحمته واحسانه أکرمه اللّٰه برضوانه العظیم، وجبر مصاب المسلمین بفقده، وجعل من اخوانه ومحبیه،

---

(۱) کاروان زندگی، ٦/۱۱۰

خیر خلف لخیر سلف، وألهم اخوانه ومحبیه وعارفی فضله الصبر، والاحتساب عند اللّٰه تعالیٰ.

وانا یا شیخنا لفراقك لمحزونون، أكرمك اللّٰه بمقعد الصدق عنده مع الأنبياء والمرسلین وعباده المتقین، وانا للّٰه وانا الیه راجعون.

وکتبه العبدالضعیف

عبدالفتاح ابو غدہ

ومعه ابنه سلمان أبوغدہ

مشہور شاعر کلیم عاجز کے قصیدہ کے تین شعر ملاحظہ ہوں:

لوگ کھنچے آتے تھے پروانے کی طرح　　دوست ہوں یا آشنا یا اجنبی
اضطراب ودعوت وفکر ودعا　　بس ان ہی چاروں میں گزری زندگی
آخر آخر تک رہا فیضان نور　　بجھتے بجھتے شمع یہ جلتی رہی

وزیراعظم ہند نرسمہاراؤ نے مولانا محمد زبیرالحسن کے نام اپنے مکتوب میں کہا:

”مولانا کی وفات سے قوم ایک عظیم فرزند ہندوستان سے محروم ہوگئی، جس نے ہمیشہ تحمل، صبر اور یکجہتی کا پیغام دیا، اور اس کے مقاصد امن وانسانیت میں اہم کردار ادا کیا ان کی وفات سے ہندوستان ایک عظیم مذہبی شخصیت سے محروم ہوگیا“۔(۱)

ذمہ دارانہ مقام

تبلیغی جماعت کے تیسرے عالمی امیر حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کی وفات ۱۰رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰رجون ۱۹۹۵ء کے بعد انتظامی نظام میں کچھ تبدیلی کی گئی اور تنہا کسی ایک کو امیر وسربراہ مقرر کرنے کے بجائے پانچ

(۱) سہ ماہی احوال وآثار حضرت جی نمبر، ص: ۳۶۵-۳۷۴

اہم ذمہ داران اعلیٰ کی ایک مجلس شوریٰ منتخب کی گئی، جس کی بڑی شخصیت حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی کی تھی جو ایک حیثیت سے اس کے نگراں وسرپرست اور منتظم اعلیٰ تھے اور مدرسہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد نظام الدین کے شیخ الحدیث بھی تھے، اور حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے برادر نسبتی، شاگرد، صحبت یافتہ اور توجہ حاصل کیے ہوئے تھے اور ان کی نگرانی میں تبلیغ میں اچھا وقت بھی لگایا تھا، ان کے علاوہ ہندوستان مرکز دعوت وتبلیغ سے جن دو شخصیتوں کا انتخاب ہوا ان میں ایک بڑی مقتدر اور دینی علمی وروحانی شخصیت حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی تھی جنہوں نے اپنے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی پوری سرپرستی حاصل کی تھی اور ان کے سایہ تلے تعلیم وتربیت پائی تھی اور پھر مزید اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی بڑی خدمت سفر وحضر میں مسلسل ساتھ رہ کر کی اور اس طریقہ سے اس کام کی نگرانی کا انھیں مولانا محمد ہارون پسر حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی وفات ۲۹ رشعبان ۱۳۹۳ھ کے بعد سے اپنے والد مولانا انعام الحسن کی وفات محرم ۱۴۱۶ھ تک ۲۲ سال کا ایک اچھا تجربہ بھی حاصل تھا اور مولانا محمد ہارون صاحب کے انتقال کے بعد سے وہ حضرت جی کے ساتھ سفر وحضر میں مسلسل خدمت ورفاقت کا حق ادا کرتے رہے جس طرح مولانا محمد ہارون صاحب ادا کرتے تھے اور وہ جو ذمہ داریاں انجام دیتے تھے نماز، تراویح، خطبہ جمعہ وغیرہ کی وہ ذمہ داری مولانا محمد زبیر الحسن صاحب انجام دیتے رہے تھے۔

تیسری شخصیت حضرت مولانا محمد ہارون صاحب خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے فرزند عزیز حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی ہے جن کے باپ، دادا، پردادا سبھی اس کام کے روح رواں رہے، اور اس کام کی اہمیت وعظمت ان کے دل ودماغ میں اس طرح جاگزیں تھیں کہ جاگتے سوتے وہ اسی کے داعی ومبلغ تھے، مولانا محمد سعد صاحب نے موروثی طور پر اور اسی ماحول میں پروان

چڑھنے اوراس کی قائد شخصیات کی صحبت اختیار کرنے سے اس کے مزاج ومذاق کو نہ صرف اچھی طرح سمجھ لیا تھا بلکہ اپنے اوپر طاری کرلیا تھا۔

باقی دو شخصیتیں حاجی عبدالوہاب صاحب امیر جماعت تبلیغ پاکستان اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب لائل پوری کی ہیں، جو اپنے عنفوان شباب سے اس کام کے لیے مر مٹنے والے رہے ہیں اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا اعتماد حاصل کرنے کے ساتھ ان دونوں کا دنیا بھر میں اس کام کے فروغ میں بڑا حصہ رہا ہے، اور مفتی زین العابدین لائل پوری کی امارت میں حجاز مقدس میں علامہ سید سلیمان ندوی نے بھی وقت لگایا ہے، تھوڑے ہی عرصہ میں حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کی وفات کے بعد یہ چار رکنی شوریٰ رہ گئی، مفتی زین العابدین صاحب کے بعد اس کی حیثیت تین رکنی شوریٰ کی تھی اب یہ دو رکنی شوریٰ ہے اور تاہنوز اس کی سرپرستی حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی کی حاصل ہے جو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے برادر نسبتی، فیض یافتہ اور صحبت یافتہ اورشاگرد ہیں، بارك الله فيهم واطال بقاء هم.

ایک چشم کشا بصیرت افروز تحریر اور پیغام

بانی جماعت دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہ کے خاص معتمد اور منظور نظر اور ان کی سوانح وسیرت کے مصنف اور ان کے اس دعوتی کام کا دنیا کے علمی حلقوں میں تعارف کرانے اور بلاد عربیہ میں خاص طور پر علماء ومفکرین دانشوروں کو مانوس کرنے اور اس کے روح ومزاج سے اس دور آخر میں سب سے واقف کار شخصیت مفکر اسلام حضرت اقدس مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی خاص تحریر پیش خدمت ہے جس میں بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین دہلی کی مرکزی اہمیت پر زور دیا گیا اور اسی طرح بانی تحریک دعوت وتبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقام وحیثیت کو بھی واضح کرنے کے ساتھ ان کے نسبی ونسبتی توراث وتسلسل کو بھی

بیان کیا گیا ہے جس کے اثرات اس دعوت کے فکر ومزاج پر مرتب ہوئے جو توحید خالص کے عقیدہ اور پابندی شریعت واتباع سنت کے عمل سے عبارت ہے، تبلیغی جماعت کے امیر ثالث حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ کی وفات ۱۰ر جون ۱۹۹۵ کے بعد حضرت اقدس کی یہ خاص تحریر ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اردو ترجمان تعمیر حیات میں ۲۵ر ستمبر ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں طبع ہوئی تھی جس سے جماعت تبلیغ کے چوتھے دور کی قیادت اور اس خاندان والاشان سے نسبت وانتساب رکھنے والے افراد حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی کی اس عالمی دعوتی وتبلیغی تحریک جماعت کی نگرانی ورہنمائی پر نہ صرف اعتماد ظاہر ہوتا ہے بلکہ مختلف وجوہ اور اسباب کی بنا پر ناگزیر بتایا گیا ہے اس کی اس اہمیت وافادیت اور مرکز نظام الدین سے دنیا میں پھیلے تمام کارکنان دعوت وتبلیغ کی ایک روحانی وابستگی اور اس سے ایک اجتماعیت کے قائم رہنے کی ضرورت کے باعث اس توجہ دہانی کی ضرورت زیادہ محسوس کی گئی، اور محسوس کی جاتی رہے گی اس لئے یہ ناظرین باتمکین کی نظر کی جارہی ہے، جو اس طرح ہے۔

''ایک اعلان وشہادت بالحق''

یہ ایک حقیقت اور مشاہدہ ہے کہ تبلیغی جماعت (جس کا مرکز نظام الدین دہلی ہے) اس زمانہ کی ایک سرگرم، متحرک اور محرک، متعلم اور معلم، داعی دین جماعت ہے، جس کے ایک وقت میں مجموعی طور پر ہزاروں افراد ایک بستی سے دوسری بستی، ایک شہر سے دوسرے شہر، ایک ملک سے دوسرے ملک، اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں، (جس میں کسی تعداد میں بھی مسلمان پائے جاتے ہیں) تبلیغی ودعوتی نقل وحرکت اور تبلیغی سفروں اور دوروں میں مصروف اور سرگرم نظر آتے ہیں، یہ اپنے دعوتی اصولوں اور ضابطوں کے دائرے میں رہ کر (جو بانی جماعت اور داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ

کاندھلوی (م ۱۳۶۳ھ؁ ۱۹۴۴ء) نے توفیق الٰہی کی مدد سے اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں بنایا تھا، دین کے مبادی کی تعلیم، ایمان کی تجدید اور استحکام، فرائض شرعیہ کی پابندی، مسلمان کے اکرام واحترام، ذکر الٰہی یا دخداوندی اور ترک مالایعنی (فضول اور زائد کاموں سے احتراز) کی تلقین کرتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اس فی سبیل اللہ نقل و حرکت، قربانی و جفاکشی اور اخلاص و توکل کی برکت سے خود انہوں نے دینی ترقی کی اور دین سے ضروری واقفیت پیدا کی، اور ان کی دعوت و تبلیغ اور عزیمت و نقل و حرکت سے ہزاروں زندگیوں میں ایک دینی انقلاب آ گیا، مسجدیں آباد ہوئیں، تعلیم کے حلقے قائم ہوئے، اخلاق و معاشرہ کی بھی اصلاح ہوئی، دین کی تعلیم اور دین میں مزید ترقی کا جذبہ پیدا ہوا، جماعت کے قابل قدر اثرات و نتائج کا اعتراف کرتے ہوئے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زمانہ کی تبدیلی، نئے خطرات اور چیلنجوں اور نئی سازشوں اور منصوبوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو تاریخ کے ہر دور میں اسلام اور مسلمانوں کو کم و بیش پیش آئے ہیں اور اس زمانہ میں وہ کہیں زیادہ سنگین، مہیب اور عمیق و دوررس ہیں، جماعت کے اصولوں اور بنیادی ہدایات کے دائرہ میں رہتے ہوئے ان کی طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے، اور اس دعوت سے جو قوت ایمانی اور جذبۂ دینی پیدا ہوتا ہے، وہ ان کے دوررس اثرات و خطرناک نتائج سے ملت کو محفوظ رکھنے میں معین و مددگار ہو سکتا ہے۔

جہاں تک اس دعوت و جماعت کے بنیادی عقیدہ اور مسلک کا تعلق ہے وہ توحید خالص، شرک و بدعت سے احتراز، پابندیٔ شریعت اور اتباع سنت ہے اس کی حقیقت اور وجہ جاننے کے لئے اس دعوت کے داعی اول اور جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاندانی و روحانی اور ذاتی تعلیم و تربیت اور نشو و نما کے ماحول سے (اجمالی سہی) واقفیت کی ضرورت ہے کہ جس طرح ایک نسبی اور نسلی تعلق و نسبت، عقائد و اخلاق پر اثر انداز ہوتی ہے، بلکہ ان کا سرچشمہ قرار دی جا سکتی ہے، اسی طرح (بلکہ اس سے زیادہ) روحانی تعلیمی و تربیتی نشو و نما اور سلسلۂ طریقت، اثر انداز بلکہ ذہن و فکر ساز ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی تاریخی کڑی یہ ہے کہ مولانا کے مادری جد امجد اور خاندان کاندھلہ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی (م ۱۲۴۵ھ) حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ کے ممتاز ترین تلامذہ میں تھے وہ شیخ وقت ہونے کے باوجود ۶۰، ۶۵ برس کی عمر میں اپنے شیخ کے جواں سال خلیفہ حضرت سید احمد شہید (ش ۱۲۴۶ھ) سے بیعت ہوئے اور اپنے علمی و دینی کمالات اور سلوک و تصوف کے منازل طے کرنے کے باوجود حضرت سید صاحب کی محبت آپ کے فضل و کمال کے اعتراف اور آپ کی تعلیمات اور دعوت کے اثر میں (جس کا سب سے بڑا اصول اور جزو اعظم توحید خالص کی دعوت و تعلیم اور شرکت و بدعت سے نفور و احتراز تھا) ڈوب گئے اور خود اس کے داعی بن گئے۔

پھر اس خاندان کا روحانی تعلق حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور ان کے خلیفۂ اعظم حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ سے رہا، یہ سب حضرات توحید اور اتباع سنت میں حضرت سید احمد شہیدؒ، حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کے مسلک پر تھے اور مولانا شاہ اسماعیل شہید کی شہرۂ آفاق کتاب "تقویۃ الایمان" کے (جو توحید اور رد شرک کے باب میں ایک بے نظیر کتاب ہے) حامی و مؤید اور انتہائی مداح اور معترف تھے اس کا نتیجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے حقیقی برادر زادہ خویش، اور محبوب فرد خاندان، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے راقم کو اس کو عربی میں منتقل کرنے کی دعوت دی اور ایما فرمایا، اور ان کی طرف سے اس کے لئے بار بار یاددہانی اور اصرار ہوا، اس عاجز نے مدینہ طیبہ (علی صاحبہا الصلاۃ والسلام) میں اس کام کی ابتدا کی، اور ہندوستان آکر اس کو پورا کیا، اور اس پر مفید حواشی اور مسلم اور بلند پایہ مشائخ علماء کے تائیدی اقوال حاشیہ میں درج کئے، یہ کتاب جب طبع ہوگئی تو اس کا ایک نسخہ راقم نے جامعہ اسلامیہ مدینہ طیبہ کے ایک سلفی العقیدۃ عرب فاضل اور استاذ جامعہ کو پیش کیا، انہوں نے پڑھنے کے بعد اپنے گہرے تاثر کا اظہار کیا، اور فرمایا "یہ تو توحید کا منجنیق (مشین گن) ہے"

یہ عقیدہ ومسلک آخر وقت تک اس جماعت کے ذمہ داروں، مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے خاندان کے ارکان وافراد، اور مرکز نظام الدین میں رہا اور ہے، ایک مرتبہ مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے راقم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ مولوی ابوالحسن! ہم لوگ ابھی تک حضرت سید صاحب کی تجدید کے سایہ میں ہیں راقم کی کتاب سیرت سید احمد شہیدؒ پڑھ کر فرمایا کہ میری معلومات میں اس سے کچھ اضافہ نہیں ہوا ہم نے اپنی دادیوں اور نانیوں سے یہ سب سن رکھا ہے۔

اس تاریخی پس منظر میں اور اس نسبی و نسبتی توارث اور تسلسل کے بیان کرنے کا مقصد یہی ہے اس دعوت کے فکر ومزاج اور اس دعوت کے بانی اور ذمہ داروں کے عقیدہ ومسلک میں توحید خالص اتباع سنت ورد بدعت، اور دین خالص کی تعلیم ودعوت ضمیر وخمیر میں شامل ہے اور اس کی طرف کسی ایسے عقیدہ ومسلک اور کسی ایسے قول وعمل کی نسبت نہیں کی جاسکتی جو اس کے منافی اور اس کے متعارض ہو، اور ان لوگوں کو جو اس جماعت ودعوت کو ان چیزوں سے متہم کرکے صحیح العقیدۃ اہل علم ودین کی نظر میں مشکوک بنانا چاہتے ہیں، خدا سے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے ڈرنا اور یوم الحساب کا خیال رکھنا چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ

ایک اہم تاریخی مکتوب (۱)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے وقت وحالات کا تقاضہ اور نزاکت کو

---

(۱) واضح رہے کہ یہ اہم اور تاریخی یادگار مکتوب مولانا عبدالکریم پاریکھ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مفکر اسلام مرشد روحانی مصلح امت حضرت مولانا علی میاں ندوی کے خطوط بنام عبدالکریم پاریکھ میں بھی درج کیا ہے کہ وہ اس کی نقل کا ذریعہ اور لے جاکر پہونچانے والے بنے تھے، ملاحظہ ہو صفحات ۴۷ تا ۳۷ مطبوعہ فرید بک ڈپو، نئی دہلی، وضیاء پبلیکیشن، ندوہ روڈ لکھنؤ، اور یہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی چھپ کر آگئی تھی اور ان کی نظر سے گزر بھی گئی تھی، بعد میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، اس کے شاہد کے طور پر جناب شاہد حسین صاحب (ندوۃ العلماء) اور بعض دوسرے حضرات بھی تھے، اور یہ مکتوب حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی وحضرت مولانا محمد سعد صاحب کو پہونچا دیا گیا تھا، جس کا ان حضرات نے خیال رکھا، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ بھی تائید وتصویب فرماتے ہیں۔ (محمود حسن حسنی ندوی)

محسوس کر کے ایک اہم مکتوب ان ارکان شوریٰ کے نام بھی جاری کیا، جن کا انتخاب حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس عظیم کام کی سرپرستی ونگرانی کے لئے ہوا تھا، وہ بھی یہاں درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرات ارکان شوریٰ جماعت تبلیغ مرکز نظام الدین

جمع اللہ کلمتھم وألف بین قلوبھم ووفقھم لما یحب ویرضی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تبلیغی دعوت اور جدوجہد کی جو اہمیت وعظمت دل میں ہے اور اس کے جو احسانات خود اپنی ذات پر ہیں، پھر اس کو اس عہد میں عالم اسلام میں جو مقبولیت عند اللہ وعند الخلق حاصل ہے اور اس کے جو اثرات وبرکات عینی مشاہدہ وتجربہ میں ہیں، اس کی بناء پر ایک اضطراری حالت میں لیکن توفیق الٰہی سے بہت ادب کے ساتھ دو باتیں اضطراراً واختیاراً لکھی جارہی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ کہ ہر قیمت پر ایثار وقربانی کر کے ارکان شوریٰ اور ذمہ داران جماعت جن کا انتخاب حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر ہوا وحدت واتفاق قائم رکھنی چاہیئے اس کی جو بھی قیمت ادا کرنی پڑے، اس وقت ساری دنیا کی نگاہیں محسن واعداء سب کی اس پر لگی ہوئی ہیں، محبین ومخلصین چاہتے ہیں کہ اس وحدت میں ذرا بھی رخنہ نہ پڑے اور شماتت اعداء کا کوئی موقع نہ ملے، شیطان بھی تاک میں ہے اور حاسدین ومعاندین بھی کہ کسی طرح اس شیرازہ میں رخنہ پڑ جائے، اور محسنین ومخلصین کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ وفاق وتعاون قائم رکھے۔

(۲) دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو تجربہ وبصیرت حالات سے واقفیت اور پورے خلوص واعتماد کے ساتھ لکھی جارہی ہے کہ اب امارت یا وفاق کے بارے میں جو فیصلہ کریں وہ دہلی اور مرکز نظام الدین ہی میں ہو، اس کے لئے ہرگز پاکستان کا سفر نہ کریں اور نہ وہاں اس کے بارے میں کوئی فیصلہ اور تنظیم ہو، ایک تجربہ کار اور تھوڑی سی

سیاسی اور تاریخی بصیرت رکھنے والے انسان کی حیثیت سے لکھا جاتا ہے کہ پھر ہندوستان میں ہی نہیں سارے عالم میں کام مشکل ہوجائے گا، یہاں وہ ایک پاکستانی تحریک قرار پائے گی اور وہاں اس سے سیاسی اور جماعتی فوائد حاصل کئے جائیں گے اور پھر بنگلہ والی مسجد میں جو اللہ کی نصرت وروحانیت ہے وہ کہیں نہیں ملے گی۔

یہ دونوں باتیں اور حقائق نری مجبوری سے اپنا دینی فریضہ اور قدیم تعلق کا تقاضہ سمجھ کر لکھی جارہی ہیں، والغیب عند اللہ تعالیٰ (۱)

مخلص ودعا گو

(مولانا) ابوالحسن علی ندوی

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی کی وفات

اور بعد والوں کی ذمہ داریاں

حضرت مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ خاندان کاندھلہ کے حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد سب سے بزرگ ومحترم شخصیت اور عالمی دعوتی تبلیغی کام کے سرپرست ونگراں کی حیثیت سے معروف ہوئے وہ بانی جماعت حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی علیہ الرحمہ (مؤلف فضائل اعمال وتبلیغی نصاب) کے برادر نسبتی اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے ماموں، اوراسی طرح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے بھی قریبی رشتہ میں ماموں وچچا اور حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی کے خسر اوراس طرح حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی کے حقیقی نانا اور مربی وسرپرست تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کے مجاز وخلیفہ اورشاگرد بھی تھے، اور دعوتی وتبلیغی کام میں اس کے آغاز سے شریک بھی، حضرت مولانا محمد زبیر

الحسن کاندھلوی کی والدہ ماجدہ ان کی حقیقی بھانجی تھیں، اس طرح ان کا متعدد حیثیت سے بڑا احترام اور مقام تھا، ان کے نہ رہنے سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو جو فکر اور تاثر ہوا وہ اپنی جگہ صحیح تھا وہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کی وفات کا حادثہ پیش آیا جو نظام الدین کے مرکز تبلیغ میں مقیم اور کام کے سرپرست اور مشیر اعلیٰ تھے، مولانا اپنے علمی رسوخ، تدریسی مہارت، وتجربہ اور اخلاص وتعلق مع اللہ میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے'' (کاروان زندگی ۳۱۵/۶)

چونکہ مولانا کا قیام ان دنوں ممبئی میں تھا اس خلا اور ضرورت کو محسوس کر کے وہ دہلی آئے اور حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی علیہ الرحمۃ و مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ سے اہم امور میں تبادلۂ خیال کیا، اور رہنمائی فرمائی، حضرت مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:۔

ہم لوگ نظام الدین حاضر ہوئے تعزیت کا فرض انجام دیا اور عزیزان گرامی قدر مولوی محمد زبیر صاحب (فرزند حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) اور عزیز القدر مولوی سعد صاحب (فرزند مولوی ہارون صاحب مرحوم فرزند مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم امیر جماعت تبلیغ) سے ضروری اور خصوصی گفتگو کی اور ان امکانات وخطرات سے بچنے کا مشورہ دیا گیا جو مولانا اظہار الحسن صاحب کی وفات سے ممکن الوقوع ہو گئے ہیں، اور اس شیرازہ کو مجتمع رکھنے کے لئے اپنے تجربہ ومطالعہ کی روشنی میں معروضات پیش کیں جو توجہ سے سنی گئیں (۱) (کاروان زندگی ۳۱۶/۶)

مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۳/ ستمبر ۱۹۱۹ء کو بدھ کے دن مظفر نگر میں پیدا ہوئے اور ۷۷ سال کی عمر میں مرکز نظام الدین دہلی میں ۲۷/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ (مطابق ۱۳/ اگست ۱۹۹۶ء) کو مرکز نظام الدین دہلی کے مشورہ کے دوران جو وہاں روز کا روز اول سے معمول ہے اچانک اوپر نگاہ اٹھا کر السلام علیکم کہہ کر اپنے

لے جانے والوں کا استقبال کرتے ہوئے وفات پائی، ان کے کوئی صاحبزادہ نہ تھے صاحبزادی حضرت مولانا محمد سعد صاحب اطال اللہ بقاءہ کی والدہ ماجدہ ہیں، اور اس وقت اس محترم خاندان اور عالمی دعوتی تبلیغی جماعت تحریک کے سرپرست حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے چھوٹے بھائی ہیں" متعنا اللہ والمسلمین بطول بقاءہ وانفاسہ الطیبہ" حضرت مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کے مفصل حالات کے لئے ان کے صاحب فضل وکمال بھتیجے مخدومی مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی مدظلہ کی کتاب ملاحظہ ہو جو حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی پر، ان کی کتاب کا جزء ہے جسے انہوں نے اپنے تحقیقی علمی مجلہ احوال وآثارہ کے نمبر کے طور پر پیش کیا۔

مولانا سعید احمد خاں سہارنپوری اور مولانا محمد عمر پالنپوری کا عظیم سانحۂ وفات

اگر تبلیغی جماعت کے ممتاز افراد اور قائد شخصیات کی مختصر ترین فہرست تیار کی جائے تو وہ فہرست اس وقت تک ناقص رہے گی جب تک اس میں حضرت مولانا سعید احمد خاں مکی (سہارن پوری) اور حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کا نام نہ شامل کیا جائے، اوّل الذکر تبلیغی جماعت کی ان عظیم شخصیات میں سے ایک تھے جن سے بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ کو اپنے اس خالص دینی دعوتی کام میں بڑی تقویت ملی تھی اور ایک بار انہوں نے اپنے دعوتی کام میں بڑی کارگزار اور معتمد شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی تعریف کی تھی، وہ لکھتے ہیں:

"حضرت نے ایک مرتبہ تنہائی میں مجھ سے اس کام میں رفاقت واعانت کے لیے جن کے نام لیے ان میں مولانا عبید اللہ صاحب، مولانا سعید احمد خان صاحب اور مولوی نور محمد صاحب میواتی کا نام تھا، اور یہ ان کی فراست عالی اور روشن ضمیری تھی کہ

انہیں اوّل الذکر دونوں رفقاء نے حجاز میں سالہا سال قیام کیا، اور انہیں کے ذریعہ وہاں اس کام کا تعارف ہوا اور اس کی بنیاد پڑی۔" (پرانے چراغ حصہ سوم، ص:۱۰۹)

اور بقول جناب مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب (لندن) حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی علیہ الرحمہ نے مولانا سعید احمد خاں صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ:

"حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد اس کام کے سلسلہ میں کس سے رجوع کریں، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے دو نام لیے ان میں ایک حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔
(بیسویں صدی کے چند مشاہیر امت، ص:۱۱۷)

بلاشبہ بلاد عربیہ، یورپ، افریقہ، امریکہ، ان سب جگہوں پر کام کو صحیح بنیاد اور نہج پر ڈالنے اور قائم رکھنے میں ان کی ناقابل فراموش خدمات اور قربانیاں ہیں، اور وہ اپنے مستقل سعودی عرب میں قیام اور وہاں کام میں انہاک کے باعث اور پھر اپنے دو عظیم رفیق کار دعوت و تبلیغ حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی علیہ الرحمہ کے حجاز مقدس سے واپس آ کر مستقل بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین دہلی میں قیام اختیار کر لینے اور حضرت مولانا مفتی زین العابدین لائل پوری علیہ الرحمہ کے پاکستان کے مرکز تبلیغ رائے ونڈ کی سرپرستی فرمانے کے لیے پاکستان میں قیام کی وجہ سے مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر تبلیغی جماعت سعودی عرب کی حیثیت سے معروف ہوئے اور حج وعمرے کی مناسبت سے دنیا بھر کے وفود کی وہاں آمد کی وجہ سے وہ اس کام کے رہنماؤں میں سے ایک مؤثر رہنما کی حیثیت بھی رکھتے تھے، اور اپنی تمام تر مشغولیات کے باوجود بالخصوص اپنی زندگی کے آخری سالوں اور خاص طور پر حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی علیہ الرحمہ کے انتقال (فروری ۱۹۸۹ء) کے بعد سے نظام الدین مرکز

دہلی آکر کئی کئی ماہ قیام بھی فرماتے، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے بھی ان سے خاصا استفادہ کیا، افسوس کہ وہ بھی جماعت کی مرکزی شخصیات کے اٹھنے کے بعد قریبی مدت میں ۲۶ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۹۹۸ء کو مدینۂ پاک میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، اور جنت البقیع کا حصہ بنے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ جس کے داعی تھے، اس سے زیادہ اس پر عامل تھے، بڑے جفاکش، بڑے زاہد وسخی، مدینہ پاک کے قیام میں عرب وعجم کا ان کے دستر خوان پر بڑا ازدحام ہوتا، اور کوئی بغیر کھائے نہیں جا سکتا تھا، ان سب مشغولیات کے ساتھ مسجد نبوی کی حاضری کا انہیں اس قدر اہتمام رہتا تھا کہ بقول پروفیسر نادر علی خاں صاحب زید مجدہ (گیارہ سال کی مدت اقامت میں ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہ ہوئی۔) (بروایت مہتاب عالم سیتاپوری صاحب علی گڑھ)

باوجودیکہ ان کے خلاف حاسدوں نے سازش کرکے ان کو ارض پاک سے نکلنے پر مجبور کیا لیکن آخری ایام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر دار الہجرت لوٹا دیا، اور بقیع میں پیوند خاک ہوئے۔

مولانا سعید احمد خاں بن محمد علی خاں سہارن پوری کھیڑا افغان سہارن پور میں ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے، اسکول کی تعلیم کے بعد مظاہر علوم میں داخل ہوئے اور سند فراغت حاصل کی، وہ اپنے رفقاء میں سب سے بڑے اور تجربہ کار تھے، حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب ہردوئی (سابق چھپراوی) ان کے ممتاز رفقاء درس میں تھے اور یہ تینوں ہی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے کبار خلفاء میں تھے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ ان کی وفات پر رقم طراز ہیں:

"مولانا سعید احمد خاں صاحب مظاہر علوم سہارن پور کے تعلیم یافتہ اور اسی مردم خیز ضلع کے رہنے والے تھے، حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا صاحب کے شاگرد اور مجاز طریقت تھے، ۵۰ء میں دعوتی مقصد سے حجاز مقدس گئے، پھر ساری زندگی وہیں دعوتی کام کو بڑھانے اور پھیلانے میں گزاردی، بڑے عابد وزاہد اور دینی کام میں اخلاص ومجاہدہ کے صفات سے متصف تھے، حجاز مقدس میں میرے قیام کے زمانہ سے ہی ان سے خصوصی ربط رہا، وہ ہم سے محبت کرتے اور مشورہ لیتے بلکہ عربوں سے مخاطبت میں آگے بڑھاتے، میرے دل میں بھی ان کی بڑی عزت تھی، اور میں ان کو بابرکت فرد کی حیثیت سے دیکھتا تھا، وہ جب بھی ملتے، بڑے خلوص ومحبت سے ملتے، اور آخر وقت تک انہوں نے راقم سطور سے اپنا یہ تعلق برقرار رکھا، اب آخر عمر میں مرکز تبلیغ نظام الدین میں ان کو بڑی اہمیت حاصل ہوگئی تھی اور ان کی بات کا اثر اور وزن ہوتا تھا، اللہ تعالیٰ امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، اور تبلیغی حلقہ میں ان کی وفات سے جو بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے اس کو پُر فرمائے آمین۔

(کاروان زندگی، جلد ہفتم ص:۲۰۳)

دوسری شخصیت جو وفات کے اعتبار سے اوّل الذکر شخصیت سے مقدم اور عالمی اجتماعات میں اپنے کلیدی خطاب اور اس کی سحر انگیزی واثر خیزی کے باعث خطباء اسلام میں بھی نمایاں جگہ پانے کی حامل شخصیت تھی وہ لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری علیہ الرحمہ کی ذات گرامی ہے، جنہوں نے ۱۴ رمحرم الحرام مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۹۷ء کو دہلی میں ہی وفات پائی جہاں وہ مقیم تھے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے بعد سے لسان التبلیغ کی حیثیت سے معروف اور مؤثر ترجمان دعوت وتبلیغ تھے، ان کی وفات پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کی وفات کا حادثۂ جانکاہ تازہ

تھا کہ دعوت وتبلیغ کے نہایت فہیم اور صائب الرائے مرکز (نظام الدین دہلی) کے معاون ومشیر مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی نے سفر آخرت اختیار کیا اس کے بعد ہی ۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ر مئی ۱۹۹۷ء کو تبلیغی جماعت کے ایک مؤثر اور مقبول اور مخلص وکارگزار داعی، ترجمان دعوت وتبلیغ اور بلیغ خطیب مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری نے سفر آخرت اختیار کیا، انہوں نے درسی فراغت کے بعد ہی مرکز تبلیغ کو اپنا مرکز ومستقر بنالیا تھا اور وہیں سے وہ سارے ملک کا دورہ اور بڑے بڑے جلسوں میں خطاب کرتے تھے، وہ جماعت تبلیغ کے مقبول ومؤثر ترین ترجمانوں اور داعیوں میں تھے، ان کی یہ بھی ایک خصوصیت تھی کہ وہ دعوتی وتبلیغی مصروفیات کے ساتھ اپنا مطالعہ برابر جاری رکھتے تھے اور راقم کی تصنیفات بھی بڑے شوق وقدر سے پڑھتے تھے، ان کی اس ہدایت وتاکید کا بھی راقم ممنون ہے کہ جب وہ ۱۹۷۷ء میں آنکھ کے آپریشن کے لیے امریکہ جارہا تھا تو انہوں نے ایک بار مرکز نظام الدین میں (اور) اس کے بعد بذریعۂ پیغام ممبئی میں بڑی تاکید سے ہدایت کی کہ کسی یہودی سرجن سے آپریشن نہ کرائیں، راقم نے اس پر عمل کیا، اللہ تعالیٰ مولانا محمد عمر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔
(کاروان زندگی، ۷/ ۳۷-۳۸)

حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری ابن وزیر الدین مرحوم ممبئی میں ۵ر ستمبر ۱۹۲۹ء کو پیدا ہوئے تھے، ان کی درسی فراغت دار العلوم دیوبند سے دو مرحلوں میں ہوئی تھی کہ وہ اپنی علالت کی وجہ سے کچھ وقفہ دوبارہ دار العلوم میں داخل ہوئے تھے اور دورۂ حدیث کیا تھا اس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔ گجرات کے علاقے پالنپور میں واقع گھٹامن کے رہنے والے تھے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی سے بیعت وارادت کا تعلق تھا، پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا اور ان مجاز وخلیفہ ہوئے (۱)

---

(۱) تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو یادوں کے چراغ از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ ص: ۱۴۲-۱۴۶

رفیق امارت حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ کے ساتھ اشتراک عمل

حضرت مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی اگر چہ عمر اور رشتہ میں حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی سے خاصے چھوٹے ہیں اور عمر کے اس تفاوت کی وجہ سے نظام الدین مرکز کے تبلیغی مشن سے بھی ان کے بعد وابستہ ہوئے مگر بہت جلد ترقی کر کے ان کے دوش بدوش اس کام کی عالمی قیادت میں سامنے آ گئے، اور ان دونوں کا اس میں رفاقت وشراکت کا زمانہ ایک طویل زمانہ قرار پائے گا جس کا عہد حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کے جانشین دوم حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ اور حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کی وفات پر ختم ہوتا ہے، دعوتی تبلیغی تحریک جو تبلیغی جماعت کے نام سے دنیا بھر میں معروف ہے جس کا مرکز بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین دہلی ہے اس کے نظام میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بعد تھوڑا تغیر کیا گیا اور ایک شوریٰ کے ساتھ دورکنی امارت جس کا فیصل ہفتہ کے نظام سے ایک طے ہوا اور ان دونوں کے سرپرست کے طور پر ایک شخصیت رہی جو حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب کی شخصیت تھی اور ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کی ذات بابرکات ہے، روزانہ کے مشورہ میں مرکز میں مقیم بڑے حضرات جمع ہوتے ہیں تو (کبھی یہ دونوں محسوس نہ ہونے دیتے کہ دونوں میں کوئی اختلاف رائے ہے) دونوں میں سے جو کسی بات کو طے کر دیتا دوسرا اسی کو قبول کر لیتا، مدرسہ کاشف العلوم کے استاد حدیث مولانا شمس الرحمان صاحب الہ آبادی و مولانا محمد شریف صاحب بارہ بنکوی کہتے ہیں کہ: ”جب تک مولانا محمد زبیر صاحب و مولانا محمد سعد صاحب کسی بات پر اتفاق نہ کر لیتے فیصلہ نہ

کرتے، اور یہ بات دوسروں پر ظاہر نہ ہوتی، ایک دوسرے کا دونوں کو اس قدر لحاظ تھا کہ دونوں میں جو فیصل ہوتا وہ بھی دوسرے کا پورا خیال کرتا اور معلوم ہی نہ ہو پاتا کہ آج فیصل کون ہیں، اجتماعات میں عموماً مرکزی وکلیدی بیان حضرت مولانا محمد سعد صاحب کا اور دعا حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کی ہوتی، اور کبھی مولانا زبیر صاحب کی سہولت کو دیکھتے ہوئے مولانا محمد سعد صاحب اس ذمہ داری کو بھی نبھاتے، دسترخوان پر اگر مولانا زبیر الحسن صاحب پہلے پہنچ جاتے تو اس وقت تک آغاز نہ کرتے تک مولانا محمد سعد صاحب تشریف نہ لے آتے، واقعہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا دونوں نے جتنا خیال رکھا، دوسروں کے لیے اس کا تصور محال ہے، کوئی بزرگ شخصیت اگر مولانا زبیر صاحب کے پاس پہلے پہنچ گئی تو مولانا سعد صاحب خود ہی وہاں ان کے احترام میں ملنے پہنچ گئے، اس کا تجربہ دو تین بار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے تعلق سے خود راقم کو ہوا اور ان دونوں نے اپنے اپنے والد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی کے تعلق ومحبت اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی یاد تازہ کردی۔

خوب سفر ہوئے، بڑے بڑے ملکوں کے سفر ہوئے، ہر ایک سال کے فرق سے حج کا سفر، ہر سال بھوپال کا عالمی اجتماع، پاکستان، بنگلہ دیش کے عالمی اجتماعات اور ملکوں کے اپنے اپنے ملکی اجتماعات آخر میں بے پناہ مشغولیات کی وجہ سے ہر اجتماع میں دونوں پہنچ نہیں سکتے تھے اس لیے کہ نظام الدین کا قیام اور یہاں کے مصالح مقدم تھے تو مرکز سے نمائندے بھیج دیتے تاکہ ایک طرز پر اور صحیح نہج اور صحیح اصولوں پر یہ دعوتی نظام یکساں طور پر پوری دنیا میں جاری ہے مگر بھوپال (ہند) رائے ونڈ (پاکستان) اور بنگلہ دیش کے عالمی اجتماعات میں اور حج میں دعوتی کام میں ہر ایک سال کے وقفہ سے یہ دونوں نظام الدین کے نظام کے تحت پابندی کرتے رہے۔

مولانا زبیر الحسن صاحب نے درحقیقت ذکر ودعاء اور توجہ باطنی کو پورے طور سے اختیار کیا تھا اور مولانا محمد سعد نے ہدایات وتلقینات، اور کام کی نگرانی کو پوری بیدار مغزی اور زمانہ کے مزاج کا خیال رکھتے ہوئے اختیار کیا تھا، انھوں نے کئی اجتہادی اقدامات کیے جو حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی اولاد ہونے کے ناطہ سوچ سکتے تھے اور کر سکتے تھے، اوران کے ان اقدامات سے تبلیغی کاز کو بڑا نفع پہنچا۔ حضرت شیخ کی فضائل اعمال کے ساتھ تبلیغی نصاب میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی منتخب احادیث (جو دراصل عربی میں الاحادیث المنتخبہ تھی اوراس کا اردو ترجمہ مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ کی طرف سے سامنے آیا) شامل کی گئی۔ ایک قابل فخر رفیق کار امارت کی جدائیگی کا صدمہ مولانا محمد سعد صاحب کو جو ہوگا اس میں ان کا کوئی شریک غم نہیں ہوسکتا اس کا اندازہ اس جملہ سے ہوسکتا ہے جوانہوں نے مولانا زبیر صاحب کے انتقال پر کہا کہ ”مجھے ڈھارس دینے والا چلا گیا“۔

مولانا محمد سعد صاحب کو اپنے دادا حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کا زمانہ نہ ملا البتہ والد ماجد مولانا محمد ہارون کی توجہ وسرپرستی حاصل ہوئی مگر وہ ۸ سال کے تھے کہ والد ماجد مولانا محمد ہارون اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، والد کے نانا اور دادا کے برادر عم زاد وخسر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا وجود بابرکت سایہ فگن تھا مگر وہ مدینہ منورہ ہجرت فرما چکے تھے، البتہ مرکز نظام الدین میں ان کے حقیقی نانا حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین کی سرپرستی حاصل تھی اور امیر جماعت حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی شفقت وتوجہ ملتی رہتی تھی۔

تعلیم مدرسہ کاشف العلوم میں ہی حاصل کی، البتہ بسم اللہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں ریاض الجنۃ میں والد ماجد مولانا محمد ہارون کاندھلوی نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی سے کرائی، ان کی ولادت کاندھلہ میں دوشنبہ کے دن ۸ر محرم

الحرام ۱۳۸۵ھ مطابق ۹ مئی ۱۹۶۵ء کو ہوئی، مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ اپنی کتاب تذکرہ مولانا محمد ہارون میں رقم طراز ہیں:

"سعد سلّمہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کے انتقال سے ایک ماہ بعد پیدا ہوئے، ۸ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں سعد کی ولادت ہوئی، اور ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال ہوا، ۱۳۹۲ھ کو مولوی محمد ہارون نے اپنے آخری حج کے دوران مولانا ابوالحسن علی ندوی سے ریاض الجنۃ میں اپنے صاحبزادہ سعد سلّمہ کی بسم اللہ کرائی، اللہ تعالیٰ سعد سلّمہ کو علم وعمل، ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اپنے آباء واجداد کی مبارک امانت کا حامل بنائے، اور دعوت الی اللہ کا کام لے اور صحت وعافیت اور زندگی میں برکت عطا فرمائے اس وقت جب کہ یہ تذکرہ زیر ترتیب ہے، سعد سلّمہ، کی عمر تقریباً ۹ سال کی ہے، اور وہ قرآن شریف حفظ کر رہے ہیں اور چھبیسواں پارہ زیر حفظ ہے، اللہ تعالیٰ اس بچہ کو بھی اپنے والد اور دادا کی طرح حافظ بنائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے مدرسہ کاشف العلوم سے تعلیمی تکمیل کی اب وہ اس کے متولی وناظم اور مسجد ومرکز کے بھی متولی وناظم اور اس عالمی دعوتی وتبلیغی تحریک کے امیر ونگراں اور ترجمان وروح رواں ہیں، بارك الله فيه ووفقه لما يحب ويرضىٰ واطال بقاءه لاعلاء كلمته ولنصرة دينه وللاسلام والمسلمين.

جیسا کہ ذکر آیا کہ مولانا محمد سعد صاحب کو اپنے نانا مولانا اظہار الحسن کاندھلوی خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی تعلیمی وتربیتی رہنمائی

وسرپرستی اول دن سے اس کام کی ذمہ داری سنبھالنے تک پورے طور سے حاصل رہی، اوراجازت وخلافت ان کے حقیقی بھائی اوران کے بعد اس دعوتی وتبلیغی کام کے سرپرست برکۃ العصر حضرت مولانا افتخارالحسن کاندھلوی خلیفہ مرشد عالم حضرت مولانا شاہ عبدالقادرائے پوری سے حاصل ہوئی اورپھر مفکراسلام حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی نے چاروں سلسلوں میں انہیں اپنا مجاز وخلیفہ بنایا، اورحضرت مولانا محمدزبیرالحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ کے لیے بھی اجازت کے کلمات ارشادفرمائے، حضرت مولانا سیدابوالحسن علی ندوی نے دونوں کے ساتھ آخرتک بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا اوران کے بعدان کے جانشین حضرت مولانا سیدمحمدرابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے بھی دونوں کے ساتھ بڑے احترام وتعلق کا معاملہ رکھا، اوراس کا خیال رکھا کہ دہلی کا کوئی سفرہوان سے ملنے کے لیے وقت فارغ کریں، کبھی وقت فارغ نہ کرسکے تو اس کا اہتمام کیا کہ سلام کہلائیں اوردعا کے لیے عرض کریں۔

اوربھی ملک وبیرون ملک کی دینی وعلمی شخصیات اورجماعتوں وتحریکات کے ذمہ داروں نے ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ ان دونوں شخصیتوں کے اجتماع سے جونظام اب قائم ہوگیا ہے وہ اپنی برکتوں کے ساتھ جاری وساری ہے، وہ اسی طرح قائم ودائم رہے۔

ان دونوں بزرگ شخصیتوں کے اجتماعی نظام اورتعلق ومحبت کودیکھ کر یہ حدیث یادآتی ہے جس میں ان سات لوگوں کا ذکر ہے جنھیں عرش کا سایہ روزمحشر میں نصیب ہوگا، ان میں وہ دوبھی ہوں گے جواللہ کے لیے محبت کے ساتھ جمع رہے اورپھراسی وصف کے ساتھ جداہوئے۔ حدیث کے الفاظ ہیں: "ورجلان تحابا في اللّٰه، اجتمعا عليه، وتفرقا عليه". (۱)

یہ اللہ کا انتخاب تھا کہ وہ ان دونوں کے ذریعہ دکھادے کہ باہم دوشخصیتوں کے مزاج

---

(۱) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۶۶۰ و۱۴۲۳، صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۰

وطبیعت کے اختلاف کے باوجود کس طرح اشتراک عمل ہوتا ہے اور اسکے کیسے حیرت انگیز نتائج وثمرات سامنے آتے ہیں، آج کام کو دنیا میں اس نظام کے بعد جو فروغ وقبولیت حاصل ہوئی اور روز افزوں اس میں اضافے سامنے آئے اس میں یقیناً ان دونوں کے اخلاص وللّٰہیت، بیدار مغزی ایثار وقربانی اور درد وسوز کو دخل رہا ہے۔ واللہ الموفق وھو یھدی السبیل۔

''منتخب احادیث'' کی اشاعت

ایک مستحسن اور ضروری اقدام

تبلیغی جماعتوں کی تعلیم کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے فضائل اعمال کے رسالوں کو تبلیغی نصاب کی حیثیت حاصل ہوگئی تھی جس کا سہارا لے کر عام لوگ بھی دینی بیان اور گفتگو کی صلاحیت پیدا کر لیتے تھے، لیکن حالات کی تبدیلی نے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو اس بات کی طرف متوجہ کیا کہ چھ صفات پر حدیث کا ایک مستند ومنتخب مجموعہ تیار کیا جائے جس کو موضوع بنا کر پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو، یہ مجموعہ انہوں نے عربی میں تیار کر دیا تھا لیکن ان کے اچانک حادثۂ ارتحال کے باعث وہ نظروں سے مستور رہا تھا، مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ نے اس کو ان کے ذخیرۂ کتب سے نکالنے کا کام کیا اور اسے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں پیش کیا اور ان کے مقدمہ کے ساتھ اس کو شوریٰ میں پیش کیا، اور اس بات کی وضاحت کے ساتھ بڑے اجتماعات میں اور صوبائی اور ملکی اور بین الملکی اجتماعات میں بھی یہ بات رکھی کہ فضائل اعمال کی تعلیم کے ساتھ ساتھ منتخب احادیث کی تعلیم ضروری ہے تا کہ صحیح احادیث اور مستند تعلیمات کی زیادہ ترویج واشاعت ہو اور امت کی دینی مزاج سازی میں ان کا بھرپور اثر ہو، منتخب احادیث کی تعلیم بھی ضروری ہے تا کہ حدیث کے انوار سے کام اور منور ہو، ان منتخب احادیث کا ترجمہ مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ کی طرف سے سامنے آیا اور اس کی

تائید حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب (ہندوستان) نے اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ دار ممتاز شخصیات بالخصوص مولانا مفتی زین العابدین صاحب (پاکستان) کی طرف سے پوری حاصل ہوئی، اور یہ پوری دنیا میں عام ہوگئی، جس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ یہ دینی تبلیغی نصاب جس کی دوسری اہم کتاب حیاۃ الصحابہ ہے امت کے تمام افراد کے لئے قابل قبول اور اطمینان بخش ہوگیا، جن لوگوں کا تبلیغ والوں پر حدیث نبویؐ سے بے اعتنائی کا الزام تھا وہ باقی نہ رہا، اس کی ترتیب کلمہ طیبہ، نماز، علم وذکر، اکرام مسلم، اخلاص نیت، دعوت وتبلیغ کے موضوعات کی ہے، جس کی وضاحت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (جن کو بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا بڑا اعتماد حاصل رہا تھا اور ان کے معاونوں کے ساتھ رفاقت کا معاملہ رہا تھا) اپنے مقدمہ میں اس طرح فرماتے ہیں:

> "....کلمہ طیبہ کے معانی وتقاضوں پر غور فرائض وعبادات کے فضائل کا علم، علم وذکر کی فضیلت کا استحضار، ذکر خداوندی میں مشغولیت، اکرام مسلم اور مسلمان کے حق کی شناسائی وادائیگی ہر عمل میں تصحیح نیت واخلاص، ترک مالایعنی، اللہ کے راستہ میں نکلنے اور سفر کرنے کے فضائل وترغیبات کا استحضار اور شوق، یہ وہ عناصر اور خصائص تھے جنہوں نے اس دعوت کو ایک سیاسی، مادی تحریک، اور استحصال فوائد، حصول جاہ ومنصب کا ذریعہ بننے سے محفوظ کردیا، اور وہ ایک خالص دینی دعوت اور حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ بنی، یہ اصول وعناصر جو اس دعوت وجماعت کے لیے ضروری قرار دیئے گئے، کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں، اور وہ رضائے الٰہی کے حصول ودین کی حفاظت کے لیے ایک پاسبان ومحافظ کا درجہ رکھتے ہیں، ان سب کے مآخذ کتاب الٰہی اور سنت واحادیث نبوی ہیں۔

ضرورت تھی کہ ایک مستقل وعلاحدہ کتاب میں ان آیات واحادیث وماخذ کو جمع کردیا جاتا، خدا کا شکر ہے کہ اس دعوت الی الخیر کے داعی ثانی مولانا محمد یوسف صاحب (خلف رشید داعی اول حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے جن کی نظر کتب احادیث پر بہت وسیع اور گہری تھی، ان اصول وضوابط و احتیاطوں کے ماخذ کو ایک کتاب میں جمع کردیا، اوراس میں پورے استیعاب واستقصاء سے کام لیا، یہاں تک کہ یہ کتاب ان اصول وضوابط اور ہدایات کا مجموعہ نہیں بلکہ موسوعہ بن گئی، جس میں بلا انتخاب واختصار ان سب کا علی اختلاف الدرجات ذکر کردیا گیا ہے، یہ بھی تقدیر اور توفیق الٰہی کی بات ہے کہ اب یہ کتاب انکے حفید سعید (پوتے) عزیز القدر مولوی محمد سعد صاحب اطال اللّٰہ بقاءہ ووفقه لأكثر من ذلك کی توجہ واہتمام سے شائع ہورہی ہے، اوراس کا افادۂ عام ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے اس عمل وخدمت کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ.

ابوالحسن علی ندوی
دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی
۲۰/ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ(۱)

---

(۱) یہ مقدمہ اردو ایڈیشن کے لئے لکھا گیا تھا عربی ایڈیشن کے لئے اس کا ترجمہ پیش کیا گیا اور اس کتاب کے جتنے ترجمے شائع ہوئے وہ اس مقدمہ کے ساتھ شائع ہوئے ہیں۔(م)

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی رائے

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دام ظلہ نے اپنی کتاب "علماء مظاہر علوم بسھارنفور وانجازاتھم العلمیة و التالیفیة" میں منتخب احادیث کے تعلق سے مرتب کتاب منتخب احادیث مولانا محمد یوسف کاندھلوی علیہ الرحمہ کے تذکرہ وترجمہ میں لکھتے ہیں:

"ھی مجموعة قیمة بلیغة قد جاء ت حول الکلمات الستة قد وضعھا صاحب الترجمة من دواوین الحدیث ھی کانت باقیة مسودة خطیة الی الآن فأصدرھا اخیراً الشیخ محمد سعد حفید صاحب الترجمة ، کماقام بطبعھا کثیر من المکتبات مع مقدمة الشیخ أبی الحسن علی الندوی و نقل الی اللغات الکثیرة"(۱)

"کہ دعوت وتبلیغ کی چھ صفات (چھ نمبر) سے متعلق یہ قیمتی بلیغ مجموعۂ حدیث صاحب تذکرہ (یعنی حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ) کے محفوظ مسودات میں ملا جس کا انتخاب حدیث کی اہم کتابوں سے انہوں نے کیا تھا جسے ان کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب نے منظر عام پر لائے ، اور بڑے اشاعتی اداروں نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ اس کو شائع کیا، اور بہت سی زبانوں میں اس کا ترجمہ ہوا۔"

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کی تحقیق

محقق العصر مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی مدظلہ کی تحقیق کے مطابق یہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی ہی تصنیف ہے جس کے ستر زبانوں میں ترجمے ہو کر مقبول عام ہو چکے ہیں ان کے نزدیک اس کتاب پر جو تخریج وتحقیق کا کام ہوا ہے وہ بھی بہت معیاری ہے۔

(۱) "علماء مظاھر علوم بسھارنفور و انجازاتھم العلمیة و التالیفیة" جلد :۳/۲۲۱ مکتبہ یادگار شیخ سہارنپور

عمومی تأثر

چونکہ منتخب احادیث میں صرف حدیثیں ہیں اور وہ بھی معتبر حدیثیں جن کی تحقیق وتخریج کا کام معیاری ہے جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ اس کے رواج پر اہل علم ونقد نے کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کی بلکہ اس کو قبول اور پسند کیا جب کہ یہ دنیا بھر میں اور خواص وعوام میں مقبول اور پڑھی جانے والی کتاب ہے اور عالم اسلام کی مقبول ومعروف مستند اور معتبر دینی درسگاہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مسجد میں صبح کی تعلیم میں اس کی پابندی کی جاتی ہے اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی فضائل اعمال سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور عصر کی نماز کے بعد میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی فکر واصلاحی دعوتی کتابوں اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی معارف الحدیث کے اقتباسات سنائے جاتے ہیں، جس میں اساتذہ وطلباء سبھی شریک ہوتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں اور بعض مدارس میں نصاب درس میں بھی ہے اور اس کی خصوصیت وامتیاز یہ ہے کہ اس میں حقوق اللہ، حقوق العباد اور انسان کی انفرادی وسماجی زندگی کے مختلف گوشوں کا احاطہ ہو گیا ہے اور اس سے وہ ضرورت پوری ہو رہی ہے جس کا احساس روز بروز دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں میں بڑھتا جا رہا تھا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ظاہر ہوا کہ بلاد عربیہ میں اس کے عربی ایڈیشن کو بڑا رواج ملا اور جماعت کے حلقوں نے وہاں متفقہ طور پر اس کو اپنے نصاب میں شامل کیا، حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی کے حصہ میں یہ سعادت مقدر تھی کہ وہ اسے منظر عام پر لائیں چنانچہ انہوں نے اپنے خاندان کے بڑے عالم مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کی نظر میں لا کر اس کو دعوت وتبلیغ کے مزاج کو سب سے زیادہ سمجھنے والی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے گوش گزار کیا اور تقریظ حاصل کی اور مزید اسے عام کرنے کی اجازت بھی لی۔

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی تائید وترغیب

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نے نہ صرف اس کی تائید وحمایت کی بلکہ وہ اس طرح ترغیب بھی دیتے تھے جب بیانات اور ہدایات میں مولانا محمد سعد کاندھلوی فضائل اعمال کی تعلیم کے ساتھ ساتھ منتخب احادیث کی تعلیم کی طرف توجہ دلاتے تو وہ بعد میں دعا سے پہلے اپنے مختصر بیان میں فرمایا کرتے کہ

"جو کچھ کہا سنا گیا ہے اس پر عمل کرنا ہے"۔

عمومی اشاعت اور تبلیغی نظام ونصاب میں شامل کرنے کے اسباب ومحرکات

منتخب احادیث کے تعلق سے یہ بات ذکر کرنا گزیر معلوم ہوتی ہے کہ اس کی اشاعت اور اس کو تبلیغی نصاب ونظام میں فضائل اعمال کے ساتھ شامل کرنا ایک نہایت مبارک اقدام ثابت ہوا، اور یہ وقت کا تقاضہ بھی تھا جس کو وہ حضرات بھی محسوس کر رہے تھے جنہیں بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۴۴ء) اور ان کے جانشین وفرزند عالی مرتبت حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی (م ۱۹۶۵ء) کی صحبت ورفاقت اور اعتماد وتعلق حاصل رہا تھا اور جو اس دعوت وتحریک وجماعت کی روح اور اس کے مزاج ومذاق سے اچھی واقفیت رکھتے تھے، جن میں خاص طور پر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۹۹ء) اور حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی (م ۱۹۸۹ء) کا نام لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے جانشین اور جماعت تبلیغ کے امیر ثالث حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث کی اہم کتاب مشکوٰۃ شریف سے "الابواب المنتخبة" نام کی کتاب دعوتی اصلاحی تربیتی نقطہ نظر سے تیار کی تھی جس میں ان کو حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ایما شامل تھا، اس کا اُردو

ترجمہ حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری کے صاحبزادہ گرامی مولانا محمد یونس پالن پوری کے ترجمہ کے ساتھ منتخب ابواب کے نام سے سامنے آیا، اور اس کا عربی ایڈیشن مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ سامنے آیا، اور اسی زمانہ میں ان کی ہی تحقیق کے ساتھ حیاۃ الصحابہ از حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور ریاض الصالحین از امام نوویؒ کہ وہ بھی عرب مبلغین کے نصاب تعلیم میں ہے سامنے آیا اور فضائل اعمال کا عربی ایڈیشن دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاد حدیث مولانا عبد الرشید ندوی راجستھانی کی تحقیق وتالیق اور بعض حصوں کے ترجمہ کے ساتھ مصنف کے صاحبزادے عالی مرتبت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی زید مجدہم نے حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم ناظم ندوۃ العلماء کے مقدمہ کے ساتھ اور ان کی نگرانی میں کام کرا کر اپنے دار الاشاعت مکتبہ یحیوی سہارنپور سے ”منهج الحياة الايمانية و التربية الدينية فى ضوء الكتاب و السنة“ کے نام سے شائع کیا۔

جہاں تک منتخب احادیث کے کام کا تعلق ہے تو یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے اپنی نگرانی میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، جس کی تفصیلات پچھلے صفحات میں گزر چکی ہیں۔ یہاں اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت کی ہی طے کردہ تاریخ کے مطابق ندوۃ العلماء لکھنؤ کے احاطہ (کیمپس) میں تبلیغی اجتماع میں مرکز نظام الدین دہلی سے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی اور ان کے ساتھ ایک موقر وفد آیا تھا، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے پوتے مولانا محمد سعد صاحب سے مولانا محمد یوسف کاندھلوی کی مرتب کردہ دعوت وتبلیغ کی چھ صفات سے متعلق کتاب ”الاحادیث المنتخبہ“ کے متعلق حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پوچھا کہ جب ہم نظام الدین جاتے تو یہ دیکھتے تھے کہ مولانا محمد یوسف صاحب چھ صفات سے متعلق احادیث کا مجموعہ تیار کر

رہے ہیں، لیکن ان کی اچانک وفات کی وجہ سے یہ مجموعہ احادیث سامنے نہ آسکا، آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کو تلاش کریں کہ وہ مجموعہ کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی علیہ الرحمہ نے ابوداؤد شریف کے درس کے دوران توجہ دلائی، چنانچہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب کو اپنے دادا کے سامان میں وہ مجموعہ مل گیا جو محفوظ تھا اور ان کے قلم سے لکھا ہوا یہ نسخہ ان کے پاس آج بھی محفوظ ہے، حیاۃ الصحابہ کے اردو مترجم اور بڑے داعی مولانا احسان الحق صاحب (رائے ونڈ)، نے مسوّدہ کو دیکھا تو ان کی وہ سب یادیں تازہ ہوگئیں جو اس زمانہ سے وابستہ تھیں اور تائید کی، ان سب کو دیکھتے ہوئے اور حضرت مولانا محمد الیاس، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن رحمہم اللہ کے اس منشا کو سمجھتے ہوئے کہ یہ کام قرآن وحدیث اور سنت وسیرت کی روشنی میں ہو، جو اس محنت کی بنیاد ہے کہ اس کو سنت کی روشنی میں کیا جائے، اور عہدِ صحابہ میں پہنچا دیا جائے، اس کا حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ پر اتنا غلبہ تھا کہ حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کو قریب بٹھا کر فرماتے تھے کہ جو بھی ہم کہہ رہے ہیں، اس کو قرآن وسنت میں تلاش کیا کرو، اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی سے صحابہ کے حالات وواقعات سننے کا روز کا معمول واہتمام تھا، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس منشا اور روحِ دعوت کو سمجھتے ہوئے حیاۃ الصحابہ اور منتخب احادیث کی ترتیب وتالیف کا عظیم کام انجام دیا، چوں کہ حیاۃ الصحابہ پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بہ اصرار مقدمہ لکھوایا تھا، اس کے اردو ترجمہ کے لیے اس کے مترجم مولانا احسان الحق صاحب نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مزید مقدمہ حاصل کیا اور حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی نے اپنے بزرگوں کے اس اہتمام کو دیکھتے ہوئے بھی اور جماعت کے ان اکابرین کے جن کو حضرت مولانا محمد الیاس

صاحب کا خاص اعتماد حاصل رہا تھا، ایک ایک کر کے اٹھنے کے بعد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے خصوصی تعلق اور ان کی غیر معمولی خدمات کی وجہ سے بھی مقدمہ کی فرمائش کی اور اسی کو کافی سمجھا جسے قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ مجموعہ ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء میں منظرِ عام پر آکر مقبول عام ہوا اور فضائل اعمال کے ساتھ اس کی تعلیم نے کام کرنے والوں کے علمی افادات میں چار چاند لگا دیئے۔

معمولات واخلاق

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے معمولات میں ذکر وتلاوت، درود شریف اور نماز سے شغف کے علاوہ ارشاد وتربیت، ملنے والوں سے ملاقاتیں، گھر کے لیے وقت فارغ کرنا، تہجد کا غیر معمولی اہتمام اور جماعتوں کو رخصت کرنا، مصافحہ اور دعا وغیرہ کے معمولات تو پورے سال کے تھے جس میں تدریسی ذمہ داریاں بھی تھیں، رمضان المبارک کے معمولات کا خلاصہ برادر محترم مولانا عبدالسلام خطیب ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اپنے ایک مشاہدہ کے طور پر اس طرح تحریر کیا ہے۔

"مرکز کی مسجد میں تراویح سنانے کا معمول، بڑی اچھی تلاوت، آواز بڑی عمدہ اور صاف سننے والوں کا جی چاہتا تھا کہ آپ پڑھتے ہی رہیں ع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

تراویح کے بعد آپ کی مجلس ہوتی تھی، آپ کمرہ میں تشریف فرما ہوتے، پہلے عرب حضرات تشریف لاتے، تھوڑی دیر دسترخوان پر بیٹھتے، کچھ پوچھنا ہوتا تو پوچھتے اور اٹھ جاتے، پھر دوسرے حضرات آکر مولانا کے خوان نعمت سے مستفید ہوتے، اس وقت آپ لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے، اس سے آپ کی علمی گہرائی اور نصوص شریعت پر نظر کا لوگوں کو اندازہ ہوتا، بعض حضرات نے تصوف کی گہری اصطلاحات کے متعلق پوچھا، تو آپ نے ان کو عملی امور کی طرف متوجہ فرمایا، ایک عرب مہمان نے

جو اپنے اعتبار سے دعوت کی محنت کی ترتیب پر چل رہے تھے، عرض کیا: میرے والد مجھ کو منع کرتے رہتے ہیں، میرے مقابلہ میں میرے دوسرے بھائی کو ترجیح دیتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ آپ اپنے والد کا احترام کریں، ان کی خدمت کریں اور کبھی ان کے منع کرنے پر مہینے کے تین دن نہ لگائیں، پھر دوسرے ماہ ان سے کہئے کہ ابو میں نے آپ کے منع کرنے پر گزشتہ ماہ وقت نہیں لگایا تھا، آپ اجازت دیں تو کچھ وقت لگالوں، اسی طرح ایک ہندوستانی نوجوان آئے اور کہنے لگے کہ حضرت میں اپنے والد سے دس دن یا ایسے کم وبیش کی اجازت لے کر نکلا تھا، لیکن میں نے چالیس دن (چلہ) پورا کرلیا ہے، اب چار ماہ پورا کرنا چاہتا ہوں، مولانا فوراً ناراض ہوگئے اور ذرا سخت لہجہ میں فرمایا کہ پہلے گھر واپس جاکر اپنے والدین سے معافی مانگو، اور ان سے کہو کہ میں چند دن کی اجازت لے کر گیا تھا اور چلہ پورا کیا، اب آپ حضرات کی اجازت ہو تو میں چار ماہ پورے کرلوں، اس طرح کی آپ کی تربیت تھی، اور اپنے کارکنوں کی عملی رہنمائی کہ اپنے جوش وجذبات اور مجاہدات وقربانیوں کو شریعت کے تابع رکھیں، شریعت کے نصوص واحکامات اصل ہوں اور باقی سب اس کے ماتحت ہوں۔

اسی طرح جماعتوں کی روانگی کے مواقع پر جب آپ دعا ومصافحہ کے لیے تشریف لاتے تو جماعت میں نکلنے والے احباب کو رات کے اعمال پر بڑی تاکید سے متوجہ فرماتے اور فرماتے کہ بھائیو! دن میں کرنے والے کام تو آپ نے سن لئے، اب رات کے کام کو سنئے، رات میں اٹھ کر تہجد پڑھیں، خوب اپنے تعلق کو اللہ سے مضبوط کریں، اللہ سے خوب لو لگائیں وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح اپنی دعاؤں میں تمام مدارس ومکاتب اور خانقاہوں، دینی اداروں اور کاموں نیز تمام مسلمانوں کے مسائل کے حل اور سب کے لیے عفو وعافیت ومغفرت کی دعائیں مانگتے تھے۔

مولانا کا پورا وقت اپنے جسمانی عوارض ومسائل کے باوجود امت مسلمہ کی فلاح وبہبود کی فکر میں گزرتا تھا، دور دراز کے خوب دعوتی اسفار بھی کئے، آپ کے ساتھ

کام کرنے والے افراد آپ کے اوصاف حسنہ اپنے ساتھیوں کی دلجوئی، آپ کی ظرافت ومحبت اور آپ کی صفات صالحہ کے ہمیشہ مداح ومعتقد رہے"۔(۱)

مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی (رفیق خاص حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلویؒ) کے فرزند مولانا عبداللہ جھانجھی روز کے معمولات اس طرح بیان کرتے ہیں:

"فجر سے پہلے تہجد میں اٹھ جاتے تھے اسی میں تلاوت بھی فرماتے، فجر کی نماز باجماعت ادا کرتے پھر ان کے کمرہ میں بعض خواص ملنے والے بیٹھتے، ان کے پاس بیٹھتے پھر آرام کرتے پھر چائے وغیرہ نوش فرماتے، پھر نو بجے مشورہ میں جاتے تھے، مشورہ کے بعد کتاب کا مطالعہ فرماتے اور سبق پڑھاتے، پھر خطوط پڑھتے اور ان کے جوابات لکھاتے، پھر جو ملنے کا خواہاں ہوتا اس سے ملتے، ۱۲/بجے دن کو جو جماعتیں روانہ ہوتی تھیں ان کے پرچے دیکھتے اور جو چیز اصلاح طلب ہوتی اصلاح فرماتے، اور ۱۲:۳۰/بجے مسجد جاتے اور روانگی کی بات کرتے اور واپسی کی بات کرتے پھر دعا فرماتے، پھر مہمانوں سے مصافحہ کرتے، اور مصافحہ سے فارغ ہو کر نظام الدین کے رفقاء کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا تناول فرماتے، بیرون کے مہمان بھی وہیں حال میں کھاتے، کھانے کے بعد چند ساتھیوں کے ساتھ جو معذور ہوتے ان کے ساتھ نماز ظہر ادا کرتے، مولانا زہیر الحسن صاحب (صاحب زادہ) امامت کرتے، پھر وہ آرام فرماتے، ظہر کے بعد صحیح بخاری شریف کا سبق پڑھاتے، اور عصر تک یہی معمول رہتا، عصر بعد گھر والوں کے ساتھ چائے پیتے، اور کچھ دیر بیٹھتے یہ مغرب تک معمول رہتا۔

مغرب بعد تھوڑی دیر ساتھیوں سے ملاقات کرکے چند رفقاء کے ساتھ ذکر کرتے، یہ ذکر جہری کا معمول پون گھنٹہ ایک گھنٹہ چلتا، پھر عشاء کی نماز باجماعت ادا کرتے، پھر کھانا کھاتے، کھانا کھا کے تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام فرماتے یہ مختصر مجلس ہوتی پھر آرام فرماتے، یہ روز کے معمولات تھے"۔

---

(۱) ماہنامہ بانگ حرا لکھنؤ، شمارہ اپریل ۲۰۱۴ء

خطوط کے جوابات دینے کا ہمیشہ بڑا اہتمام رکھا، اوراس میں طلبہ اور چھوٹوں کے خطوط کو بھی اہمیت دیتے تھے، جس میں ان کی ہمت افزائی بھی ہوتی اور داعیانہ کردار اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کی صورت بھی ظاہر ہوتی، مولانا مسعود عزیزی ندوی مدیر ماہنامہ ''نقوش اسلام'' سہارنپور نے اپنے زمانہ طالب علمی کا حوالہ دیا ہے جوان کے عریضہ کے جواب میں مولانا مرحوم نے ارسال فرمایا تھا مولانا مرحوم نے ان کو لکھا:

''امید ہے اپنی تعلیمی مصروفیت کے ساتھ آپ کی دعوت کے کام میں اہتمام سے شرکت ہو رہی ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ کو عامل قرآن، سنت کا علمبر دار اور دین کا داعی بنائے''۔

(مورخہ ۱۶/ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ)

اجتماعات کے معمولات میں جمعہ کی امامت، خطبہ وغیرہ اور فضائل ذکر و بیان اور بعض دوسری ذمہ داریاں جو مشورہ میں طے ہوتیں اوران کے سپرد کی جاتیں ان کو آپ بجالاتے، سفروں میں روزنامچے لکھنے کا معمول اور خطوط کے ذریعہ اپنے بڑوں کو اطلاع اور چھوٹوں و اہل خانہ کی دریافت حال اور اپنے احوال کی اطلاع بھی تھی، اس میں وہ کوتاہی نہ برتتے، اور جہاں اجتماع ہوتا وہاں کے علماء و مشائخ کی مزاج پرسی اور ان کی نسبت کا احترام ملحوظ رکھتے، چنانچہ لکھنؤ کے اجتماع میں وہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب فراش تھے کی عیادت کو جاتے۔

اسی طرح جب ہتھورا باندہ کا عظیم اجتماع منعقد ہوا تو اس میں حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت کے احترام میں اپنی شرکت یقینی بنائی اور خود اپنے تقاضہ سے اجتماع گاہ سے مدرسہ کا معائنہ کرنے گاڑی سے گئے۔

حضرت مولانا ابرارالحق حقی ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ انتقال پیش آیا تو مرکز نظام الدین دہلی سے نمائندے بھیجے، اور اسی طرح داعی اسلام مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ میں بھی ندوہ میں نمائندگی مولانا عبدالرشید بلیاوی صاحب نے کی۔

انہی معمولات اور آپ کے اخلاق وسلوک میں اپنوں اور دوسروں کا خیال اور فکر بھی تھا جس کی ایک واضح مثال ان کا ایک اہم مکتوب ہے جو انہوں نے اپنے ایک تعلق رکھنے والے کو تحریر فرمایا جب وہ ایک چوٹ کے شکار ہو گئے تھے وہ مکتوب ملاحظہ ہو:

عزیزم مصباح الدین سلّمہٗ (۱)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تم حضرت مولانا رابع صاحب مدظلہ کے ساتھ یہاں تشریف لائے، پہنچتے ہی جو حادثہ پیش آیا اور ملاقات بھی نہ ہو سکی، اس سے بہت ہی رنج وقلق ہوا، اور چوں کہ خاص مجھ سے ملنے کے واسطے آئے تھے اس لیے اور بھی خیال لگا رہا، امید ہے کہ تمہاری ٹانگوں کا آپریشن ہو گیا ہوگا، اور صحت کی طرف طبیعت چل رہی ہوگی، اللہ جل شانہٗ عم نوالہ اپنے فضل وکرم سے تمہیں جلد از جلد صحت نصیب فرمائے، اور خیر وعافیت کے ساتھ ملاقات نصیب فرماوے، تم نے ایک مہمان کے ہاتھ حضرت مولانا کی کتاب ''رہبر انسانیت'' (۲) بندہ کے لیے بھیجی بہت خوشی ہوئی، اللہ جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں پر الحمد للہ سب خیریت سے ہیں حضرت مولانا دامت برکاتہم اور مولانا واضح صاحب، مولانا سعید الرحمٰن صاحب، مولانا ہارون صاحب (۳) سے بشرط سہولت سلام مسنون اور درخواست دعا، بندہ سب حضرات کی دعاؤں کا محتاج ہے۔

فقط والسلام

بندہ محمد زبیر الحسن

---

(۱) مصباح الدین صاحب، متعلق مہمان خانہ ندوۃ العلماء لکھنو۔ (۲) حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی زید مجدہم کی مقبول عام سیرت پاک پر تصنیف (۳) مولانا محمد ہارون ندوی مظاہری ناظر کتب خانہ ندوۃ العلماء لکھنؤ

علالت ووفات

حضرت مولانا زبیرالحسن کاندھلوی کی وفات کی صاعقہ اثر خبر دوپہر ۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ ۱۸/ مارچ ۲۰۱۴ء کو سوشل میڈیا سے ہر طرف پہنچ گئی تھی اور اسی وقت ہمت کرنے والوں نے جنازہ میں شرکت کا پروگرام بنا لیا تھا۔ جہاز، ٹرین، بس اور ذاتی سواریوں سے قریب و دور سے چاہنے والے اس طرح پہنچتے گئے کہ جیسے اس کے لیے صور پھونک دی گئی ہو، نماز جنازہ ان کے خاندان کے سب سے بزرگ عالم دین و شیخ طریقت مفسر قرآن اور سرپرست خاندان جماعت تبلیغ حضرت مولانا مفتی محمد افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم نے پڑھائی، جو اپنے اعذار و امراض اور دشواریوں کے باوجود کاندھلہ سے تشریف لائے، نماز رات میں ہوئی بنگلہ والی مسجد کے باہری شمالی مشرقی حصہ میں بانیان و امیران جماعت تبلیغ کے ساتھ تدفین عمل میں آئی۔

دعوت و تبلیغ کا کام حسب معمول جاری رہا، جو اپنے آغاز سے کسی حادثۂ وفات اور کسی دوسرے سانحہ وغیرہ سے کبھی متاثر نہیں ہوا، اور اس کا کام جاری رہا، جماعتوں کی تشکیل، وفود کا استقبال، جماعتوں کا نکلنا اور ان کے لیے روانگی کی ہدایات وغیرہ سب کچھ اسی طرح معمول کے مطابق جاری تھیں، لیکن پوری فضا سوگوار اور آنکھیں اشکبار تھیں، اور اس عہد کو یاد کر رہی تھیں جو ان کی ذات سے وابستہ تھا، حضرت مولانا بڑے صابر و شاکر اور متحمل مزاج اور ذاکر و شاغل عالم و داعی معلم و مربی تھے، جسم کے زیادہ فربہ ہونے سے ان کو جن دشواریوں کا سامنا رہا، اس کو انہوں نے نہ اپنے لیے نہ دوسروں کے لیے مسئلہ بننے دیا، البتہ آخر میں اس کی وجہ سے شوگر، بلڈ پریشر، گردہ اور پھیپھڑے کے امراض وغیرہ اپنا دباؤ بناتے تھے مگر مولانا ان کے دباؤ میں نہ آتے، اور پورے صبر و تحمل اور تسلیم و رضا سے برداشت کرتے رہتے، یہاں تک کہ معمولات وغیرہ میں بھی فرق نہ آنے دیتے تھے، کئی بار اسپتال میں ایڈمٹ بھی

ہونا پڑا، اور ایسا بھی سامنے آیا کہ ڈاکٹروں نے نبض اور سانس کو دیکھ کر ایسی مایوسی ظاہر کی کہ وفات کا اعلان ہوتے ہوتے رہ گیا، یہ حضرت مولانا کی کرامت تھی کہ وہ بالکل ایسے ہو جاتے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا، ان کے استاد اور صاحب کشف بزرگ ومحدث جلیل حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پور دامت برکاتہم نے صحیح فرمایا کہ "مولوی زبیر الحسن اپنی بزرگی سے اتنا چل گئے"۔

برابر ان کی عیادت ومزاج پرسی کے لیے لوگ آتے جاتے رہتے، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ اپنے رفقاء کے ساتھ عیادت کے لیے تشریف لے گئے، بڑی خوشی اور تعلق کا اظہار فرمایا، اور اپنے فرزند سعید مولانا زہیر الحسن کو تاکید کی کہ وہیل چیر سے حضرت کو گاڑی تک لے جائیں۔

چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا لحاظ ان کے آرام کا خیال اور تکریم وتوقیر اور مہمانوں کا اکرام، آنے جانے والوں کے کھانے اور آرام کی فکر یہ سب ان کی وہ خصوصیات تھیں جو بیماری میں بھی اسی طرح سامنے آئیں جو صحت میں دیکھنے کو ملتی تھیں، جس کا خود راقم کو تجربہ اور مشاہدہ ہے اور ان کے خاص متعلقین ہم نشینوں سے تفصیل اور حقائق کا علم ہوا(۱)

اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے مراتب خوب بلند تر کرے اور انبیاء صدیقین، شہداء وصالحین کے ساتھ حشر اور اپنا قرب خاص عطا فرمائے، آمین۔

پس ماندگان اور کنبہ

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی صاحبزادی بی بی ذاکرہ سے تین محرم الحرام تیرہ سو چون ۴ ۱۳۵ھ میں بمہر فاطمی نکاح کیا، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح پڑھایا اور اگلے سال ۱۲؍ربیع الاول ۱۳۵۵ھ کو رخصتی ہوئی جس کی تفصیلات حضرت شیخ نے آپ بیتی میں تحریر فرمائی ہے۔

---

(۱) خصوصاً مولانا یونس ندوی بھٹکلی ان کے بھائی مولانا یحیٰی ندوی اور بہنوئی مولانا محمد غزالی ندوی سے جن کا مستقل وہیں قیام ہے۔

اس نکاح سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹے محمد انوار الحسن، محمد معاذ الحسن اور مولانا محمد زبیر الحسن اور دو بیٹیاں خولہ اور صادقہ بی عطا کیں، ان میں مولانا محمد زبیر الحسن اور صادقہ بی باقی رہے اور ایک بہن بھائی کم عمری میں ہی انتقال کر گئے، صادقہ بی کا نکاح مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری سے ہوا اور ان سے دو بیٹے مفتی سید محمد صالح اور مولوی سید محمد یاسر اور صاحبزادیاں ہیں مفتی سید محمد صالح مولانا زبیر الحسن صاحب کے داماد بھی ہیں، مولانا زبیر الحسن صاحب کا نکاح ۲۵ر شوال ۱۳۸۸ھ، ۱۵ر جنوری ۱۹۶۹ء بدھ کو مولانا حکیم محمد الیاس سہارنپوری کی صاحبزادی طاہرہ بی ہمشیرہ مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری سے ہوا ان سے تین صاحبزادے مولانا محمد زہیر الحسن، مولانا محمد صہیب الحسن اور مولانا محمد خبیب الحسن اور تین صاحبزادیاں ہیں صاحبزادیوں کے عقد بالترتیب مولانا محمد جعفر فرزند حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری اور مولانا سید محمد نعمان ابن مولانا سید محمد سلمان مظاہری اور مفتی سید محمد صالح فرزند مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری سے ہوئے۔

بڑے صاحب زادے مولانا محمد زہیر الحسن صاحب اپنے والد کی جگہ وہ امور انجام دے رہے ہیں جو ان کے لئے مشورہ میں طے کئے جاتے ہیں، اور دعا میں ان کا وہی انداز اور لب ولہجہ اور سوز گداز ہے جو ان کے عظیم والد اور عظیم دادا سے انہیں موروثی طور پر ملا ہے ہے بارك الله فيه و تقبله و اطال بقائه اور ان کے دونوں بھائی مولوی صہیب اور مولوی خبیب بھی خوش مزاج، با اخلاق مہمان نواز اور دعوتی کاموں میں اچھے معاون و رفیق ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ ورقاہم ان کے علاوہ اہلیہ محترمہ و ہمشیرہ محترمہ ہیں اللہ ان کے سایہ عاطفت کو صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھے۔

مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کی والدہ ماجدہ جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی صاحبزادی تھیں کا انتقال ضعف عمر اور (شوگر) کی بیماری کی وجہ سے آنکھ کے آپریشن کے دو ماہ کے بعد ۲۳ر مارچ ۱۹۸۸ء مطابق ۵ر شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ نظام الدین

دہلی میں ہوا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرکز کی پچھلی عمارت میں تدفین عمل میں آئی جہاں ان کی بہن اور خاندان کی دوسری خواتین اور مولانا ہارون صاحب (والد ماجد حضرت مولانا محمد سعد صاحب امیر تبلیغی جماعت) مدفون ہیں۔

والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے والدہ کے انتقال کے ۷ سال کے بعد وفات پائی، مولانا محمد زبیر الحسن صاحب نے ان صدمات کو اور والدہ کی وفات سے ۶ سال قبل اپنے نہایت شفیق نانا اور مربی وسرپرست حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی وفات کا صدمہ اٹھایا تھا ان تمام صدمات کو اپنی بڑی ایمانی طاقت سے برداشت کیا لیکن ان کی شفقتوں کو آپ کبھی بھلا نہ سکے۔

ممتاز معاونین ورفقاء اور علماء:

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خطہ میوات قوت بازو بن کر سامنے آیا تھا اور اس نے اس کام کو ایسا اوڑھ لیا تھا جیسے اس کام کے لیے اس کی بعثت ہوئی ہے، ان میں میاں جی عبدالرحمٰن میواتی جو نومسلم اور مستجاب الدعوات وصاحب دل بزرگ تھے اور نظام الدین میں مقیم تھے، حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا اعتماد رکھتے تھے، ان کے بعد میوات کے لوگوں میں میاں جی محمد موسیٰ، میاں جی محمد عیسیٰ فیروز پور نمک اور میانجی محراب اور پھر میاں جی عبدالرحمٰن رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں ان میں میاں جی محراب مرحوم نے آخر میں بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی اور ان کی ہدایات اور مشورے بڑی قیمت رکھتے تھے۔ اور وہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی بنائی ہوئی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ اور اس وقت ان سب کی یادگار میاں جی عظمت زید مجدہ ہیں جن کے مشورے اور بیانات سے اہل دعوت وتبلیغ برابر مستفید ہوتے رہے ہیں، ان میں کچھ وہ ہیں جن کی دعائیں اور شفقت حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب وغیرہ کو ملیں، اور کچھ وہ ہیں جن سے عملی تعاون ورفاقت ملی۔

مرکز نظام الدین دہلی میں مقیم حضرات علماء میں حضرت مولانا محمد عمر پالن پوری علیہ الرحمہ کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب سہارنپوری، حضرت مولانا محمد ابراہیم دیولوی، حضرت مولانا احمد لاٹ ندوی گجراتی، مولانا عبدالستار میواتی، مولانا محمد مستقیم بستوی، مولانا محمد غزالی ندوی بھٹکلی، مولانا محمد شوکت قاسمی سیتاپوری، مولانا محمد شریف بارہ بنکوی، مولانا جمشید اعظمی، مولانا یوسف سیلونی وغیرہ کا کام اور تعاون خاص طور پر قابل ذکر ہے، جب کہ علمی تعاون میں مولانا محمد الیاس بارہ بنکوی کی تحقیقات ونگارشات نے بڑا فائدہ پہونچایا ان کے ساتھ ایک نام مولانا محمد یونس پالن پوری کا بھی ہے جن کا مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی سے خاص تعلق رہا ہے۔

اور عصری تعلیم رکھنے والے طبقے کے ممتاز افراد میں پروفیسر نادر علی خاں صاحب مدظلہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ وہ ایک صاحب دل وصاحب ارشاد وتربیت بزرگ ہیں، ان کے علاوہ پروفیسر خالد صدیقی علی گڑھ، پروفیسر عبدالعلیم (علی گڑھ) پروفیسر ثناء اللہ (علی گڑھ)، پروفیسر عبدالرحمٰن (مدراس) بھائی محمد فاروق (بنگلور) نعیم اللہ خاں صاحب مرحوم (حیدرآباد) ڈاکٹر کلیم احمد عاجز مرحوم (پٹنہ بہار) بھائی محسن صاحب (لکھنؤ) کے پروفیسر انعام صاحب دہلی، جناب اقبال حفیظ (بھوپال)، اور حاجی شریف مرحوم (حیدرآباد) نام خاص طور پر اہمیت کے حامل ہیں۔

دوسرے ممتاز حضرات میں جن کی اس کار دعوت وتبلیغ میں اچھی رفاقت رہی اور وہ مرکز نظام الدین میں مقیم رہے، قاری ظہیر خورجوی، منشی بشیر صاحب اور مولانا محمد بن سلیمان جھانجھی رحمہم اللہ کے نام بھی ہیں، خاص طور پر مولانا محمد بن سلیمان جھانجی مرحوم جن کا تعلق رویدرا (گجرات) سے تھا، وہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے امیر منتخب ہونے کے بعد سے ان کی خدمت میں ایسے پڑ گئے تھے کہ ان کے بعد بھی یہ در نہیں چھوڑا، اور ان کی برکات سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا رہا۔

مولانا جھانجھی مرحوم کا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی سے ربط وتعلق اس

نسبت سے زیادہ گہرا اور زیادہ وقت کا تھا، حرم کے ایک سفر میں احرام کی حالت میں کہ وہ مدینہ پاک سے مکہ معظّمہ حاضر ہو رہے تھے، وفات پائی اور مکہ معظّمہ میں احرام کی حالت میں مدفون ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً ان کے صاحبزادے مولانا عبداللہ جھانجھی صاحب کو بھی مرکز کے قیام کے باعث خدمت اور رفاقت کے مواقع حاصل ہوتے رہے انہوں نے اپنے والد مرحوم کے متعلق سوانحی دستاویز بھی تیار کی ہے جس سے اس دور کے حالات اور حقائق سے اچھی واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ بارک اللہ فی حیاتہ۔

دوسرے معاون حضرات میں مولانا قاسم قریشی مرحوم (بنگلور) مولانا مصباح الدین (بھوپال) مولانا اسماعیل گودھرا (گجرات) مولانا چراغ الدین (راجستھان) مولانا محمد شمیم (ہاٹا) مولانا عبدالرحمٰن رویانہ (ممبئی) مولانا محمد یونس مرحوم (پونہ والے) مولانا ذوالفقار صاحب مرحوم (چترا جھارکھنڈ) مولانا محمد موسیٰ مرحوم (کیرالا) مولانا محمد یونس برماور ندوی (بھٹکل) مفتی شہزاد ندوی (دہلی) اور ایسے بہت سے قابل ذکر حضرات ہیں جن کے نام لئے جاسکتے ہیں لیکن یہ موضوع زیادہ تفصیل اور مفصل تبلیغی تاریخ کا ہے اس لئے اسی پر اکتفا کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے اور وہ بہترین جزاء دینے والا ہے۔

سرخ رو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے پس جانے کے بعد

باب پنجم

اوصاف وخصوصیات

امتیازات وکمالات

قرآن مجید سے شغف

قرآن مجید سے شغف یہ حضرت مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ کا وہ امتیاز ہے جس میں اپنے اقران ومعاصرین پر صاف طور پر فوقیت رکھتے نظر آتے ہیں، قرآن مجید کی خوب تلاوت کرتے، اور خوب تیز، صاف اور رواں پڑھتے، مخارج کا بھی پورا خیال رہتا، بالکل نوعمری میں ۱۶ سال کی عمر رہی ہوگی ایک ہی شب میں تن تنہا تراویح میں اور کچھ نوافل میں سنا کر قرآن مجید پورا کر دیا تھا، یہ بات بھی ان کے متعلق مشہور ہے کہ دہلی سے سہارنپور کے راستہ میں جس کی مسافت دوسو کیلومیٹر ہے قرآن مجید مکمل کر لیتے تھے، رمضان المبارک میں تو صبح شام کا یہی معمول ہوتا، رات میں تراویح کے علاوہ نفلوں میں پڑھتے، نفلوں میں قرآن مجید سننے میں حفاظ کی باری لگا لیتے، مقررہ وقت میں جو حد ان کو دی جاتی اس میں ایک حافظ پورا کرتا اور دوسرا حافظ شروع کرتا، آپ رواں اور صاف پسند کرتے، اور قرآن مجید کے معاملہ میں طبیعت اتنی حساس تھی کہ اس میں کوتاہی، غفلت اور سستی ان کے لیے ناقابل برداشت ہوتی، یہ اصلاً اس کا اثر اور نتیجہ تھا جو آپ کو قدرت سے بطور عطیۂ خاص سوز عشق اور تعلق مع اللہ نصیب ہوا تھا۔

درود شریف

درود شریف کی کثرت آپ کا امتیازی عمل ہے، آپ ساری مشکلات کا حل مصائب کا مداوا اسی میں جانتے اور اسی میں امراض کی شفا اور اسی کو روحانی ترقی اور تقرب الی اللہ کا نہایت مؤثر ذریعہ سمجھتے، مختلف احوال ومواقع پر جو انسان کو پیش آتے ہیں اس سے مدد حاصل کرنے کو فرماتے خود میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میری والدہ ماجدہ رحمہا اللہ تعالیٰ کا سانحہ انتقال پیش آیا تھا، تعزیت کرتے ہوئے فرمایا درود شریف خوب پڑھو اس سے سکون حاصل ہوگا اور طمانینت ملے گی، خود وہ اس کا بہت ورد رکھتے اس لیے بھی کہ اللہ کا اہل ایمان کو اس کا حکم ہے، اور یہ سبھی اہل ایمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ اور سب سے بڑھ کر خود اللہ تعالیٰ کا یہ عمل ہے جس کو اس طرح واضح بھی فرمایا ہے "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا" (سورۃ احزاب:۵۵)

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر درود پڑھتے ہیں اے ایمان والو تم ہی نبی پر درود وسلام پڑھو!

ذکر کا التزام واہتمام

ذکر اللہ کا ان کو شوق وذوق اپنے نانا ابا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی گود سے جس میں وہ پلے بڑھے تھے اور خانقاہ رائے پور سے ملا جس کی پوری فضا اس سے معمور تھی اور بقول اصحاب کشف وادراک: پتہ پتہ سے اللہ اللہ کی آواز آتی تھی، انہیں یقین تھا کہ اس وقت دنیا میں شرک وکفر والحاد وزندقہ اور طرح طرح کے گناہوں کی جو تاریکیاں ہیں ان کو ذکر اللہ کا نور ہی کافور کرسکتا ہے۔ نظام الدین مرکز کے نظام میں ذکر اللہ کی اہمیت وفضائل کی طرف ہمیشہ چھوٹے بڑے اجتماعات اور انفرادی طور پر توجہ دلائی جاتی رہی ہے، آپ نے خود اس کا التزام واہتمام آخر عمر تک برابر اتنا رکھا کہ آپ کے حال قال سے اس کی خوشبو آنے لگی تھی اور آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر اس کی فکر پیدا ہونے لگ جاتی تھی، سفر میں ہوں یا حضر میں آپ اپنے یہ معمولات ذکر ضرور پورے کرتے، سہارنپور میں اگرچہ آپ حالت سفر میں ہوتے مگر حال یہ ہوتا کہ مغرب بعد کنواڑ بند کرلیتے اور گھنٹہ دو گھنٹہ انہی معمولات میں ذکر جہری وسری اور مراقبات واشغال وغیرہ میں مشغول رہتے اور اس وقت کسی ملنے والے کے لیے ملنے کی اجازت نہ ہوتی نہ کوئی اس کی ہمت وجرأت کرسکتا تھا۔(۱)

علوئے منزلت

صحیح حدیث (۲) میں جن سات لوگوں کو عرش الٰہی کے زیر سایہ ہونے کی بشارت دی گئی ہے آپ کی صفات وکمالات کا جائزہ لیا جائے تو آپ ان ساتوں گروہوں کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔

---

(۱) روایت مولوی عبدالعزیز ثانی مظاہری، رائے بریلوی

(۲) صحیح البخاری کتاب الأذان باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاة: ٦٦٠، وصحیح مسلم کتاب الزکاة باب فضل اخفاء الصدقة: ١٠٣١

۱۔امام عادل: اللہ نے آپ کو عالمی تبلیغی دعوتی تحریک کا ذمہ دار بنایا اور آپ نے اس کی نوعیتوں کے فرق کے ساتھ جہاں جس انصاف کی ضرورت تھی اس سے کام لیا اور پھر بھی اللہ سے ڈرتے رہے۔

۲۔ وَ شَابٌّ نَشَأَفِی عِبَادَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: عبادت گزار نوجوان کے طور پر آپ دیکھے اور پہچانے گئے، اور جوانی کا استعمال اللہ کی اطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں کیا اسی لیے جوانی میں ہی آپ بزرگ سمجھے جاتے تھے، آپ کے رکن خاندان برادر گرامی مولوی اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کہتے ہیں کہ ''میری والدہ (دختر حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی) فرماتی تھیں بھائی زبیر کے پاس کچھ وقت بیٹھا کرو، وہ بزرگ آدمی ہیں''۔

۳۔وَ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ: کہ دل مسجد سے ایسا مربوط ہو جائے کہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار رہے، نماز سے ان کا تعلق ایسا ہی مضبوط تھا جیسا بزرگوں کی شان اور مومن صادق کی پہچان رہی ہے، کبھی اس میں تساہلی اور غفلت سے کام نہیں لیا، اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں غفلت اور تساہلی کی تلافی ممکن نہیں۔

۴۔وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ ،اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ: آپ یوں تو اخلاق و برتاؤ سب کے ساتھ اچھا رکھتے اس لیے کہ اس کا حکم ہے اور حدیث پاک ''وخالق الناس بخلق حسن'' کہ لوگوں کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آؤ، لیکن محبت کی بنیاد اللہ سے نسبت و تعلق پر ہوتی ہے اور خالص دینی بنیاد پر آپ نے اور مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ مزاجی فرق کے باوجود جس اشتراک عمل رفاقت کار، اتفاق و محبت اور خوش اسلوبی سے یہ دینی تبلیغی نظام چلایا اور ایک دوسرے کا ساتھ دیا یہاں تک کہ ایک رفیق اپنے مالک کے حضور حاضر ہو گیا۔ ایک ایسی نظیر قائم کی جس میں دوسروں کے لئے بڑا نمونہ ہے اور اس وحدت و اتفاق و محبت کو قائم رکھنے کی دعوت

و پیغام تادم آخر دیتے رہے آخر میں تو ان کا یہ حال ہوگیا تھا کہ انہی کی طرف نظام الدین کے سبھی امور کو محول کر دیتے اور ان کی رائے کو اہمیت و ترجیح دیتے۔

۵۔ **عفت و خشیت:** حدیث میں آتا ہے "وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ أَخَافُ اللّٰهَ" کہ ایسا شخص جس کو ذی حیثیت اور حسین وجمیل عورت معصیت کی دعوت دے اور وہ یہ کہتا ہوا انکار کر دے کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں، اس عفت وخشیت کی جامع شخصیت مولانا مرحوم تھے اگر چہ ان کو اس آزمائش سے گزرنا نہیں پڑا لیکن قلب ونگاہ کی حفاظت انہوں نے آغاز بلوغ سے ہمیشہ رکھنے کا اہتمام وفکر کیا۔

۶۔ "وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ" یعنی ایسا شخص جو ایسا چھپا کر صدقہ کرے کہ بایاں ہاتھ بھی نہ جانے کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، چنانچہ آپ لوگوں کی بڑی بڑی ضروریات کی تکمیل میں اس طرح معاون بن جاتے جس کا تصور محال ہے، آپ کی وفات کے بعد جانا گیا کہ کتنوں کا گھر آپ سے چل رہا تھا اور کتنوں کی مشکلات آپ کے ذریعہ دور ہو رہی تھیں۔

۷۔ "وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ" ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے آنسو بہنے لگے، مولانا کا یہ وصف بھی امتیازی وصف تھا، اللہ کے نام ونسبت سے وہ لرز جاتے اور اس کے شوق میں اور اس کی عنایات اور مہربانیوں کا خیال کر کے آنسو رواں ہو جاتے اور اسی یاد اور تعلق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا تعلق بڑھا دیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آتے ہی دل بے قرار ہو جاتا، ان کو ذکر کی حلاوت ولذت سے وہ سوز عشق نصیب ہوا تھا جس کی تمنا بڑے بڑے اولیاء واصفیاء کرتے رہے ہیں۔

محبت رسول ﷺ

اتباع سنت کا چھوٹی بڑی تمام باتوں میں خیال، درود شریف کی کثرت،

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کتب سیرت کے مطالعہ کا شوق واہتمام اور بار بار مکرر وسہ کرر پڑھنا اور پھر مزید شوق ہونا اور اہل بیت (اوران کی اولا د سادات واشراف) کا خیال ولحاظ بلکہ پاس وادب اور صحابۂ کرامؓ کی عظمت ومحبت اوراسی کے طفیل اہل اللہ، داعیانِ دین، علماء ومشائخ، متبعین سنت اور صلحاء کے اپنی مجلس میں تذکرے اوران سے متعلق کتابوں کے مطالعہ کا اہتمام وشوق یہ سب اسی محبت رسولؐ سے تھا، آج سے ۱۴ سال قبل مجھ سے مولانا مرحوم نے فرمایا کہ:

> ”میں نے حضرت مولانا علی میاں (ندوی) کی کتاب کاروان مدینہ(۱) کا مطالعہ دس بار کیا ہوگا اور ہر بار رویا ہوں“۔

اہل اللہ سے تعلق اور بڑوں کا ادب ولحاظ

اہل اللہ سے تعلق اس قدر تھا کہ ان میں سے کسی کے پاس بیٹھے ہوتے تو کبھی مصافحہ میں پہل نہ کرتے، بلکہ ان سے پہل کرنے کا اشارہ کرتے اس کا خود راقم کو حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کی موجودگی میں تجربہ ہوا جب اس نے مولانا مرحوم سے مصافحہ کرنا چاہا تو انہوں نے خود مصافحہ کے بجائے پہلے حضرت سے مصافحہ کرنے کو کہا۔

ان سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک فارغ التحصیل نوجوان عالم مولوی ایمن برماور نے جو جماعت میں وقت لگا رہے تھے بیعت کی درخواست کی فرمایا: حضرت مولانا محمد رابع صاحب سے بیعت ہو، ان نوجوان عالم دین نے مکرر عرض کیا تو بطور تاکید زور دے کر فرمایا میرا حکم ہے ان سے جا کر بیعت ہو۔ جماعت کے مخلص کارکن بھائی وسیم صاحب بھٹکلی سے معلوم ہوا کہ بعض دوسرے حضرات کی درخواست پر انہیں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ سے بیعت ہونے کو کہا کہ وہ ہمارے بھی بڑے ہیں۔

آخری بار جب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی خدمت میں ندوۃ

---

(۱) مطبوعہ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، عربی ایڈیشن ”الطریق الی المدینۃ“ کے نام سے ہے

العلماء میں تبلیغی اجتماع کی مناسبت سے آئے تو رخصت ہوتے وقت اپنا سر ٹوپی ہٹا کر پیش کیا کہ حضرت اپنا دست مبارک سر پر رکھ دیں، حضرت کو ان باتوں میں اپنے تکبر کا ڈر لگتا تھا اس لیے وہ ایسا بدرجۂ مجبوری ہی کرتے، مولانا کا تعلق چونکہ حضرت مولانا انعام الحسن نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے بمنزلۂ اولاد کے تھا اس تعلق خاطر میں اپنا ہاتھ آپ کے سر پر رکھا اس طرح بہت سے واقعات ہیں۔ میں مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی وفات کے چند ماہ بعد گیا تھا مجھے دیکھ کر دور سے بلایا اور فرمانے لگے کہ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب بالکل حضرت مولانا علی میاں ہو گئے، انہیں توجہ اتحادی حاصل ہو گئی ہے۔

اسی طرح حضرت مولانا قاری امیر حسن مظاہری نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بھی معاملہ تھا جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے خلفاء کبار میں تھے۔ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کی موجودگی میں ان کا مصافحہ سے گریز خود ایک موقع پر راقم نے دیکھا کہ کوئی ان کی طرف بڑھتا تو اسے اشارہ سے ادھر سے پہل کو فرما دیتے اور خود پہل نہ کرتے، حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری، حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی وغیرہ کے ساتھ بھی ان کے لحاظ احترام کے ساتھ پیش آتے، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے بڑوں کے بڑے تھے اور محی السنہ حضرت مولانا ابرار الحق حقی رحمۃ اللہ علیہ تو ان کے والد ماجد کے رفیق درس تھے، ان کے ساتھ سلوک والد کے ساتھ سلوک خیال کرتے تھے، ان کے جانشین حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہم کا بھی بڑا لحاظ فرماتے اور سب اہل دین سے محبت کرتے اور عقیدت رکھتے اور دین وملت کی کارگزار شخصیتوں کی قدر

کرتے اوراحترام کرتے تھے۔

چھوٹوں پرشفقت

چھوٹوں کی دلجوئی، اوران کے حال پرشفقت، اوران کی خیرخواہی، ان کے خطوط کا اہتمام سے پڑھنا اور جواب دینا، اوران کا غمگسار وغمخوار ہونا اور تربیت وتادیب یہ سب مولانا کے محاسن ہیں، اپنے گھر کے بچوں کو پانی پینے، کھانا کھانے، جوتا چپل پہننے، ان تمام باتوں میں دائیں بائیں کا فرق بتاتے اور سنت کی تعلیم دیتے اور وقت پر ٹوکتے۔

دوسروں کو بھی بال بچوں کا خیال رکھنے اور اس کے لیے مناسب وسائل اختیار کرنے کی بھی ترغیب دیتے، زیادہ دنوں کی بات نہیں ایک پرانے تعلق والے عالم دین نے دعا کے لیے عرض کیا کہ بچوں کی شادی کرنی ہے، مکان کی دعا فرمادیں، فرمایا بہو کو لاکر کہاں بٹھائے گا، انہوں نے پھر عرض کیا کہ اسی لیے دعا کے لیے عرض کررہا ہوں، حضرت نے فوراً فرمایا ضرور دعا کریں گے۔(۱)

چھوٹوں پر شفقت کا اظہار خطوط کے جواب دینے کے ذریعہ سے بھی فرماتے، ایک خط میں مجھے لکھا کہ:

> ”حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ کی جو سوانح آپ نے تحریر فرمائی تھی وہ بندہ کے پاس بھائی مصباح صاحب (۲) کے واسطہ سے پہنچ گئی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر دے اور آپ کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اس سے بھی مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا ہردوئیؒ کی خواب میں زیارت ہوئی، یہ آپ کے تعلق کی بات ہے، ان شاء اللہ حضرت کی توجہ آپ کی طرف ہورہی ہے۔

---

(۱) روایت مولانا عبدالعزیز ثانی مظاہری رائے بریلوی

(۲) مصباح الدین صاحب، ندوہ

اس خبر سے بھی مسرت ہوئی کہ آپ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مکتوبات جو حضرت مولانا علی میاں صاحب کے مرتب کردہ ہیں اس پر بھی کام کر رہے ہیں (۱)، اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، آسان فرمائے، اور خیر و عافیت کے ساتھ تکمیل تک پہنچائے، اور لوگوں کو اس سے نفع پہنچائے۔

ماہ مبارک قریب آتا جا رہا ہے، آپ سے بھی دعا کی درخواست ہے، اور سب پُرسان حال کی خدمت میں بھی فرداً فرداً سلام مسنون کے بعد دعاؤں کی درخواست ہے، حضرت مولانا محمد رابع صاحب کے تشریف لانے پر ان سے بھی مؤدبانہ سلام مسنون اور دعا کی درخواست فرما دیں''۔

والسلام
محمد زبیر الحسن،
بقلم محمد غزالی

ایک دوسرے خط میں بھی یہ شفقت اور غمخواری و دلجوئی کا جو پہلو ہے وہ بھی بہت نمایاں ہے کہ خود تأثر لیا اور اپنے اہل تعلق کو بھی تأثر میں شریک کیا، یہ خط بھی تعزیتی ہے جو راقم کو اس کی والدہ ماجدہ کے انتقال پر لکھا ہے۔

''اکابرین اور بزرگوں کی یادگاریں ایک ایک کر کے رخصت ہو رہی ہیں، اور کوئی ان کا بدل نہیں آ رہا ہے، اللہ جل شانہ

---

(۱) مکتوبات کا یہ مجموعہ اہل دعوت و تبلیغ اور اصحاب علم و فضل سبھی کے لئے بڑا مفید مجموعہ ہے جس میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی اور ان کے علاوہ دیگر اہل تعلق کے نام بھی مکتوبات ہیں یہ مجموعہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے شائع ہوتا رہا تھا ایک طویل مدت گزرنے کے بعد اس کی ضرورت محسوس کی گئی کہ توضیحی نوٹ کے ساتھ اسے منظر عام پر لایا جائے حضرت مولانا زبیر الحسن مرحوم کو یہ تجویز پسند آئی اور دعا دی، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے نام حضرت مولانا الیاس صاحب کے مکتوبات کے اضافہ کے ساتھ اس کا جدید ایڈیشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ سے زیر طبع ہے۔

ہمارے حال پر رحم فرمائے، انتقال کی اطلاع پر بھی ایصال ثواب کیا تھا، اور یہ تفصیلی خط پڑھ کر بھی اللہ جل شانہ نے توفیق عطا فرمائی۔ آپ کا خط گھر میں اپنی مستورات کو بھی پڑھوادیا، وہ سب بھی آپ کی مستورات کو سلام لکھوار ہی ہیں، تعزیت کر رہی ہیں اور ان سب نے حسب حیثیت ایصال ثواب کیا ہے۔

سب گھر والوں کو درود شریف کی بھی کثرت کی تاکید فرمائیں، کہ اس سے قلبی سکون حاصل ہوگا اور خیر و برکت بھی ہوگی"۔

والسلام

محمد زبیر الحسن

بنگلہ والی مسجد

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ

ندوۃ العلماء کے مہمان خانہ سے متعلق مصباح الدین صاحب نے ندوہ میں تبلیغی اجتماعات کے موقع پر مولانا علیہ الرحمہ کا خاص خیال رکھا وہ انھیں پھر بھولے نہیں، ندوہ جانے والا کوئی ملتا تو اس سے ان کا ذکر فرماتے اور جب اکابر ندوہ کو سلام کہلاتے فرماتے مصباح کو بھی سلام کہہ دینا اور بعض وقت ہم سے یہ بھی فرمایا کہ وہاں میرا ایک منّا ہے مصباح ان کو میرا سلام کہہ دینا۔

کسی کی اگر سرزنش فرماتے جس میں تادیب ہوتی تو دوسرا پہلو دلجوئی اور ہمت افزائی کا بھی رکھتے، تادیب چھوٹوں پر شفقت کا ہی ایک حصہ ہے، جس سے وہ غفلت نہ برتتے اور جب کہیں سفر وغیرہ میں ہوتے تو گھر کے بچوں، اولاد، بھانجوں، بھتیجوں سب کی خیر و خیریت معلوم کرتے اور محبت سے نوازتے، خاص طور سے بچیوں کا خاص خیال فرماتے، خدام اور رفقاء و معاونین کے ساتھ ان کا برتاؤ بڑا مشفقانہ اور محبت و نرمی کا رہا لیکن جب کہیں سرزنش کی ضرورت محسوس کی تو کبھی تحقیر آمیز لہجہ اختیار نہ کیا، نہ خود برائی کے

احساس سے کوئی قدم اٹھایا۔ رفقاء کے ساتھ خیال کس قدر تھا اس کے لیے تنہا مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ کی شہادت کافی ہے جوان کی زبان سے مولانا مرحوم کی وفات کا صدمہ محسوس کر کے ظاہر ہوئی، فرمایا: ہمیں ڈھارس پہنچانے والا چلا گیا۔(۱)

حلم اور رعب

اللہ نے مولانا علیہ الرحمہ کو غیر معمولی صبر و برداشت کی قوت اور حلم و بردباری کی صلاحیت وطاقت عطا فرمائی تھی، نہایت غصہ دلانے والی بات کو اس طرح پی جاتے جیسے وہ بات ان کے عین مطابق مزاج و مذاق تھی، یہ بات انہوں نے عین رضا جوئی کے جذبہ اور ایمان واحتساب کے یقین سے اختیار کی تھی کہ اس پر اللہ کے یہاں بڑا ہی اجر و ثواب ہے اور دنیا کے سماج میں محبت والفت کی فضا قائم کرنے کا ذریعہ ہے، بہت سے اوصاف کی طرح یہ وصف بھی اور اس کے نتیجہ میں رعب وداب کا حال بھی اپنے والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی اور نانا جان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہما اللہ سے موروثی طور پر بھی ملا تھا، اور اس میں آپ کی کم آمیزی کو بھی بہت کچھ دخل تھا، مولانا کے بعض خاص اہل تعلق نے یہ بات راقم کو بتائی کہ مولانا کے علوئے مرتبت میں جن اوصاف کا بڑا حصہ ہے ان میں ایک حلم وصبر ہے جس سے مولانا نے بہت سی اعلیٰ صفات اور تقرب الی اللہ کے اعمال اختیار کیے۔

صلہ رحمی

والدین کے حقوق کی ادائیگی کا ایک حصہ صلہ رحمی بھی ہے یہ وہ صفت ہے جو انبیاء ورسولوں کی خاص صفت رہی ہے اور ان کے پیروکاروں اور جانشینوں میں بھی یہ وصف نمایاں رہا ہے۔ اور یہ ان اوصاف میں سے ایک ہے جس پر اصطفاء واجتباء اور اونچے کاموں کے لیے اللہ کی طرف سے انتخاب ہوتا ہے، مولانا علیہ الرحمہ اپنے

---

(۱) روایت مولانا محمد شریف بارہ بنکوی

والدین کے نہایت فرماں بردار اوران سے خوب ہی محبت رکھنے والے اوران کے منشا مزاج اورراحت کا خوب خیال رکھنے والے تھے، اوران کی نسبت سے ان کی اولاد اور ان کے بھائی بہنوں کی اولاد اوردوسرے اعزہ واقارب کا بڑا خیال فرماتے، خاص طور سے تقریبات وغیرہ میں شرکت کرتے، کاندھلہ یا سہارنپور میں ایسی کوئی تقریب ہوتی تو وہاں کا سفر اپنے اہل خانہ کے ساتھ کرتے، اورانتقال سے ایک ماہ قبل اپنی نواسی کے عقیقہ کے موقع پر اولاد کی دلجوئی کا خیال فرماکر سہارنپور کا سفر فرمایا تھا، اوروہاں کے عزیزوں سے ملاقات فرماکر واپس نظام الدین تشریف لائے تھے، دیگر کمزوراعزہ کا بھی بڑا خیال کرتے اوران کی ضروریات معلوم کرکے اورکرید کرکے تکمیل حاجات میں حصہ لیتے اورخوب مدد فرماتے اس میں الاقرب فالاقرب کا بھی خیال رکھتے۔ان میں ان حقوق کی بھی ادائیگی تھی جو اپنے بڑوں کے انھوں نے محسوس کیئے تھے، چنانچہ مرکز نظام الدین میں عید گزار کر جب اعزہ واقارب سے ملنے سہارنپور آتے اورکاندھلہ تشریف لاتے تو یہاں کے بڑوں چھوٹوں سے ملاقات کرتے، اورچھوٹوں کو مانوس کرتے اوربے تکلف ہوتے، جہاں مدعو کیئے جاتے ان دعوتوں کو قبول کرتے اورآپ کی تشریف آوری سے اعزہ واقارب کے ہر گھر میں ایک نئی عید اورنیا جشن ہوتا، پھران مقامات پر بھی جاتے جہاں جانے کا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی یا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب، حضرت مولانا یوسف صاحب وغیرہ کا معمول رہا تھا، اسی لیے دیوبند کا بھی سفر کرتے اورشیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے اخلاف سے ملاقات کرتے۔

اس طرح سے صلہ رحمی اوراپنے بڑوں کے معمولات کا پاس رکھ کر وہ اس نیکی کے حصول کے لیے بھی کوشاں ہوتا ہے جو مسلم شریف کی حدیث میں بیان کی گئی ہے کہ:

"اِنَّ مِنْ أَبَرِّ الْبِرِّ صِلَةَ الرَّجُلِ أَهْلَ وُدِّ أَبِيهِ بَعْدَ أَنْ يُوَلِّيَ".(۱)

---

(۱) صحیح مسلم کتاب البر باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم:۲۵۵۲

ترجمہ: بہترین نیکیوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے باپ کے گزر جانے کے بعد اس کے محبت داروں سے تعلق قائم رکھے۔

اساتذہ کا ادب

اپنے اساتذہ کا ادب ولحاظ مولانا کو ہمیشہ بہت رہا، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجڑاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم ومتولی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری مدظلہم اور حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری ان سبھوں کا بڑا خیال فرماتے اورادب کرتے اور بڑے تعلق سے پیش آتے، سہارنپور جاتے اپنے اعذار کی وجہ سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب سے ملنے جانے پر قادر نہیں ہوتے تو گھر کے کسی اہم فرد اور قریبی عزیز کو خدمت میں سلام پیش کرنے کے لیے بھیجتے اور یہ خدمت اکثر ان کے عزیز ترین بھانجہ اور داماد مفتی سید محمد صالح صاحب کے حصہ میں آتی، جن سے حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ کو بھی خاص مناسبت ہے اور ان کی جانب سے مفتی سید محمد صالح صاحب کو اجازت وخلافت بھی حاصل ہے۔ اور علم کے احترام کی نسبت سے ان مصنفین کا بھی بڑا پاس وادب رکھتے جن کی کتابیں ان کے لیے درس وتدریس میں معاون ہوتیں۔

کم گوئی

حدیث شریف میں آتا ہے: "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْراً أَوْ لِيَصْمُتْ".(۱) (ترجمہ: جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان ویقین رکھتا ہے تو وہ اچھی بات کہے ورنہ خاموشی اختیار کرے) یہ حدیث پاک مولانا کا حال بن گئی تھی، اور وہ کئی کئی گھنٹہ بالکل خاموش رہتے، ان کی یہ خاموشی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

(۱)صحيح البخاري باب من كان يؤمن بالله واليوم الآخر: ۶۰۱۸

اطاعت وسنت پر ایک عمل ہے اور باعث اجر وثواب بھی وہ پاس انفاس اور ذکر قلبی کے ذریعہ تقرب الی اللہ کا عمل جاری رکھتے تھے لیکن اس کے ساتھ وہ ظریف الطبع بھی تھے اور ان کے حسن اخلاق اور خوش مزاجی سے لوگ بڑی اپنائیت محسوس کرتے تھے۔

صفائی قلب

مولانا کا دل کدورتوں سے صاف تھا اور تزکیہ جسے کہتے ہیں وہ ان میں اہل دل محسوس کرتے تھے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان سے آخری ملاقات کے بعد جب کہ انھیں اجازت وخلافت سے سرفراز بھی کیا جو پچھلی اجازتوں کی توثیق وتاکید تھی فرمایا تھا کہ وہ اس سے بلند ہیں، اسی طرح اور بھی حضرات مولانا کی شخصیت کی بلندی اور ان کے باطنی اوصاف وخصوصیات کو محسوس کرتے تھے جن کے حصول کے لیے بڑے بڑے مجاہدات وریاضات کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے بعد انسان ان اخلاقی اور مزاجی اوصاف وکمالات اور محاسن وفضائل سے متصف ہو پاتا ہے، ان کے استاد حضرت مولانا محمد یونس جونپوری مدظلہم شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور نے ان کی آخری علالت میں فرمایا کہ مولوی زبیر اپنی بزرگی سے اتنا چل گئے ورنہ ان کو جو تکلیف لاحق ہے اس میں مریض زیادہ چلتا نہیں، اور بھی دوسرے علماء ان کی مجلس وصحبت میں رہ کر قلب میں نورانیت محسوس کرتے، خود راقم نے بعض علماء کبار سے یہ تاثر سنا۔

اسی صفائی قلب کے نتیجہ میں ان کا قوت ادراک اور قوت کشفی تیز ہوگئی اگرچہ وہ بڑا تحمل رکھتے تھے اس لیے اس کا اظہار نہ ہو پاتا، جیسا کہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب علیہ الرحمہ کا حال تھا البتہ ایک موقع سے ان سے کچھ اظہار ہوگیا اور ان کا یہ احساس راقم کے سامنے اس وقت ظاہر ہوا جب وہ رائے بریلی حضرت مولانا سید ابوالحسن

علی ندوی قدس سرہ کی تعزیت میں تشریف لائے تھے وہ جب ان کی باہری قیام گاہ سے رخصت ہونے لگے تو کچھ محسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں کی دیواریں حضرت مولانا علی میاں کے فراق میں رورہی ہیں۔

سنتوں کا پاس ولحاظ

چھوٹی بڑی، ظاہری وباطنی تمام سنتوں کا بڑا پاس ولحاظ رکھتے اور جس کی ترقی کا راز معلوم کیا جائے تو اتباع سنت کو ہی کلیدی حیثیت حاصل ہوگی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی قدس سرہ نے ان کی تربیت میں خاص طور پر اس کا خیال رکھا اور خود ایک موقع پر فرمایا کہ بس اب تو یہی جی چاہتا ہے کہ ایک ایک سنت پر عمل ہو، مولانا زبیر الحسن صاحب سنت کے خلاف دیکھتے تو برملا ٹوک دیتے، اور چھوٹوں کو فوراً تادیب کرتے، ایک خادم راوی ہیں کہ میں نے پانی مجلس میں پلانا چاہا اور بائیں والے میرے قریب تھے، ادھر شروع کردیا فوراً مولانا نے تنبیہ کی کہ دائیں سے شروع کرو، اسی طرح وہ چھوٹے بچوں تک کو ٹوک دیتے جب وہ دائیں بائیں کا لحاظ کئے بغیر جوتے چپل پہنتے، اور صراحت سے فرماتے پہلے دائیں (سیدھے پیر میں ڈالو)۔

تواضع ومساوات

تواضع وہ عمل ہے جس سے بندہ اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ تکبر کا ازالہ ہوتا ہے اور اس کا اثر لوگوں کے ساتھ بغیر کسی تفریق کے حسن اخلاق وسلوک کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، تبلیغ والے اسی کو اکرام مسلم کہتے ہیں، مولانا سے جو ملتا غریب ہو یا امیر اچھی حیثیت کا یا کمزور حیثیت کا وہ اس کے ساتھ اپنائیت اور شفقت سے پیش آتے، اور خیریت پوچھتے، جیسے کہ انھیں اس کا انتظار ہوتا، اس سے وہ شخص بغیر جھجک کے اپنی بات پیش کردیتا، اسی طرح دسترخوان پر خیال فرماتے، اور گرم

گرم روٹی سے ضیافت کرتے اور تعلق والوں کے متعلقین کا بھی خاص خیال رکھتے اور دسترخوان پر انہیں بھی مدعو کرتے۔صاحبزادگان میں ان کا یہ عکس نظر آتا ہے۔

تسلیم ورضا

مولانا کی پوری زندگی کا جائزہ لیا جائے تو ان کے یہاں حوادث وآلام کا ایک تسلسل دکھائی دیتا ہے اور وہ شروع سے اس میں کوہِ استقامت نظر آتے ہیں، باوجودیہ کہ ان کو اختلاج قلب کی بیماری تھی لیکن اللہ کے ساتھ حسن ظن اور آخرت پر یقین اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جس نے ان کے اندر قوت برداشت بڑھادی تھی، والدہ ماجدہ کے انتقال پر ایک فرد خاندان سے یہ بات کہی کہ خواب وغیرہ کوئی نظر نہیں آیا لیکن وہ اچھے ہی حال میں ہوں گی۔

دوسروں کا خیال

مولانا کو اپنی راحت سے زیادہ دوسرے کی راحت عزیز تھی اور ان کو اس بات کا خیال رہتا تھا کہ دین کی نسبت سے ہم لوگوں کو جو نفع پہنچ رہا ہے ہم لوگوں کو دین کے لیے مشقت بھی اٹھانا چاہئے جب کہ دوسرے لوگ کس قدر قربانی وایثار اور مجاہدوں سے گزر کر اس راہ میں لگ رہے ہیں۔

انھیں غصہ آتا تھا لیکن وہ غصہ پر نہایت قابو پانے والے اور فوری طور پر اس کا تدارک کرنے والے تھے، اور معاملات کا حل اور تصفیہ کرنے والے تھے، دسترخوان پر رفقاء کا بڑا خیال رکھتے، اسی طرح سواری میں، سفر میں اور دوسرے موقعوں پر اور جن ساتھیوں اور اہل خانہ کو گھر یا مرکز میں چھوڑ کر آتے ان کی دریافت حال کرتے اور اپنے احوال سے انہیں باخبر کرنے کی فکر کرتے، اور اس میں گھر کے بڑوں کے ساتھ بچوں کا بھی پورا خیال فرماتے۔

جذبۂ شکر واحسان مندی

جذبۂ شکر واحسان مندی کوانسان کی روحانی ترقی میں بڑا دخل ہے حضرت مولانا کے یہاں یہ وصف اس طور پر نمایاں تھا کہ ان کو جس طرح اعذار وامراض لاحق تھے ان سب کے باوجود وہ دین اور دعوت کے لیے اپنے کو کھپاتے، جس کے لیے ان کو سفر کی بڑی دشواریاں برداشت کرنی پڑتیں جو ان کے جسم کی حالت کو دیکھتے ہوئے ناقابل یقین محسوس ہوتیں، سلیپر کلاس میں سفر کرتے دیکھے گئے، سخت موسم کھلے اجتماعات میں جو کبھی سخت موسم گرما میں اور کبھی سخت موسم سرما میں کھلے میدان میں ہوتے، آپ ان میں شرکت فرماتے، آپ کے مخلصین بسا اوقات اس زحمت کو اٹھانے سے منع بھی کرتے مگر آپ اس کی ہمت کرتے کہ اللہ نے یہ جو زندگی دی ہے وہ آرام اٹھانے کے لیے نہیں دی، اعضاء کا شکر یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کے دین کی خدمت میں لگایا جائے اور احسان مندی کا یہ جذبہ تھا کہ جس نے مولانا کے ساتھ دینی ودنیوی کسی قسم کا احسان کیا اس کی بڑی قدر فرماتے، اسی لیے وہ اپنے معالج خاص ڈاکٹر محسن ولی صاحب (معالج صدر جمہوریہ ہند) جو ان کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کے بھی معالج رہے تھے اور جس وقت بھی ان کی ضرورت محسوس ہوتی وہ فوراً آجاتے، مولانا نے آخر تک ان کا بڑا خیال رکھا، اور دوا علاج میں ہمیشہ ان کی رائے کو اہمیت وترجیح دی۔

اسی طرح اپنے اساتذہ کی بڑی قدر فرماتے ان کے احسانات کا ذکر کرتے، اسی طرح مشائخ اور دیگر محسنین کا اور ان کے لیے ایصال ثواب کا اہتمام کرتے، جماعت سے وابستہ جو کارکن متعلق تھے ان کا بھی پورا خیال کرتے، ان کو اس کی بڑی فکر تھی کہ حضرت مولانا محمد الیاس کا لگایا ہوا یہ باغ برابر پھلتا پھولتا رہے، اور اس کے

لیے وہ آپسی ہم آہنگی، میل ومحبت، اتحاد واتفاق کی فضا کا قائم رہنا ضروری سمجھتے تھے اوراس کی وہ احباب جماعت کوتلقین بھی فرماتے رہتے۔اوراسپتال جاتے وقت اس کی خاص وصیت بھی احباب واہل تعلق کو کی۔

انجمن میں بھی میسر رہی خلوت اس کو
شمعِ محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفیق

باب ششم

چند اہم معاصرین، اساتذہ اور ممتاز افرادِ خاندان

۱۔حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہم

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے صاحبزادہ اور جانشین ہیں، صاحب تذکرہ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن بن حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے ماموں اور تعلیم میں کچھ آگے تھے، تربیت وسلوک میں بیعت ایک ساتھ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے ہوئے اور دونوں کو اجازت وخلافت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے اپنی نگرانی میں رکھ کر اور ذکر وشغل کی تعلیم دے کر الگ الگ موقعوں پر دی۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رقم طراز ہیں:

''مولوی محمد طلحہ صاحب سلمہٗ زوجۂ محترمہ ثانیہ(۱) سے دوسرے صاحبزادے ہیں(۲)، ۲/رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ (۲۸/مئی ۱۹۴۱ء) شنبہ کے روز پیدا ہوئے، اولاً قرآن پاک حفظ کیا جس کا اختتام ۱۶/رجب ۱۳۷۵ھ میں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری کی مجلس مبارک میں ہوا، ۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ (۵/دسمبر ۱۹۵۶ء) میں سہارنپور میں فارسی تعلیم کا آغاز ہوا، یکم شعبان ۱۳۷۶ھ میں فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم کے لیے نظام الدین گئے، وہاں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے ۱۳۸۱ھ میں واپس سہارنپور آئے، اور جامعہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقامات حریری وغیرہ

---

(۱) حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی صاحبزادی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی ہمشیرہ

(۲) ان اہلیہ سے پہلے صاحبزادے عبدالحی تھے، جو بچپن میں ہی وفات پا گئے، حضرت شیخ کی پہلی اہلیہ مولانا رؤف الحسن کاندھلوی کی صاحبزادی تھیں جن کے نواسے مولانا محمد ہارون (والد مولانا محمد سعد کاندھلوی)، مولانا محمد زبیر الحسن اور مولانا محمد شاہد سہارنپوری وغیرہ ہیں۔

پڑھیں، دورۂ حدیث آپ نے ۱۳۸۶ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں پڑھا۔ بخاری شریف آپ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور طحاوی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے، ترمذی و مسلم مولانا عبید اللہ صاحب سے، ابوداؤد شریف مولانا اظہار الحسن صاحب سے پڑھی ہے۔

دینی تعلیم سے فراغت پا کر حضرت رائے پوری سے بیعت ہوئے اور پھر اپنے والد ماجد مخدوم الکل کی سرپرستی میں رہ کر ذکر و شغل میں مستعدی کے ساتھ مصروف ہوئے۔ ماہ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اجازت بیعت مرحمت فرمائی، حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد شوال ۱۴۰۲ھ میں ان کی جگہ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے۔ ان پر شروع سے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کی خاص نگاہ شفقت تھی، اور بعض اوقات حضرت نے ان کی خاطر اپنے سفر کا پروگرام ملتوی فرما دیا، اور فرمایا کہ "طلحہ نے مجھے روک لیا"۔ ویسے بھی تمام معاصر بزرگوں اور شیخ کے یہاں آنے جانے والے صلحاء، علماء کی ان پر نظر خاص رہی، اللہ تعالیٰ نے ان کو انتظامی صلاحیت، توازن و اعتدال، تواضع اور خدمت کا جذبہ، اور اصابت رائے کا جوہر عطا فرمایا، جو ان کی پدری میراث بھی ہے، حضرت شیخ کے سہارنپور میں رمضان گزارنے کے آخر مین وہی بڑے محرک تھے، شیخ سے تعلق رکھنے والوں، اور جن سے شیخ کو تعلق تھا کے مراتب کو وہ دوسروں سے زیادہ پہچانتے ہیں، اور اسی کے مطابق ان سے معاملہ کرتے ہیں، شیخ نے ان کی خصوصی تربیت فرمائی اور امکانی حد تک ان کے اندر صاحبزادگی اور مخدومیت کی بو نہیں پیدا ہونے دی، اسی لیے ان کے دوروں اور شیخ کے

اہل تعلق میں جانے کو ہمیشہ ناپسند کرتے رہے، اور وہ خود بھی اس سے محترز رہے، شیخ کے آخری زمانۂ قیام مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے مع والدہ صاحبہ کے ان کو حضرت شیخ کے پاس پہنچادیا، اوران کو خدمت کا پورا موقع دیا، شیخ کی وفات پر انہوں نے اسی صبر وتحمل اور وقار وسکینت کا مظاہرہ کیا اور دوسروں کے لیے باعث تقویت وتسلی بنے، جیسے خود حضرت شیخ اپنی زندگی میں تعزیت کرنے والوں کے لیے بن جاتے تھے۔ أطال اللّٰہ حیاته ونفع به المسلمین.(۱)

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم کی شخصیت وصفات پر جو تاثر حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ نے اپنی کتاب ''مذکراتی'' (عربی) کے پہلے حصہ (از۱۹۷۳ء تا ۱۹۷۵ء) میں ظاہر کیا جو ۱۹۷۳ء کے عرصہ میں سہارن پور حاضری کے موقعہ کے ہیں، وہ بھی ملاحظہ ہوں، وہ لکھتے ہیں:

''شیخِ جلیل مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ نے اپنے شفقت ناموں سے سرفراز کیا، وہ صاحبِ سیرت وکردار، نرم خو، کریم النفس بزرگ ہیں، اللہ نے انھیں صورت وسیرت کا جامع بنایا ہے۔ میں نے ایسا بااخلاق کریم النفس، مہمان نواز نہیں دیکھا، اور نہ اپنے باپ کا ایسا فرماں بردار فرزند دیکھا، اور نہ ہی وعظ وبیان میں ایسا رونے والا، اور ہنسی کے واقعہ پر ہنسنے والا دیکھا۔ اپنے وطن سہارن پور کی دعوت دی مگر اب تک حاضری سے محروم رہا، اللہ جلدی یہ مبارک موقع عطا فرمائے''۔(۲)

ایک دوسری مناسبت سے ان کے بعض اوصاف کو یوں بیان کرتے ہیں:

''میری خواہش تھی کہ اس بار سہارن پور حاضری دوں، جہاں میرے شیخ محدثِ کبیر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا قیام رہتا ہے، البتہ

---

(۱) سوانح شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، ص: ۱۸۵-۱۹۲، مکتبہ اسلام
(۲) مذکراتی، ص: ۵۶، مکتبۃ الشباب العلمیۃ لکھنؤ۔

ان دنوں وہ مدینہ منورہ ، علی صاحبہا الف صلوۃ وسلام، میں مقیم ہیں اوران کے جانشین وولی امران کے صاحبزادہ محترم حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی مدظلہ ہیں۔ ضبطِ نفس، قوتِ روح اور اخلاص وللّٰہیت کا جوہر رکھتے ہیں اور ایسی شخصیت کے طور پر نظر آتے ہیں جن کی نظیر نہیں نظر آتی۔ ان کی پہلی خصوصیت ان کی رہن سہن اور پوشاک میں سادگی ہے، پہلی بار انھیں ایک کالی کملی میں دیکھا تھا، موٹا جوٹا لباس زیبِ تن تھا، اور عام طور پر یہی ان کی پوشاک ہے، جب کہ وہ ایسی مرجعِ خلائق شخصیت کے فرزند ہیں جن کے قدموں پر ہدایا و تحائف نچھاور ہیں، اور لوگ ان کے دیدار کے لئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں جیسے پروانے روشنی پر آتے ہیں، ان کے والد ایسی بزرگ ہستی ہیں جن کو اللہ نے قبولِ عام عطا کیا ہے، اور ان کی محبت عام کردی ہے۔

دوسری خصوصیت ہر آنے والے سے بشاشتِ قلب اور خندہ پیشانی سے ملنا ہے، ان کو دیکھیں گے تو مسکراتے دیکھیں گے، اس خوش مزاجی کے وصف کے ساتھ خوب رونے والے ہیں، بڑے چھوٹے سبھی کے ساتھ محبت واخوت کا معاملہ رکھتے ہیں، جو انھیں چاہے اور نہ چاہے دونوں سے اپنائیت وتعلق کا معاملہ کرتے ہیں۔

تیسری خصوصیت ان کا جہادِ نفس اور مجاہدہ وریاضت ہے۔ ان کے والد ان کو اپنے سے جدا نہیں ہونے دیتے، ان کے پاس آتے جاتے دوڑتے بھاگتے ہی دیکھے جاتے ہیں، ایک آواز میں ایسا دوڑتے ہیں کہ کتنی جلدی پہونچ جائیں، بڑے مطیع فرماں بردار، محبت سے بڑھ کر عاشقانہ انداز، ایک بیٹے کو جو محبت باپ سے ہوتی ہے اس سے زیادہ محبت واظہارِ تعلق"

حضرۃ الاستاذ نے حضرت مولانا طلحہ کے اپنے والد حضرت کے لئے والہانہ تعلق ومحبت کا تذکرہ کیا ہے، اس کا راقم کو خود تجربہ ہے، ایک موقع کی بات ہے ان

کے برادرِ نسبتی مولانا نور الحسن کاندھلوی صاحب کے مکان پر دسترخوان پر ان کے سامنے حضرۃ الاستاذ اور راقم موجود تھا۔ حضرت مولانا طلحہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت شیخ کی ایسی یاد آتی ہے کہ برداشت سے باہر ہو جاتا ہے۔

اور ایک واقعہ کا ذکر بھی جس کا تعلق شفقت و محبت سے کیئے دیتا ہوں جس کا ظہور ایک لطیفہ کے طور پر اس طرح ہوا کہ میرے دل میں خیال آیا حضرت شیخ محبت میں اپنے خاص اہلِ تعلق کو لقمہ منھ میں ڈال کر اظہارِ محبت فرماتے تھے۔ مولانا طلحہ صاحب مدظلہ کے قلب پر اس کا اثر ہوا، وہ مسکرائے، اور ایک لقمہ حضرۃ الاستاذ کے منھ میں اور ایک راقم الحروف کے منھ میں ڈالا۔

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم زہد و سخاء یقین و توکل مہمان نوازی، کثرت ذکر، سوز عشق، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قناعت، سادگی، رمضان المبارک کے غیر معمولی اہتمام، پورے ماہ کے اعتکاف دعاء، نماز، تلاوت اور مذاکرہ دینی کے ساتھ شب بیداری، اور ان معمولات کا مکمل احیاء جو ان کے والد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے تھے، اور حج کے موقع پر بے تابانہ بیت اللہ شریف اور دربار نبوت کی حاضری اور دینی و اصلاحی و تبلیغی اور سوانح کتابوں کی اشاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے ہیں، مدینہ منورہ میں مستقل قیام کے حالات سازگار تھے لیکن ارشاد و تربیت اور نئی نسل کے ایمان و عقیدہ کی فکر نے ان کو ہندوستان کے قیام پر مجبور کیا اور آج ان کی بڑی فکر جگہ جگہ مکاتب دینیہ کے قیام اور شرک و معصیت کی ظلمت کو مٹانے کے لئے حلقات ذکر کے قیام کی فکر ہے، حضرت مولانا زبیر الحسن علیہ الرحمہ کا آپ سے اور آپ کا ان سے گہرا قلبی تعلق تھا، ان کے صاحبزادے مولوی زہیر الحسن صاحب کو آپ کی طرف سے اجازت و خلافت بھی حاصل ہے۔

محدثِ جلیل حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم

صبح ۷؍بجے بروز شنبہ ۲۵؍رجب ۱۳۵۵ھ/۲؍اکتوبر ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ وطن میں مکتب کی تعلیم حاصل کی پھر مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں میں شرح وقایہ تک پڑھا۔ مولانا ضیاء الحق اور حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمہما اللہ سے اکثر کتابیں پڑھیں۔ پانچ سال کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا تھا، والدِ ماجد کی سرپرستی حاصل رہی۔ مکتب کی تعلیم کی خاص طور پر انھوں نے نگرانی فرمائی، حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہم نے فرمایا: غالباً (۱۹۴۹ء-۱۹۵۰ء) (۶۸-۱۳۶۶ھ) میں کچھ تعلیمی استفادہ کے لئے فتح پور تال نرجا بھی آئے جہاں مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ فتح پوری کا قیام تھا، شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور آگئے جہاں انہیں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی خصوصی توجہ اور شفقت حاصل ہوئی اور پھر وہیں استاد مقرر ہوگئے۔ پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین، میبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم، ہدایہ ثالث، مشکوۃ شریف اور تجوید پڑھی اور پھر سنن ابوداؤد و سنن نسائی اور اسی کے اگلے سال شوال ۱۳۸۷ھ میں مسلم شریف، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور دونوں مؤطا زیر تدریس رہیں۔ اور پھر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے اپنی جگہ آپ کو عنایت کردی اور خود سبکدوشی اختیار کرلی، چنانچہ شوال ۱۳۸۸ھ سے صحیح بخاری کا درس آپ کے ذمہ چلا آرہا ہے۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب مظاہر علوم سہارنپور شوال ۱۳۷۸ھ میں داخل ہوئے اور پہلے سال تفسیر جلالین، ہدایہ اولین، میبذی، اور دوسرے سال ۱۳۷۹ھ میں تفسیر بیضاوی، ہدایہ ثالث اور مشکوٰۃ المصابیح، اور علم تجوید حاصل کی، پھر دورۂ حدیث میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے صحیح بخاری، حضرت مولانا اسعد اللہ رامپوری سے سنن ابوداؤد، مولانا منظور احمد خاں سے صحیح مسلم اور مولانا امیر احمد کاندھلوی سے سنن ترمذی اور سنن نسائی پڑھی کامیابی امتیازی نمبرات کے ساتھ حاصل کی، آپ کے رفقاء درس میں ممتاز لوگوں

میں مولانا سید محمد عاقل صاحب سہارنپوری مدظلہ اور مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم قابل ذکر ہیں۔

شوال ۱۳۸۲ھ میں مظاہر علوم سہانپور میں مقرر ہوگئے، شروع میں قطبی، مقامات حریری، ہدایہ اولین، مختصر المعانی اور اصول الشاشی زیر درس ہیں، ۱۳۸۵ھ میں حدیث شریف مشکوٰۃ شریف سپرد ہوئی، حدیث شریف سنن ابوداؤد اور سنن نسائی سپرد ہوگئی اور شوال ۱۳۸۶ھ تا شعبان ۱۳۸۷ھ دورۂ حدیث کا پہلا سال تھا یہی مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے دورہ حدیث کا سال ہے، جبکہ اگلے سال مولانا محمد زبیر الحسن اور مولانا سید محمد شاہد صاحب کے دورۂ حدیث ۱۳۸۷ھ کے سال میں مسلم شریف، سنن ابن ماجہ، اور مؤطا امام مالک و مؤطا امام محمد بھی رہیں، اور ۱۳۸۸ھ میں جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے آنکھ کی معذوری اور صحت کی کمزوری کے باعث بخاری شریف مولانا کے ہی حوالہ کردی، اور ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں باقاعدہ آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی جگہ شیخ الحدیث مظاہر علوم مقرر کردیے گئے، علمی و تصنیفی خدمات میں آپ کا بڑا عملی تحقیقی کارنامہ صحیح البخاری شریف کا حاشیہ بلکہ بڑی محققانہ شرح ہے، جو آپ کے چار سالہ تدریسی و علمی مشغولیت وانہماک کا فیضان ہے، جواب منظر عام پر آنے کو ہے اسی طرح صحیح مسلم شریف پر بھی کام ہے، آپ کے علمی افادات کے جمع وترتیب کرنے کا کام آپ کے کئی تلامذہ نے الگ الگ کیا ہے جس میں الیواقیت الغالیہ (مرتبہ مولانا محمد ایوب سورتی لندن)، "کتاب التوحید فی الرد علی الجهمية" وغیرہم (مرتبہ مولانا موصوف) اور نوادر الحدیث ونوادر الفقہ (مرتبہ مفتی محمد زید ندوی استاد دالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کے ذریعہ شائع ہوچکی ہیں حدیث کے علاوہ فقہ واصول فقہ پر بھی آپ کا کام ہے۔ علم حدیث میں ان کے مقام اوران کی سندوں کے تعارف پر مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کی کتاب " الفرائد فی عوالی الاسانید وغوالی الفوائد" ایک گراں قدر کام ہے جو تازہ تازہ سامنے آیا ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم کا علمی وعرفانی فیضان

خصوصیت سے ان کے محبوب وعزیز الاعز شاگرد حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم، بنگلہ والی مسجد، مرکز نظام الدین سے جاری ہوا، جنھوں نے کامل صحیح البخاری ان سے پڑھ کر طویل عرصہ بلکہ تاحیات جس کی مدت تقریباً بیس سال ہے درس دیا۔ صحیح البخاری کے اسباق کے ساتھ صحیح مسلم کے بھی اسباق حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے ہی ذمہ تھے۔

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا حدیث شریف میں حضرت مولانا محمد یونس دامت برکاتہم کے بعد استفادہ کا تعلق دو شخصیتوں سے مزید رہا، ایک حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑوی سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہیں (۱) جن سے سنن ترمذی پڑھی وہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے بھی استاد تھے۔ اور دوسری شخصیت حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری مدظلہم کی ہے، جن سے سنن ابوداؤد اور سنن نسائی پڑھی، اور ان سب کے استاد ناظم ادارہ واستاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ سہارنپوری نوراللہ مرقدہ سے بھی طحاوی شریف کا کچھ حصہ پڑھا، اور یہ سب اساتذہ بعض انفرادی خصوصیات کے بھی حامل تھے، اور ان سب کی حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو ہمیشہ قدر رہی اور ان کے ساتھ بہت تکریم وتوقیر کا معاملہ رکھا، یہ اساتذہ صاحب نسبت بھی تھے۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کو پہلے اپنے استاد حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوری خلیفہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے اور پھر اپنے شیخ بیعت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی، اور حضرت مولانا مفتی مظفر حسین اجراڑوی کو حضرت مولانا اسعد اللہ سہارن پوری سے اور حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری

---

(۱) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین مظاہری اجراڑہ میرٹھ کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۲۹ء میں پیدا ہوئے ان کے والد حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑوی مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء اور باکمال اساتذہ میں تھے جن کی کتاب معلم الحجاج بڑی مقبول ومشہور ہوئی مولانا مفتی مظفر حسین مرحوم ترمذی شریف کے اور فقہ کے باکمال استاد اور فقیہ الاسلام کے لقب سے مشہور ہوئے، حضرت مولانا اسد اللہ صاحب رامپوری کے بعد مظاہر علوم کے ناظم منتخب ہوئے اور انہیں سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

مدظلہ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ سے اجازت وخلافت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہم کا تعلق اگر چہ خاندانی قرابت کا نہیں رہا ہے لیکن جو تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور ان کے افراد خاندان سے رہا ہے اور تعلق جانشین سے اس طرح رہا ہے جو خاندانی تعلق سے بڑھ کر قائم ودائم رہا، اس کی بنا پر حضرت شیخ نے انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا۔

ذیل میں ایک مکتوب گرامی قدر پیش کیا جارہا ہے جو حضرت شیخ کی جانب سے مولانا محمد یونس صاحب کے نام ہے جس میں غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ کو مولانا یونس صاحب دامت برکاتہ سے کیا توقعات وابستہ تھیں اور وہ ان کے علمی مقام کو مستقبل میں خود اپنے مقام سے بلند دیکھ رہے تھے تحریر فرماتے ہیں:

ابھی کمسن ہیں ، وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرضِ حال ِ دلِ بیتاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے، اور اس سیہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے اور تدریسِ حدیث کا سینتالیسواں سال ہے۔ اللہ تعالی تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے۔ جب سینتالیس پر پہونچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔

(اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب (میں) رکھیں، چالیس سال کے بعد پڑھیں)

فقط
زکریا
۲۴ رجب ۱۳۸۷ھ"

مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہم

حضرت مولانا سید محمد عاقل سہارنپوری مدظلہ العالی سہارنپور کے اس سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جس کے اکثر افراد علم وحکمت سے متعلق رہے ہیں، اس خاندان کے بزرگوں میں ایک بزرگ جن سے ان حضرات کا نسبی تعلق ہے، امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت کے سہارنپور کے دعوتی واصلاحی دورے میں جو ۱۲۳۴ھ میں ہوا تھا حضرت کو اپنے یہاں دعوت دی تھی اور اپنے گھر کے چھوٹوں اور بڑوں سب کو حضرت کی خدمت میں پیش کرایا تھا اور حضرت کی دعا وشفقت حاصل کی تھی اور بیعت وارادت کا تعلق بھی قائم کیا کیا اور کرایا تھا جس کی برکات مسلسل اس خاندان میں دین ودعوت کی خدمت اور علم کی اشاعت وغیرہ دوسرے طریقوں سے جاری وساری ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔

مولانا مدظلہ کے والد ماجد مولانا حکیم سید محمد ایوب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ممتاز فضلاء باکمال اساتذہ میں تھے اور ان کی حدیث شریف پر تحقیقات وتصنیفات بھی ہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز اور معتمد شاگرد اور ان کے تصنیفی وعلمی معاون اور سلوک وارشاد میں مجاز وخلیفہ اور داماد بھی ہیں ان کی اہلیہ مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم کی خالہ ہیں اور مولانا سید محمد عاقل کے سب سے بڑے صاحبزادے مولانا سید محمد جعفر آپ کے داماد بھی ہیں، اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی کے وہ خوش نصیب نواسہ ہیں جو ان کے آخری ایام میں مدینہ منورہ میں موجود تھے۔

مولانا سید محمد عاقل صاحب ۹؍شعبان ۱۳۵۶ھ، ۱۵؍اکتوبر ۱۹۳۷ء میں شب جمعرات سہارنپور میں پیدا ہوئے، تعلیمی مراحل کا آغاز فقط قرآن الکریم سے ہوا اور مظاہر علوم سے تعلیمی فراغت شعبان ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء میں ہوئی، رفقائے درس میں ممتاز لوگوں میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری مدظلہ اور حضرتؒ مولانا احتباء الحسن کاندھلوی ہیں، شروع علم میں منہمک اور یکسور ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی بڑی توجہ حاصل رہی، حضرت شیخ کے ساتھ مدینہ ومنورہ کے دوسفر بھی کئے اور قیام بھی کیا، متعدد بار حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں، مظاہر علوم میں ۱۳۸۱ھ میں معین ومدرس مقرر ہوئے اور برابر ترقی کرتے رہے، ماہ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ میں مجلس شوریٰ نے صدر مقرر کر دیا، یہ منصب مولانا امیر احمد کاندھلوی کی وفات کے بعد حاصل ہوا، صاحبزادگان میں مولانا محمد جعفر، مولانا عمر، مولوی عادل، مولوی عاصم مولوی قاسم اور چھ صاحبزادیاں ہیں۔

مولانا محمد ہارون کاندھلوی علیہ الرحمہ

حضرت مولانا محمد ہارون کاندھلوی بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس نوراللہ مرقدہ کے پوتے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے نواسے اور بھتیجے اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے صاحبزادہ اور مولانا محمد سعد کاندھلوی امیر الدعوۃ والتبلیغ نظام الدین مرکز دہلی کے والد ماجد ہیں۔ حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی سے عمر میں دس سال بڑے تھے لیکن حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری سے بیعت میں ساتھ اور مرکز نظام الدین دہلی میں ایک ساتھ قیام اور سہارنپور میں حضرت شیخ کے یہاں ایک ساتھ قیام اور حضرت شیخ کے ہی زیرنگرانی سلوک طے کرنے اور پھر مجاز ہونے اور دعوت وتبلیغ کے کام میں شریک کار اور مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین مرکز میں رفیق کار تدریس ہونے کی وجہ سے آپس میں بڑا تعلق ومحبت اور اتحاد فکر اور یگانگت تھا، دونوں کی والدہ حقیقی بہنیں تھیں اور دونوں کے والدین کا نکاح ایک مجلس میں ایک ہی مہر پر ہوا تھا، مولانا محمد ہارون کا انتقال عنفوان شباب میں ۳۵ سال کی عمر میں دہلی میں ہی ہوگیا تھا، جس سے پورا خاندان خصوصاً سرپرست خاندان اور آپ کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کا زیادہ متاثر ہونا فطری اور طبعی امر تھا، اللہ نے مولانا مرحوم کو جوگوناگوں دینی امتیازات وکمالات اور خاندانی وموروثی اوصاف وخصوصیات عطافرمائی تھیں جس سے محسوس کیا جاتا تھا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی بڑا کام لینے والا ہے، لیکن مشیت الٰہی کچھ اور تھی، وکان امر اللہ قدراً مقدوراً۔

آپ کی ولادت ۲۴؍رمضان المبارک کی شب میں ۱۳۵۸ھ/ ۸؍نومبر ۱۹۳۹ء کو ہوئی، جب ۵ سال کے تھے تو دادا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا انتقال

ہوا، اور اس کے اگلے سال دادی صاحبہ ہمشیرہ حضرت مولانا احتشام الحسن کاندھلوی نے داغ مفارقت دیا، اور جب ۲۵ سال کے تھے تو والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف کا انتقال ہوا، تعلیم مدرسہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین اور مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی، اجازت وخلافت آپ کے نانا حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی نے دی جن کی مکمل نگرانی وسرپرستی میں آپ آگے بڑھ رہے تھے اور والدہ کے انتقال کے بعد جب کہ آپ صرف ۷-۸ سال کے تھے پدری و مادری دونوں محبت وشفقت حاصل ہو رہی تھی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی برابر انھیں اپنے ساتھ رکھتے اور کھانا وغیرہ ان کے بغیر شروع نہ کرتے اور وہ ان کے ساتھ ہمیشہ بڑے نیاز مند اور ذہنی وجسمانی راحت پہنچانے کے جذبہ کے ساتھ اس مشن میں شریک ورفیق رہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے مولانا محمد ہارون کاندھلوی کو ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ (۲۰ جون ۱۹۷۱ء) میں مدینہ منورہ میں اجازت دی اور جو اجازت نامہ لکھوایا وہ ان کے اور تبلیغ سے متعلق پانچ مرکزی شخصیات کے نام ہے۔

"مکرمان محترمان مولانا الحاج انعام الحسن صاحب، مولانا الحاج علی میاں صاحب ومولانا منظور صاحب نعمانی، مولانا منور حسین صاحب، ومفتی محمود الحسن صاحب مد فیوضہم۔

بعد سلام مسنون تبلیغی مصالح کی بنا پر آج ۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۱ھ کو اقدام عالیہ میں عزیز ہارون کو میں نے توکلاً علی اللہ بیعت کی اجازت دی ہے، البتہ دینی مصلحت اور تبلیغی مصلحت کی بنا پر اس کو یہ بھی کہہ دیا کہ مولانا انعام الحسن صاحب کی حیات میں نظام الدین یا میوات میں کسی کو بیعت نہ کرے، حب جاہ اور حب مال سے بہت زیادہ احتراز کرے، اہل دنیا سے ان کی دنیوی وجاہت سے تعلق نہ رکھے، دینی مصالح کی بنا پر اجازت میں تقدیم وتاخیر اکابر

(۱) (علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی وتصنیفی خدمات، جلد سوم، ص: ۲۰۸)۔

سے بھی منقول ہے، اور بیک وقت کئی مشائخ کا ایک جگہ موجود ہونا بسا اوقات موجب ترقیات بھی ہوا ہے۔ تھانہ بھون میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد ضامن صاحب، اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب بیک وقت ایک ہی مسجد میں مقیم رہے، اور حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دار العلوم (دیوبند) میں موجود رہے، میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کا بیک وقت موجود ہونا دونوں کے لیے موجب ترقی بنا، پچا جان نور اللہ مرقدہ (یعنی حضرت مولانا محمد الیاسؒ) عزیز مولانا محمد یوسف صاحب اور قاری رضا حسن صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اور مولانا انعام الحسن صاحب اور حافظ مقبول صاحب کا بیک وقت نظام الدین میں قیام رہا۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ان دونوں عزیزوں کے بیک وقت قیام کو دونوں کے لیے موجب ترقیات بنادے لیکن زمانہ فساد کی طرف دوڑ کر چل رہا ہے، اس لیے میں نے عزیز ہارون کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب (اللہ تعالیٰ تادیر ان کو زندہ اور سلامت رکھے) کی حیات میں نظام الدین اور میوات میں کسی کو بیعت نہ کریں، اگرچہ مولانا یوسف صاحب کے زمانہ میں لوگ مولانا انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوتے رہے ہیں چوں کہ اس ناکارہ کو بھی اپنی زندگی کا اعتبار نہیں اس لیے تم دوستوں کو اس کی اطلاع بھی کرتا ہوں، نیز میرے جستی تنکہ (ٹین کا بکس) میں پچا جان نور اللہ مرقدہ کا وہ عمامہ ہے جو مجھے بیعت کے لیے دیا تھا اسے عزیز ہارون کے حوالہ کر دیا جائے، کہ یہ سیہ کار تو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اس سے تمتع نصیب فرمائے''۔

فقط والسلام

محمد زکریا

افسوس کہ اجازت وخلافت کے دوڈھائی سال بعد ان عظیم المرتبت نانا وسرپرست خاندان حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو اپنے لائق فخر وعزیز از جان نواسے مولانا محمد ہارون کا ان کے عنفوان شباب میں داغ فراق اٹھانا پڑا، جمعہ ۳۰ رشعبان ۱۳۹۳ھ، ۲۸ رستمبر ۱۹۷۳ء کو یہ حادثہ جانکاہ پیش آیا۔ حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرکز کے پیچھے والے حصہ میں اپنی والدہ مرحومہ کے پاس مدفون ہوئے۔(۱)

پسماندگان میں مولانا محمد سعد کاندھلوی اور دوصاحبزادیاں (جو جناب محمد حلیم مکی مرحوم فرزند مولانا مسعود شمیم مکی مرحوم اور مولانا ضیاء الحسن ابن حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہم کومنسوب ہوئیں) اوراہلیہ محترمہ (دختر حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی) ہیں مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ (حال امیر وجماعت وتبلیغ) کے تین صاحبزادگان مولوی محمد یوسف، مولوی سعید احمد اور حافظ محمد الیاس اور دوصاحبزادیاں (جویریہ خاتون، اور سعاد خاتون) ہیں۔ مولوی محمد یوسف نے مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین سے تعلیم حاصل کر کے مظاہر علوم سہارنپور میں دورہ حدیث کیا، اسی زمانہ میں مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحہ ارتحال پیش آیا اورانہوں نے اس کے لئے دہلی کا سفر کیا شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری مدظلہ نے اس دن اپنا صحیح بخاری کا سبق اسی وجہ سے نہیں پڑھایا، مولوی سعید احمد صاحب نے کاشف العلوم نظام الدین دہلی سے دورۂ حدیث کیا اور حافظ محمد الیاس سلمہ تکمیل عالمیت کے مرحلہ میں ہیں، تقبلهم الله و بارك فيهم۔

---

(۱) تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلوی، مرتبہ از مولانا سید محمد ثانی حسنی، مطبوعہ مکتبہ ابوالحسن علی اردو بازار جامع مسجد دہلی۔

مولانا سید محمد سلمان سہارن پوری مدظلہ

مولانا سید محمد سلمان سہارن پوری کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کی بھرپور توجہات حاصل کیں اور ان کے زیرِ سایہ تربیت و تعلیم پائی۔ ان کے والد حضرت مولانا سید محمد یحییٰ سہارن پوری بھی جامعہ مظاہر علوم کے ممتاز و صاحبِ تصنیف فضلاء میں تھے۔ مولانا حکیم سید محمد ایوب کے متعدد صاحبزادگان و احفاد ہوئے، ان میں مولانا مفتی سید محمد یحییٰ کا رشتہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی حقیقی بھانجی سے ہوا، ان سے جو اولاد ہوئی ان میں سب سے بڑے مولانا سید سلمان صاحب ہوئے، اور پھر ان کا رشتہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سے ہوا، جو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی کی حقیقی نواسی بھی ہیں۔ مولانا سید محمد سلمان صاحب کے کئی صاحبزادگان اور کئی صاحبزادیاں ہیں، صاحبزادیوں میں بڑی صاحبزادی حضرت مولانا محمد سعد پسر مولانا محمد ہارون فرزند حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کو منسوب ہیں، دوسری صاحبزادی ان کے حقیقی بھانجوں مولانا معاذ احمد کاندھلوی اور ان کے بھائی حذیفہ کاندھلوی کو منسوب ہوئیں۔ سبھی صاحبزادگان مولانا سید محمد عثمان، مولانا نعمان، مولوی سید محمد عمر مولوی سید ثوبان نے جامعہ مظاہر علوم سہارن پور ہی سے تعلیم حاصل کی۔ مولانا نعمان کا رشتہ حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی دوسری صاحبزادی سے ہوا، اور مولانا عثمان کا مولانا زبیر الحسن صاحب کی حقیقی بھانجی (دختر مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری) سے ہوا اور مولوی عمر کا مولانا عاقل صاحب مدظلہم کی صاحب زادی سے۔ سبھی نیک صالح ہیں، مولوی ثوبان

صاحب کو حج ۱۴۳۵ھ کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری دامت برکاتہم نے اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا، اور یہ خصوصیت برتی کہ مدینہ منورہ میں اسپتال میں بسترِ علالت سے ان کے والد مولانا سلمان صاحب کو یہ پیغام کہلایا، جب کہ پہلے ہی سے اپنے اس تقاضہ کا اظہار کر چکے تھے۔

مولانا سید محمد سلمان صاحب ۱۳/ ذی قعدہ ۱۳۶۵ھ، ۱۰/ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو جمعرات کو سہارن پور میں پیدا ہوئے۔ ۲۹/ شعبان ۱۳۷۷ء کو قرآن مجید حفظ کیا اور رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ میں اپنی خاندانی مسجد حکیمان میں پہلی محراب سنائی۔ پھر ان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کو محراب سنانے سے بڑی شہرت حاصل ہوا، اور بڑا ہی رواں اور نہایت اچھا قرآن مجید سنانے سے وہ حضرت شیخ کے مستقل تراویح کے امام بن گئے۔ چوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا معمول پورے رمضان المبارک کے ہر عشرہ میں مکمل قرآن مجید سننے کا تھا اس لئے ایک ایک عشرہ دوسرے افرادِ خاندان کے ذمہ ہوتا، جن میں ایک عشرہ ان کے بھائی مولانا سید محمد خالد سہارن پوری اور ایک عشرہ عموماً مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے ذمہ ہوتا اور یہ سب ایک ایک عشرہ میں اپنا قرآن مجید مکمل کرتے۔

جہاں تک تعلیم علومِ قرآن وحدیث کا تعلق ہے وہ شروع سے اخیر تک تمام کتابوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوکر بڑے انعامات سے بھی نوازے گئے، بقول مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری: ’’فہم وفراست، قوتِ حفظ وضبط اور علم کے ساتھ مناسبت اور اعلیٰ استعداد یہ تمام چیزیں حق تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں ودیعت فرمائی ہیں‘‘ (۱)

حدیث شریف سے آپ کی خصوصی مناسبت کا اعتراف ان کے استاد وشیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے اپنے اہلِ تعلق کے نام بعض خطوط میں بھی کیا ہے، جس میں ان کا ایک مکتوب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے نام راقم الحروف کی نظر سے بھی گذرا ہے، جس کے جملوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت شیخ کو

ان کے علم وفہم حدیث پر پورا اعتماد تھا، اور اپنے لوگوں میں وہ انھیں اس میں ممتاز سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ نے آخر عمر میں اپنی عربی تصنیفات الابواب والتراجم للبخاری، حواشی بذل المجہود، جزء حجۃ الوداع کی تکمیل وترتیب ان کے اوران کے عم مکرم مولانا سید محمد عاقل سہارن پوری کے سپرد کردی تھی، اور دوسری طرف اپنی تدریسی ذمہ داری حضرت مولانا محمد یونس جون پوری دامت برکاتہم کے سپرد کردی تھی، جو اس وقت شوال ۱۳۸۸ھ سے صحیح بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں۔ اور پھر جب ۱۳۸۹ھ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مدینہ منورہ ہجرت فرماگئے تو ان کی جگہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری شیخ الحدیث ہوگئے، حضرت مولانا محمد یونس صاحب کا بخاری شریف پڑھانے کا دوسرا سال تھا اور وہ سال دورۂ حدیث پڑھنے کا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی اور ان کے رفیق مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری وغیرہ کے پڑھنے کا تھا۔ مولانا سید سلمان صاحب مظاہری حضرت شیخ کے آخری تلامذہ میں ہیں۔ مولانا سید سلمان صاحب مدظلہم کے دو بھائی مولانا محمد خالد صاحب اور مولانا سید محمد صاحب اور ایک بہن (والدہ مولانا معاذ کاندھلوی ندوی استاد ادب عربی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور) ہیں۔

جب مظاہر علوم کا انتظام وانصرام دو حصوں میں ہوگیا، ایک حصہ کے نگران و متولی حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب تھے اور ان کے بعد ان کے بھتیجے مولانا محمد سعیدی صاحب ہوئے۔ دوسرے حصہ کے نگراں ومنتظم مولانا مفتی عبدالعزیز رائے پوری (خلیفہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی وخلیفہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی) ہوئے، پھر مولانا محمد اللہ صاحب ابن حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سہارن پوری اور ان کے بعد سے ربیع الاول ۱۴۱۶ھ (۱۶راگست ۱۹۹۵ھ) سے بحیثیت ناظم اس کا انتظام دیکھ رہے ہیں۔ ارشاد وتربیت میں آپ کو اجازت وخلافت حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم سے حاصل ہے۔ مولانا آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے رکن بھی منتخب

ہوئے تھے اور ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے رکن مجلس انتظامی کئی سال سے ہیں، اطال اللہ بقاءہ و نفع بہ الامۃ۔

تصنیفات:

۱-تقریر بخاری شریف: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے درسِ بخاری کے ارشادات وافادات کا مجموعہ ہے۔

۲-تقریر مشکوۃ شریف: اساتذۂ مشکوۃ مولانا مفتی مظفر حسین اجڑاڑوی اور مولانا محمد یونس صاحب کے درسی افادات کا مجموعہ ہے، جو کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، بقول مولانا سید محمد شاہد سہارن پوری: ''یہ مجموعہ تحریر کی عمدگی و پاکیزگی کے ساتھ ساتھ بہت جامع ہے، عربی رسم الخط میں سرخ روشنائی سے متنِ حدیث اور اس کے ساتھ اس کی شرح ہے، متعدد حضرات اہلِ علم اس کی نقلیں حاصل کر چکے ہیں''۔

۳-تقریر طحاوی شریف: یہ تقریر حضرت مولانا اسعد اللہ سابق ناظم مظاہر علوم سہارن پور کے درسی افادات کا مجموعہ۔

۴-تقریر شرح جامی: یہ ان کے استاذ علامہ صدیق احمد کشمیری کے درسی افادات ہیں۔

۵-تقریر کافیہ: یہ کافیہ کا درس ہے جسے ضبطِ تحریر میں وہ لائے۔

ان تحریری علمی خدمات کا تذکرہ مؤلف ''علمائے مظاہر علوم اور ان کی تصنیفی خدمات'' نے کیا ہے۔ شوال ۱۳۸۷ھ سے مظاہر علوم سے تدریسی وابستگی ہے، ایک طویل عرصہ مشکوۃ شریف کا درس دیا اور خاصی مدت سے دورۂ حدیث میں بھی تدریس کی ذمہ داری انجام دے رہے ہیں۔

مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی علیہ الرحمہ

مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم دوآبہ کے مشہور مردم خیز اور تاریخی قصبہ کاندھلہ کے ایک بڑے معروف دینی و علمی خانوادے کے صاحب فضل وکمال فرزند تھے، ان کے والد مولانا احتشام کاندھلویؒ تبلیغی جماعت میں روز اول سے اس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے معاون و رفیق رہے۔

مولانا احتشام الحسن کاندھلوی کے کئی بھائی اور کئی بہنیں تھیں، بڑی دو بہنیں حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کو منسوب ہوئیں اور بھائیوں میں مولانا محمد اظہار الحسن کاندھلویؒ جن کو اخیر میں تبلیغی مرکز نظام الدین کے سرپرست اور منتظم اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہوئی تھی اور مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی جو اب اس پورے خاندان علم وفضل کے سرپرست اور بقیۃ السلف ہیں، آبائی شہرت کے حامل ہوئے۔

مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم ۸ر رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ/ ۱۷ر اگست ۱۹۴۲ء میں کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے، خاندانی مزاج اور ماحول کے مطابق سب سے پہلے والد ماجد نے حفظ کی تعلیم میں لگایا، اور قرآن مجید کا کچھ حصہ جامع مسجد کاندھلہ میں واقع مدرسہ نصرت الاسلام میں اور کچھ حصہ مدرسہ کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد مرکز نظام الدین نئی دہلی میں حفظ کیا، حفظ قرآن کریم کے ساتھ ہی اردو کی تعلیم اور پھر تکمیل حفظ کے بعد فارسی کا آغاز بھی مدرسہ کاشف العلوم میں ہی ہو گیا تھا، پھر آگے کی تعلیم اپنے وطن کاندھلہ میں رہ کر جاری رکھی جہاں مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کا اپنے اعذار و امراض کی وجہ سے مستقل قیام رہنے لگا تھا، چنانچہ خود والد مرحوم سے اور ان کے بھائیوں مولانا اظہار

الحسن کاندھلویؒ و مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی سے کتابیں پڑھیں اور اسی زمانہ قیام میں جب مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا کاندھلہ کا سفر ہوتا اور قیام بھی فرماتے تو مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کی خواہش پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علمی و ادبی استفادہ کرتے اور باقاعدہ رباعیات عمر خیام کے کچھ اسباق بھی پڑھے، اس کے علاوہ کاندھلہ کے قیام میں ہی اپنے چچازاد بھائی اور بہنوئی جناب اعجاز الحسن کاندھلوی مرحوم (فرزند مولانا نجم الحسن مرحوم) سے فارسی اور انگریزی سیکھی۔

جہاں تک جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے کا تعلق ہے آپ نے اسی اسلامی درس گاہ سے سند فضلیت حاصل کی خود وہ اس کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

''میری تعلیم کا سلسلہ کاندھلہ میں جاری تھا، لیکن اس وقت میری عمر اتنی کم تھی کہ سال کے آخر میں مولانا اسعد اللہ مرحوم (ناظم مظاہر علوم، سہارن پور)، مولانا مفتی مظفر حسینؒ اور تائے ابا مولانا اکرام الحسنؒ (والد ماجد حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ) مدرسہ اسکیم کے تحت کاندھلہ تشریف لاتے تھے، اور مدرسہ نصرت الاسلام میں سالانہ امتحانات بھی لیتے تھے، اس سال بھی یہ حضرات تشریف لائے اور میرے بارے میں مشورہ ہوا اور سہارن پور میں داخلہ طے ہو گیا، والد صاحب نے ناظم صاحب سے میرے ماہانہ جیب خرچ کے بارے میں مشورہ کیا کہ کتنے روپے کافی ہوں گے، ناظم صاحب نے ۳؍روپے ارشاد فرمائے، جس پر مولانا اکرام الحسنؒ نے جرح کی، اور ماہانہ ۵ روپے طے کروا دیا (جزاهم الله خير الجزاء)، دو سال کی کل رقم والد صاحب نے حضرت شیخ کو یک مشت ارسال فرما دی تھی، اور جب ضرورت پڑتی تو میں ان سے لے لیا کرتا تھا، فراغت کے بعد جب واپسی ہوئی تو اس وقت جب میرا حساب دیکھا گیا تو غالباً ۶۰؍روپے باقی تھے، جو حضرت نے مجھے عنایت فرمائے، اس طرح آئندہ سال مظاہر علوم میں موقوف علیہ میں داخلہ کے لیے والد صاحب کے ساتھ گیا، حضرت شیخ نے صبح کے ناشتہ کے بعد مولانا عبدالمالک کے سپرد کیا کہ داخلہ کی کاروائی پوری کروالیں، قیام مولانا عبدالعزیزؒ (رائے پو

ری) سابق ناظم مظاہر علوم کے ساتھ ان کے حجرے میں طے پایا، مظاہر علوم سے میری فراغت ۱۳۸۰ھ میں ہوئی اور سکینڈ ڈویژن کے ساتھ میں سالانہ امتحان میں کامیاب ہوا۔

میرے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں مولانا محمد یونس مظاہری (شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور) مولانا محمد عاقل قابل ذکر ہیں، نیز قیام مظاہر علوم میں مولانا احسان الحق لاہوری (تبلیغی مرکز رائے ونڈ پاکستان) اور مولانا تقی الدین ندوی کی بھی مصاحبت اور بعض اسباق میں رفاقت رہی، اور اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے میری بیعت واصلاح کا تعلق مولانا شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے قائم ہوا۔(۱)

دورۂ حدیث میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ سے بخاری شریف، مولانا اسعد اللہ ناظم مظاہر علوم سے ابوداؤد شریف اور طحاوی شریف، مولانا امیر احمد کاندھلویؒ (صدر مدرس مظاہر علوم) سے ترمذی شریف، مولانا منظور احمد خاں سے مسلم شریف پڑھی۔(۲)

مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم کو اس کا ہمیشہ افسوس رہا کہ وہ دار العلوم ندوۃ العلماء تعلیم حاصل کرنے نہ آسکے، لیکن بعد میں ان کا ملال اس وقت خوشی میں تبدیل ہوگیا کہ ان کے فرزند اکبر مولوی محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی نے کاشف العلوم بنگلہ والی مسجد نظام الدین مرکز میں اپنے دادا مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ سے عربی زبان میں تربیت حاصل کر کے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، اور امتیازی نمبرات سے عالمیت میں کامیابی حاصل کی اور اب وہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں استاد ہیں۔

مولانا اجتباء الحسن کاندھلویؒ نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد کچھ عرصہ تدریس میں بھی گذارا، اور اس سلسلہ میں ان کی خدمات پہلے مدرسہ اشرف العلوم رشیدی، گنگوہ کو حاصل ہوئیں، جہاں ایک سال وہ رہے، شرح جامی، قدوری، گلستاں بوستاں وغیرہ کتابیں پڑھائیں۔

پھر ایک عرصہ اپنے وطن کاندھلہ میں رہ کر والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ

---

(۱) علمائے مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات: ۲/۲۱۲

(۲) سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا، ص: ۱۸۸ (۳) مقدمہ، ص: ۱۸-۱۹

کی خدمت میں گذارا اور ان کی دینی، دعوتی، تبلیغی، تصنیفی اور اشاعتی کاموں میں معاون رہ کر ان کی بڑی توجہات حاصل کیں، اور خاصا کسب فیض کیا، غیر مسلموں خاص طور پر برادران وطن میں دعوتی تبلیغی کام کی ان کو جو فکر تھی، وہ اس کو مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی فکر قرار دیتے تھے اور یہ وہ درد و سوز تھا جو انہوں نے مولانا محمد الیاسؒ کے ساتھ تبلیغی تحریک میں روز اول سے ساتھ رہ کر محسوس کیا تھا، اور پھر اس درد و سوز کے وہ خود حامل بن گئے تھے، اس درد و سوز کو مولانا اجتباء الحسن کاندھلوی مرحوم نے اپنے والد سے سینہ بہ سینہ لیا تھا، ان کی اس کیفیت کا مشاہدہ راقم سطور نے اس وقت کیا جب راقم خال معظم مولانا سید عبداللہ حسنی ندویؒ کے ساتھ ان کی خدمت میں کاندھلہ حاضر ہوا تھا اور اپنے والد مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی کے حوالہ سے حضرت مولانا محمد الیاس علیہ الرحمہ کی یہ بات نقل فرمائی تھی کہ:

”میاں احتشام ان غیر مسلموں کو دعوت دے کر اللہ سے بھڑا دو“۔

مولانا اجتباء الحسن کاندھلویؒ اپنے اعزہ و اقارب سے ملنے پاکستان چلے گئے تھے اور اسی مدت میں ہندوستان و پاکستان کے تعلقات نا استوار ہو چکے تھے جس کی بنا پر واپسی تاخیر سے ہوئی، اسی دوران ان کے والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کی طبیعت زیادہ ناساز ہوئی اور پھر انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، والد ماجد کی زندگی کے آخری ایام میں ان کے ساتھ نہ رہنے کا ان کو ہمیشہ قلق رہا، اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا احترام الحسن کاندھلوی کو خدمت اور تیمارداری کی خوب سعادت حاصل ہوئی۔ (۱)

---

(۱) افسوس کہ مولانا احترام الحسن کاندھلوی نے ۱۹؍مئی ۲۰۱۶ء کو مختصر علالت کے بعد وفات پائی اور اپنے آبائی قبرستان احاطہ سلیمانیہ عیدگاہ کاندھلہ میں مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ مولانا مرحوم کو اپنے والد مولانا احتشام الحسن کاندھلوی سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی اور آخر میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ اجازت وخلافت میں وہی تنہا مجاز رہ گئے تھے وہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی کے داماد تھے اور مظاہر علوم سہارنپور کے فاضل، علمی، دعوتی، اصلاحی اور تصنیفی مشغولیت رکھتے تھے، ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں، تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو علماء مظاہر علوم اور ان علمی و تصنیفی خدمات، از مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری۔

پاکستان سے واپس آنے کے بعد مولانا عبید اللہ بلیاویؒ کی بڑی صاحبزادی سے رشتہ طے پایا اور ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا، اور دوسری طرف ان کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ دینیات سے وابستہ ہونے کا موقع ملا، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کیمپس میں قیام کا یہ عرصہ ۲۷ سال پر محیط رہا جس میں انہوں نے امامت وخطابت کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ اپنا مطالعاتی سفر بھی جاری رکھا اور وہاں کی انٹرنیشنل لائبریری مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری سے علمی فائدہ اٹھایا، اور پھر ان کی کئی کتابیں سامنے آئیں۔

پسماندگان میں چار صاحبزادگان (مولانا اصطفاء الحسن، مفتی محمد ارتضاء الحسن (مقیم دوحہ قطر) مفتی محمد ارتقاء الحسن رتیؔ (مفتی پنجاب) مولوی محمد شمس الحسن چار صاحبزادیاں اور اہلیہ محترمہ دختر حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ ہیں)۔

جہاں تک تصنیفات ورسائل کا تعلق ہے، ان میں:

۱۔ سب سے قابل ذکر کتاب ''سانحۂ عظیم'' ہے جس کے پاکستان سے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں، ہندوستان سے خود انہوں نے شائع کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سانحۂ عظیم کو موضوع بنا کر لکھی جانے والی یہ ایک انفرادی نوعیت کی حامل کتاب ہے۔

۲۔ ''دعاؤں کا قیمتی مجموعہ'' ان کی دوسری کتاب ہے جو انسانی زندگی کی ضروریات وحاجات کی مناسبت سے جمع کی گئیں دعاؤں کا ایک نادر مجموعہ ہے۔

۳۔ ''**مجموعة الأدعية المأثورة**'' عربی میں مسنون اور غیر مسنون دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

۴۔ ''آداب زندگی''، اس میں زندگی کے ہر شعبہ کے آداب، اخلاق وعادات واطوار سے متعلق مواد نونہالان ملت کی تربیت کے لیے جمع کیا ہے، تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل غیر مرتب یہ کتاب ہے۔

۵۔ ''علامات قیامت''، یہ کام ان کے زیر نگرانی ان کے دوسرے فرزند مفتی

محمد ارتضاء الحسن قاسمی نے کیا۔ یہ مذکورہ موضوع پر احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ ہے۔

۶۔ ترجمہ ''الادب المفرد''، امام بخاریؒ کی ''الادب المفرد'' کا اردو ترجمہ جو محفوظ نہ رہ سکا۔

۷۔ ''افسانہ نہیں حقیقت''، یہ اسرائیل کے عرب ممالک پر حملے کے موقع پر لکھا گیا رسالہ ہے جس کا بعد میں نام ''موسیٰ علیہ السلام اور یہودی قوم کا کردار'' تجویز کیا گیا۔

ان کے علاوہ عربی، اردو اور انگلش کورس بھی ترتیب دیے اور ان کا تجربہ انہوں نے اپنی اولاد پر خاص طور سے کیا جو بہت کامیاب ہوا، ضرورت ہے کہ اس کو سامنے لایا جائے۔

مولانا مرحوم بڑے ہی کم سخن واقع ہوئے تھے، اوقات کو کام میں لانے کی انہیں بڑی فکر رہتی، اس کے ساتھ ذکر و شغل اور تعلق مع اللہ کو موثر بنانے والے دیگر اعمال میں ان کی یکسوئی رہتی، اور زیادہ ملاقات وغیرہ پسند نہ کرتے، جن سے طبیعت مانوس ہوتی، اس سے ملاقات سے خوش بھی زیادہ ہوتے اور ان سے مراسلت بھی تفصیلی کرتے، آخر میں وہ مسلسل مریض رہنے لگے تھے، اور ان کا قیام کاندھلہ لکھنؤ اور پھر اخیر میں مالیر کوٹلہ پنجاب میں (جہاں ان کے تیسرے فرزند مفتی محمد ارتقاء الحسن مفتی پنجاب مقیم تھے) زیادہ رہنے لگا تھا، جہاں سے ان کے سفر آخرت کا آغاز ہونا تھا، بروز جمعرات ۲۰؍ جمادی الثانی ۱۴۳۴ھ/ ۲؍ مئی ۲۰۱۳ء کو آپ اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ مالیر کوٹلہ پنجاب سے نعش ان کے وطن کاندھلہ لائی گئی جہاں بروز جمعہ ان کے عم معظم مولانا افتخار الحسن کاندھلوی مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ اہل تعلق و اعزہ کے ایک بڑے مجمع کو پڑھائی اور وہ اپنے والد ماجد مولانا احتشام الحسن کاندھلویؒ کے بالکل پائینتی سپرد خاک کیے گئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ ترے گھر کی نگہبانی کرے

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی خاندان حضرت مفتی الٰہی بخش کے گل سرسبد، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے لائق فخر صاحب تصنیف وتحقیق وصاحب ارشاد وتربیت فرزند، درویش صفت محقق وعالم، صدر مفتی الٰہی بخش اکادمی کاندھلہ ورکن مجلس انتظامی ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پہلے اپنے وطن کاندھلہ کے مدرسہ نصرت الاسلام میں پھر سہارنپور میں جامعہ مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے (جو آپ کے پھوپھا تھے اور آپ کی بہن ان کے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی اہلیہ محترمہ ہیں) شرف تلمذ حاصل کیا، دورۂ حدیث کے اسباق سے جو وقت بچتا وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کی مجلس میں علامہ صغانی بدایونی لاہوری کی مشارق الانوار کے خصوصی درس میں شرکت کی سعادت حاصل کی، ہدایہ کے سبق میں مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی بھی ان کے رفیق رہے، بیعت وارادت کا تعلق اپنے عم مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے قائم کیا، اور پھر ان کی وفات کے بعد اپنے والد حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی کی تربیت ونگرانی میں منازل سلوک طے کیے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے؛ اور ان کی علالت وضعف کی وجہ سے ان کے اور بھی بہت سے کام انجام دے رہے ہیں، جن میں عید کی نماز اور تربیت مریدین اور جلسوں واجتماعات میں شرکت اور وعظ وارشاد کے کام ہیں، یہ ان کے وہ اضافی کام ہیں جو وہ علم وتحقیق کا پہلے سے انجام دیتے رہے ہیں، اور اس سلسلہ میں ان کی تحقیقات ومعلومات سے بعض بڑی شخصیتوں نے فائدہ اٹھایا جن میں ایک اہم نام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا ہے جس کا انہوں نے اعتراف کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ ''مولوی نورالحسن راشد کاندھلوی اس خاندان کے ایک ذی علم اور تحقیق کا خاص ذوق رکھنے والے نوجوان ہیں''۔(۱)

تاریخ دعوت وعزیمت جلد پنجم جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے تذکرہ کے ساتھ خاص ہے کے مقدمہ میں اس طرح اعتراف کیا ہے کہ: ''عزیز گرامی مولوی نورالحسن راشد صاحب کاندھلوی خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے شاہ صاحب کے خاندانی حالات واخلاف کے سلسلہ میں بعض قیمتی معلومات فراہم کیں، اور بعض مآخذ کی نشاندہی کی''۔(۲)

مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے اپنے وطن میں ہی رہ کر خدمت دین، علم وتحقیق، دعوت وارشاد کا میدان بنایا، اور اب دور دور سے علم وتحقیق کے جویا ان کی خدمت میں آ کر قیام کرتے اور استفادہ کرتے ہیں، اللہ نے ان کے اندر غیر معمولی وسعت قلبی، اعتدال وتوازن، علمی جامعیت، فکری بلندی، دینی وملی غیرت وحمیت اور ایمانی بصیرت وفراست، ذہانت، قوت حافظہ، علوم وفنون سے گہری واقفیت، حیرت انگیز تاریخی معلومات، شعری وادبی ذوق، مجددی وولی اللہی خاندان وسلسلہ حضرت سید احمد شہید کی تحریک اصلاح ودعوت وجہاد، دیوبندی ومظاہری تعلیمی تحریک اور مرکز نظام الدین دہلی کی تبلیغی تحریک اور اپنے خاندان کاندھلہ اور اس کے اطراف دہلی، سہارنپور ومظفر نگر کے دینی وعلمی متعلقات اور تاریخی معلومات کے ذخیرہ کے کلیات وجزئیات کے ایسے واقف کار کہ بات شروع ہو جائے تو معلومات کا انبار پیش کر دیتے ہیں، اطال اللہ بقاءہ ونفع بہ الامۃ. اس کے ساتھ بلندی اخلاق، دوسروں کے فضل وکمال کے اعتراف، مہمان نوازی اور دوسرے اوصاف وخصوصیات جو ان کا خاندانی اور ان کے مشائخ وعلماء کا ورثہ بھی ہے کے حامل ووارث اور امین ہیں۔

دس ربیع الاول ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۰/دسمبر ۱۹۵۰ء میں آپ کی ولادت قصبہ کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں ہوئی، قرآن مجید حافظ عبدالعزیز کاندھلوی سے پڑھا، اور گھر

---

(۱) سوانح شیخ الحدیث، ص:۲۱ (۲) سوانح شیخ الحدیث، ص:۱۳۰

پر نحو وصرف اور فقہ کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی اور صرف کی تعلیم حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی سے حاصل کی، مظاہر علوم میں بخاری و مسلم حضرت مولانا محمد یونس جونپوری سے، ابوداؤد ونسائی مولانا محمد عاقل سے، ترمذی مولانا مفتی مظفر حسین سے اور طحاوی حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب سے پڑھی، حضرت مولانا طلحہ محمد کاندھلوی آپ کے بہنوئی ہیں، اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا آپ کے پھوپھا ہیں، مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی آپ سے عمر میں نو ماہ بڑے ہیں اور دوہرے رشتہ رکھتے ہیں، مولانا زبیر الحسن کی والدہ (صاحبزادی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا) آپ کی پھوپھی زاد بہن ہیں اور مولانا محمد زبیر الحسن کے دادا مولانا اکرام الحسن (جو حضرت مولانا محمد الیاس کے حقیقی بھانجہ تھے) اور آپ کی نانی حقیقی بہن بھائی تھے، مولانا نور الحسن راشد صاحب اور مولانا زبیر الحسن یک جدی بھی ہیں، یہ دونوں حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے نامور اور فخر خاندان پوتے مولانا محمد نور الحسن کاندھلوی (جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں کے بھی استاد تھے اور دونوں علوم وفنون کے جامع اور غیر معمولی انسان تھے) کی اولاد میں ہیں، مولانا محمد زبیر الحسن کی دینی خصوصیات کے نہ صرف قائل و معترف ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ انہوں نے باوجود تکلیفوں، اعذار وامراض کے آخر تک دینی خصوصیات کو غالب رکھا اور معمولات کے نہایت پابند رہے۔

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی ایک کثیر التصانیف عالم و محقق اور اپنے والد برکۃ العصر حضرت مولانا محمد افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم کے سلوک وارشاد میں مجاز بیعت اور ان کی ذمہ داریوں کو ان کی جانب سے (نیابۃً) انجام دینے والی معتبر وقد آور شخصیت ہیں، ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سید محمد طاہر منصور پوری علیہ الرحمہ سابق معاون ناظم ندوۃ العلماء کی چھوٹی بہن ہیں، اور ان کے ایک صاحبزادے مولانا ابوالحسن ارشد (داماد مولانا سید اسجد مدنی پسر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی) اور ایک صاحبزادی ہیں بارک اللہ فی حیاتہم۔

۵-مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری (۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے حقیقی نواسہ اور محبوب و منظور نظر مسترشد وخلیفہ اوران کے علمی کاموں کوسامنے لانے والے لائق وفائق اور عزیز شاگرد ہیں، مولانا محمد زبیر الحسن، مولانا نور الحسن راشد اور مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری کی پیدائش ایک ہی سال مختلف مہینوں کی ہے، مولانا زبیر الحسن اور مولانا شاہد صاحب کی تعلیم قرآن مجید سے لے کر آخر تعلیمی مرحلہ تک یکساں اور ایک ساتھ رہی، مولانا نور الحسن راشد صاحب کی فراغت ایک سال قبل کی ہے لیکن بعض اسباق میں رفاقت رہی جیسے ہدایہ وغیرہ، مولانا سید محمد شاہد کی علمی، دینی خصوصیات کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> ''حضرت شیخ کے سب نواسے جو سن بلوغ کو پہنچ چکے ہیں، اور تکمیل علوم کر چکے ہیں، ماشاء اللہ عالم وفاضل اور علمی ودینی خدمت میں مشغول ومنہمک ہیں، ان میں آپ کے نواسے اور مولانا حکیم محمد الیاس صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد شاہد صاحب مظاہری ممتاز ہیں، وہ جید عالم، رواں قلم مصنف، اور علمی وتحقیقی ذوق رکھنے والے نوجوان فاضل ہیں، ''مکتوبات علمیہ'' اور ''علمائے مظاہر علوم اور انکی علمی و تصنیفی خدمات'' اور ''تاریخ مظاہر علوم'' جلد دوم وغیرہ ان کے تصنیفی ذوق اور قلم کی

---

(۱) مولانا شاہد سہارنپوری کے تین بھائی سید محمد راشد، مولوی سید محمد سہیل، مولوی سید محمد ساجد صاحبان اور تین بہنیں، اہلیہ مولانا زبیر الحسن، اہلیہ مولانا سید محمد خالد اور اہلیہ قاری سید محمد عمار ہیں، مولانا شاہد کے صاحبزادگان مفتی محمد صالح، مولوی محمد یاسر اور تین صاحبزادیاں ہیں۔

روانی کے شاہد ہیں، حضرت شیخ کی ان پر خاص شفقت تھی اور انھیں کی توجہ اور محنت سے شیخ کے کئی قلمی مسوّدات اور خطوط کے مجموعے منظر عام پر آئے"۔(۱)

اور ان کی تصنیف سوانح حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے مقدمہ میں ان کی علمی، تحقیقی، تصنیفی صلاحیت اور اس کے ساتھ وسعت قلبی، فراخ بینی اور توازن وانصاف کی خصوصیات کا بھی کھلا اعتراف ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے جانشین دوم (جن کو حضرت جی ثالث کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) کی سوانح حیات اور ان کے عہد میں اور ان کے زیر قیادت دعوت میں جو مزید وسعت ومقبولیت پیدا ہوئی اور پھر زمانہ میں اپنی فطرت کے مطابق جو تنوع پیدا ہوا، نئی تحریکیں اور دعوتیں سامنے آئیں، قربانیوں اور کوششوں کا جو ردّ عمل ظاہر ہوا، اور زمانہ اور ملکوں کے حالات بھی بدلے اس کو ایک سوانح حیات اور تذکرے کی شکل میں پیش کرنے کے لیے ایک طرف ایک چشم دید گواہ اور مکانی، زمانی اور خاندانی قرب رکھنے والے اہل قلم کی ضرورت تھی جو تصنیفی صلاحیت کے ساتھ وسعت قلبی، فراخ بینی اور توازن وانصاف کے جوہر سے بھی متصف ہو، خدا کا شکر ہے کہ خدا نے یہ کام مولانا سید محمد شاہد صاحب سہارنپوری سے لیا، جو جیسا کہ کہا گیا نہ صرف زمانی اور مکانی تعلق رکھتے ہیں بلکہ خاندانی بھی جو معلومات کا ایسا ذریعہ ہے جس کا کوئی اور بدل نہیں ہوسکتا، پھر ان کا وسیع مطالعہ حالات زمانہ سے آگاہی، مساعی کا نتیجہ واقعات کا ردّ عمل اور ہم خیال اور مختلف الخیال دانشوروں، دینی اداروں، اور تحریکوں کے قائدین اور سربراہوں کے تاثرات اور اعترافات بھی ان کے سامنے ہیں پھر ان کو تصنیف وتالیف اور خاص طور پر سیرت نگاری کا سلیقہ بھی عطا ہوا ہے"۔(۲)

---

(۱) سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی (تذکرہ اولاد)

(۲) سوانح حضرت جی مولانا انعام الحسن کاندھلوی (مقدمہ)

مولانا سید محمد شاہد صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ / ۵ جنوری ۱۹۵۰ء کو شہر سہارنپور میں پیدا ہوئے، تعلیمی مراحل ان کے اور مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے ایک ساتھ پورے ہوئے، مولانا تکمیل علوم کے بعد اپنے والد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی خدمت میں مرکز نظام الدین چلے گئے، اور وہاں مدرسہ کاشف العلوم میں درس وتدریس کی خدمت والد کی خدمت اوران کے دعوتی مشن سے مکمل وابستگی کے ساتھ انجام دینے لگے، اور مولانا سید محمد شاہد صاحب جامعہ مظاہر علوم سے وابستہ ہوگئے، پھر جامعہ مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کے رکن ۲۶ رشوال ۱۴۰۸ھ (۱۱ رجون ۱۹۸۸ء) کو منتخب ہوئے اور ۶ رشوال ۱۴۱۳ھ، ۳۰ رمارچ ۱۹۹۳ء کو جامعہ کا امین عام (سکریٹری) منتخب کیا گیا، علماء مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی و تصنیفی خدمات ان کی پانچ جلدوں میں بڑی گرانقدر اور معلومات افزا تصنیف ہے، جس میں مصنف نے اپنی ۲۵ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے۔ان کی کتاب سوانح حضرت جی ثالث مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی تین جلدوں میں تبلیغی جماعت کی ایک مفصل تاریخ بیان کرتی ہے اور علماء مظاہر علوم پر ان کی کتاب ۵ جلدوں میں شائع ہوکر عربی میں تین جلدوں میں شائع ہوچکی ہے اور اب ان کی ایک دوسری شاہکار تصنیف تحریک آزادی میں علماء مظاہر علوم کے عنوان پر منظر عام پر آنے کو ہے۔ مظاہر علوم سے تدریسی وانتظامی وابستگی، تصنیفی و تحقیقی خدمت، دعوتی و تبلیغی مشغولیت اور اس سلسلہ میں دنیا کے مختلف ملکوں کے اسفار اور گوناگوں علمی دینی، دعوتی اور تربیتی مشاغل ومصروفیات رکھتے ہیں، مولانا محمد زبیر الحسن سے رفاقت درس کے علاوہ کئی رشتے بھی ہیں اور دونوں کا ایک دوسرے سے بھائی کے علاوہ بہنوئی اور برادر نسبتی کا رشتہ ہے اور یہ رشتہ ان کی اولاد میں بھی متعدی ہے۔مولانا کے دو صاحبزادے مفتی سید محمد صالح استاد جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، اور مولوی سید محمد یاسر اور تین صاحبزادیاں ہیں، جس میں دوسری صاحبزادی مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کو منسوب ہیں۔

اللہ ان کو خلد میں اعلیٰ مقام دے
نعم البدل ہمیں بھی کوئی نیک نام دے

باب ہفتم

(جزءاول)

وفات وتعزیت، میڈیا وسوشل میڈیا کے حوالے سے

جزءدوم

بیان ودعا ...... اسلوب اور نمونہ

بقلم

مولانا محمد اصطفاء الحسن کاندھلوی ندوی

استاد دارالعلوم، ندوۃ العلماء، لکھنؤ وفرزند مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی خلف اکبر
حضرت مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی قدس سرہ

وفات

آخر میں کافی عرصہ سے مولانا کی طبیعت ناساز رہنے لگی تھی، ان کو شوگر کا مرض لاحق ہوگیا تھا، جگر متاثر تھا اور بالکل آخر میں گردے بھی متاثر ہوگئے تھے، کئی بار ہسپتال میں داخل ہونے، اور افاقہ ہونے پر قیام گاہ واپس آگئے، ہر مرتبہ پہلے جیسے جذبہ وانہماک کے ساتھ اصلاحی ودعوتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے رہے، اور اپنے اوراد ومعمولات کی پابندی کرتے رہے، ملنے والوں کو اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ اندر سے کتنے بیمار اور مضمحل ہیں، آخر کار انتقال سے تقریبا ایک ہفتہ قبل آخری بار پھر طبیعت بگڑی اور دہلی کے رام منوہر لوہیا ہسپتال میں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔

ع مدتوں کی بیقراری کو قرار آہی گیا

یہ ۱۸؍مارچ ۲۰۱۴ء کا دن اور دن کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے کا عمل تھا، انتقال کی خبر سے پورے عالم میں کروڑوں کی تعداد میں پھیلے ہوئے تبلیغی حلقے میں کہرام مچ گیا، خبر سوشل میڈیا کے اس دور میں بجلی کی رفتار سے چار دانگ عالم میں پہنچ گئی اور جس کے لیے ممکن ہوسکا اس نے جنازہ وتدفین میں شرکت کے لیے پوری کوشش کی، جس کے نتیجہ میں مختلف ممالک سے لوگ وقت مقررہ دس بجے شب سے قبل مرکز نظام الدین پہنچ گئے، جن میں سعودی عرب سے آنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔

مولانا کی وفات پر بہت سے ملکی وبیرونی رسائل، اخبارات اور ویب سائٹوں پر ان کا تذکرہ، وفات کی خبر، تعزیتی کلمات اور حالات زندگی سے متعلق مضامین وخبرنامے شائع ہوئے اور نظر سے گذرے۔ سب کا احاطہ تو ممکن نہیں لیکن آئندہ صفحات میں ہم مولانا کی وفات کے حوالہ سے میڈیا وسوشل میڈیا کی ایک جھلک اس غرض سے پیش کررہے ہیں کہ اس سے مولانا کی وطن اور وطن سے باہر قدر واہمیت کا اندازہ ہوسکے، اور یہ کہ اللہ تعالی نے ان کو کتنی مقبولیت عطا فرمائی تھی اور لوگوں کو بلا اختلاف مسلک ومذہب کتنی ان سے عقیدت تھی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشآء.

مضامین

ماہنامہ البعث الاسلامی عربی

(ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ہند)

از رئیس التحریر جناب مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ

”عظیم داعی مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اللہ کی جوار رحمت میں“

مرکز تبلیغی جماعت نظام الدین دہلی میں ۱۸ / مارچ ۲۰۱۴ء مطابق ۱۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ بروز منگل امیر جماعت تبلیغ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی وفات کی خبر سے تمام مسلمانوں اور اسلامی جماعتوں کو صدمہ پہنچا۔ ان کے انتقال کی خبر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر تمام علمی اور دعوتی حلقوں پر بجلی بن کر گری، اور اسی کے ساتھ ماحول پر غم واندوہ کی فضا چھا گئی اور لوگ ایک دوسرے سے غمخواری کرنے لگے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شخصیت کو کتنی مقبولیت عطا کی تھی۔

مولانا زبیر الحسن صاحب دہلی میں تبلیغی مرکز نظام الدین کے تحت مدرسہ کاشف العلوم میں شیخ الحدیث تھے اور تبلیغی جماعت کے امیر تھے، وہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلوی سابق شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم، سہارن پور دفین جنت البقیع، مدینہ منورہ کے نواسہ تھے، ۱۰ / جمادی الآخرہ ۱۳۶۸ھ مطابق ۲۰ / مارچ ۱۹۵۰ء کو سہارنپور میں تولد ہوئے، اپنے عظیم نانا مولانا زکریا صاحبؒ کے زیر نگرانی انھوں نے

اپنی دینی تعلیم مکمل کی، پھر مرکز دعوت وتبلیغ سے تعلق قائم کیا اور اپنے والد مولانا انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں مشغول ہو گئے، اسی کے ساتھ وہ مرکز کے مدرسہ کاشف العلوم میں حدیث شریف اور دیگر علوم اسلامیہ کی تدریس میں بھی مصروف رہے، اور ۲۰/سال تک بخاری شریف کا درس دیا۔ آپ اک بھرا پُرا خاندان چھوڑ کر گئے، جس میں بچے بھی ہیں اور بچیاں بھی، جو سب کے سب علم و دین کے حامل ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو بہترین باپ کی بہترین اولاد بنائے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ کی طرف سے تقویٰ، پرہیز گاری، اخلاق واخلاص کا اک بڑا حصہ ملا تھا، وہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز بھی تھے، اسی بنا پر وہ دعوت کے میدان میں پورے اخلاص اور فنائیت کے ساتھ قائم رہ سکے، اور اسی اصلاحی ودعوتی کام کو کرتے ہوئے ایمان وعمل کے زیور سے آراستہ وہ دنیا چھوڑ کر اللہ کے جوارِ رحمت میں چلے گئے، اور ان علماء ودعاۃ کی صف میں شامل ہو گئے جو ان سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ چکے ہیں جو ایمان خالص اور عمل صالح کا توشہ لے کر گئے ہیں اور جنت اور اس کی نعمتوں سے (ان شاء اللہ) بہرہ مند ہیں۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہ عظیم داعی اسلام مولانا الیاس صاحبؒ کے عظیم فرزند مولانا یوسف کاندھلویؒ کے پڑوس میں دفن ہوئے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کو اپنی رحمت واسعہ کے آغوش میں لے، ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے، ان کے اعمال کو 'قبولِ حسن' سے نوازے، جنت میں اونچا مقام عطا فرمائے اور ان لوگوں میں ان کو شامل فرمائے جن کے بارے میں آتا ہے کہ "أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّـهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ

ماہنامہ **مظاہرعلوم** سہارن پور

ادار یہ شمارہ اپریل ۲۰۱۴ء / جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحبؒ کا ۱۰ر محرم ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰ر جون 1995ء کو وصال ہوگیا، آپ کے انتقال کے بعد اہل نظر اہل اللہ ارباب دانش وبینش نے اس عظیم الشان تحریک اور دعوتی مشن کو دیکھتے ہوئے پانچ اہم ذمہ داران اعلیٰ کی ایک مجلس شوریٰ منتخب فرمادی، ان پانچ ارکان شوریٰ میں ایک بڑی ہی وجیہ علمی وروحانی شخصیت، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کے خلف رشید، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ کے حفید حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کی تھی، افسوس! مورخہ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ (۱۸ر مارچ ۲۰۱۴ء) کو یہ عظیم المرتبت شخصیت پوری دنیا کو داغ مفارقت دے کر جوار رحمت وغفران میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلویؒ، مظاہر علوم کی علمی ودینی خدمات کا ایک اہم عنوان اور اس کی زریں تاریخ کا ایک اہم سرمایہ تھے، اہل اللہ اور اہل نظر علماء وبزرگان دین کی تعلیم وتربیت نے آپ کے اندر وہ روح پھونک دی تھی جس کی برکتوں سے ہندوستان ہی نہیں بلکہ پورا عالم فیض پاتا رہا اور ان شاء اللہ آپ کی فیض رسانی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں آپ کی مساعی والد گرامی حضرت مولانا انعام

الحسنؒ اور نانا محترم حضرت شیخ الحدیث مہاجر مدنیؒ کے زمانہ سے ہی جاری ہوگئی تھیں چنانچہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی تقریر (چھ نمبر) کے عنوان سے دفتر مدرسہ قدیم سہارنپور کی مسجد میں حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسنؒ کی موجودگی میں شروع فرمائی، ان دونوں اکابر نے یہ محسوس کیا کہ ہماری موجودگی میں اسے جھجک اور تکلف ہوگا اس لیے یہ دونوں حضرات وہاں سے ہٹ کر کچے گھر چلے گئے۔

۳/ربیع الاول ۱۳۹۸ھ (۱۰/فروری ۱۹۷۸ء) جمعہ کے دن مسجد نبویؐ میں حضرت شیخ نے اجازت بیعت وخلافت سے نوازا، اس اجازت وخلافت سے سرفراز ہونے کے بعد حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ ذکر وشغل اور احسان وسلوک سے وابستہ افراد کو آپ کی طرف مراجعت کا حکم دے دیا کرتے تھے، مولانا موصوف کو حضرت مولانا الیاسؒ کے سلسلہ میں اپنے والد مولانا انعام الحسنؒ سے بھی اجازت بیعت وخلافت حاصل تھی، نیز سلسلۂ رحیمیہ قادریہ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی جانب سے بھی آپ مجاز تھے۔

☆☆☆

ہفت روزہ "الجمعیۃ" دہلی

افتتاحیہ شمارہ مؤرخہ ۴ تا ۱۰/اپریل ۲۰۱۴ء

"مولانا زبیر الحسنؒ کا سانحۂ ارتحال ایک عظیم دینی ودعوتی حادثہ"

...... مولانا (زبیر الحسن کاندھلوی) مرحوم اپنی تعلیم وتربیت اور دینی ودعوتی جدوجہد کے ذریعہ اس کے ہر گوشہ پر خصوصی توجہ رکھتے تھے، وہ ایک مدرس، ایک مربی، مصلحانہ شان کے حامل ایک کامیاب داعی اور حکیمانہ انداز کے مبلغ تھے، بیعت وارشاد

اور راہ سلوک کے ذریعہ تزکیۂ نفس اور احسان کی عظیم ذمہ داری کی حامل شخصیت مولانا مرحوم کی مردم گری اور کردار سازی پر خصوصی توجہ تھی، انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ اپنے متوسلین اور جماعت تبلیغ کے محبین میں دینداری، ذوق عبادت، تعلق مع اللہ اور دعوت واصلاح کے پودے کی جس طرح آبیاری کر کے ایک گلستان بنانے میں کامیابی حاصل کی وہ دعوت کی تاریخ کا ایک روشن وتابناک باب ہے۔

مولانا مرحوم نے اپنے اسلاف سے قناعت وسادگی کی صفت ورثہ میں پائی تھی، ان کی نجی زندگی بے حد سادہ اور باوضع تھی، دنیا سے بے رغبتی، مال ومتاع سے بے نیازی آپ کا جوہر خاص تھی، اخلاص کامل نے آپ کو کاملین کی صف میں لا کھڑا کیا تھا، یہ ہی وہ اخلاص تھا جس کی وجہ سے ساری مخلوق کی اصلاح وہدایت کی فکر ہر وقت آپ کو دامن گیر رہتی تھی۔ موجودہ دور میں بنی نوع انسانی کی ڈوبتی کشتی کو طوفان سے نکال کر ساحل تک پہنچانے کی فکر کی ابتدا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہ نے کی تھی، آپ نے اسے آگے بڑھایا اور اس آواز کو گھر گھر پہنچا دیا، حضرت مولانا محمد الیاس نے ظلمتوں میں دعوت وتبلیغ کی ایک شمع روشن کی تھی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اس کی لو کو بڑھایا، مولانا انعام الحسن صاحب نے اس کی روشنی برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پھیلائی اور مولانا زبیر الحسن صاحب اور ان کے ساتھیوں نے اپنے پچیس سالہ دور امارت میں اس روشنی کو آفتاب عالم تاب کی طرح پوری دنیا میں پھیلا دیا، اس کو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس جماعت خیر کو تائید ایزدی نہ صرف حاصل ہے بلکہ ہمہ تن انتہائی مربوط ومستحکم انداز میں اس کے شامل حال ہے، ۱۸ر مارچ کو ہر ذی نفس کی روح آخر کار امیر التبلیغ حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کا بھی وقت موعود آپہنچا، ان کی زندگی میں امر بالمعروف کے چشمۂ شیریں کے ساتھ نہی عن المنکر کے تھپیڑے بھی دیکھنے کو ملے، وہ ''من عرف نفسه عرف ربه'' کا صحیح مصداق تھے، اس لحاظ سے وہ عارفین کی جماعت میں شامل تھے۔

پندرہ روزہ تعمیر حیات ندوۃ العلماء

اداریہ شمارہ ۲۵/مارچ ۲۰۱۴ء

مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا سانحۂ ارتحال

خاندان کاندھلہ کی عظیم المرتبت ہستی اور حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے بعد تبلیغی جماعت کے سرکردہ کارکنوں میں سے ایک اہم اور فعال کارکن مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا دہلی میں ۱۶/جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸/مارچ ۲۰۱۴ء بروز منگل دن کے ۱۱ بجے انتقال ہوگیا، اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

ان کے حادثۂ وفات سے دعوت وتبلیغ کے عالمی کام کا جو دینی وروحانی خسارہ ہوا وہ ناقابل تلافی نقصان ہے، مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے فرزند تھے اور ان دونوں شخصیتوں کے زیر تربیت پروان چڑھے، اور ان کو ان دونوں بزرگوں اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تبلیغی اجتماعات کے موقعوں پر متعدد بار تشریف لائے، اور پر اثر دعا بھی کرائی، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد ان کا حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے تعلق بہت بڑھ گیا تھا، اور خطوط کے ذریعے وہ اپنے احوال سے بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مطلع کرتے، حضرت مولاناؒ کو بھی ان سے بڑا تعلق تھا، مولانا مرحوم پورے عالم میں پھیلے ہوئے تبلیغی کام کی وجہ سے اس کے حلقہ میں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

رات دس بجے نمازِ جنازہ ان کے خاندان کے سرپرست اور مرشد حضرت

رات دس بجے نمازِ جنازہ ان کے خاندان کے سرپرست اور مرشد حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے مرکز نظام الدین میں ہزار ہا ہزار کے مجمع کو پڑھائی اور تدفین ان بزرگان دین کے پہلو میں ہوئی جو مولانا مرحوم سے پہلے کاروان تبلیغ کی قیادت کرتے آئے تھے یعنی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ، حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلویؒ، اور صبح تک مٹی دیے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔

ملک بھر سے اور دنیا کے مختلف مقامات سے فوری طور پر اہل تعلق نے نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی، ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کا مکتوب جوان کے فریق امارت مولانا محمد سعد کاندھلوی، ارکان شوریٰ اور مولانا مرحوم کے پسماندگان کے نام تھا، مولوی محمود حسن حسنی ندوی (نائب مدیر ''تعمیر حیات'' لکھنؤ) اور مولوی سید محمد یوسف حسینی لے کر گئے، اور جنازہ وتدفین میں بھی شرکت کی اور پھر اگلے روز خود حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء مدظلہ، معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی اور ان کے ہمراہ جناب شاہد حسین، مولوی سید سحبان ثاقب ندوی اور حافظ مصباح الدین سلمہ تعزیت کے لیے مرکز نظام الدین دہلی گئے۔

موت وہ حقیقت ہے جس سے انسانیت کے رہبر کامل صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی غنی ذات نے مستثنیٰ نہیں فرمایا، خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جو اپنی زندگی مالک کے حکم ورضا کے مطابق گذار کر سفر آخرت پر روانہ ہوں، مولانا کاندھلوی کے انتقال پر عالمی پیمانے پر جس محبت وعقیدت کا مظاہرہ ہوا، یہ ان کی مقبولیت کی قابل رشک علامت ہے، مقبولان بارگاہ کے ساتھ یہی ہوتا آیا ہے۔

ندوۃ العلماء کا تعلق دعوت وتبلیغ کے کام سے اسکے عہد اول ہی سے بالکل گھر وخاندان جیسا رہا ہے، جس کا اندازہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

کی کتاب ''مولانا محمد الیاسؒ اوران کی دینی دعوت'' سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، کتاب پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کے مقدمہ میں اس تحریک کی پوری روح آگئی ہے، اسلیے مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا حادثۂ وفات ایک طرح سے گویا خاندانی حادثہ ہے۔

اس لیے انتقال کی جب خبر آئی تو بعد نماز مغرب دارالعلوم ندوۃ العلماء کی وسیع مسجد میں تعزیتی جلسہ ہوا جس میں حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء اور جناب مہتمم صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء نے مولانا مرحوم کی خوبیوں کو بیان فرماتے ہوئے طلبہ کو اپنی زندگی کو دینی سانچہ میں ڈھالنے کی تلقین کی۔ ادارہ ''تعمیر حیات'' اہل خاندان اور تمام کارکنان دعوت وتبلیغ کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتا ہے اور قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ذمہ داروں کا خطاب

پندرہ روزہ تعمیر حیات ندوۃ العلماء

(شمارہ ۱۰/اپریل ۲۰۱۴ء)

[مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء میں مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے انتقال پر اسی روز بعد نماز مغرب دارالعلوم ندوۃ العلماء کی وسیع وعریض مسجد ندوہ کی انتظامیہ کی جانب سے تعزیتی جلسہ کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت ناظم ندوۃ العلماء مدظلہ اور مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی دامت برکاتہم نے خطاب فرمایا۔ جلسہ کی نظامت مولانا عبدالسلام خطیب ندوی بھٹکلی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کی اور اس

☆ از قلم راقم ایں باب

حضرت مولانا مدظلہ نے اساتذہ وطلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

انسانی زندگی پر ماحول و معاشرہ کا بڑا اثر پڑتا ہے، مولانا زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم اس خاندان کے فرد فرید تھے جس نے دعوت وتبلیغ کا کام اور ذمہ داری اپنے سر لے رکھی ہے، یہ کام پوری دنیا میں پھیل گیا ہے، اس کو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نے شروع کیا تھا، یہ پہلے میوات کے علاقے تک محدود تھا، پھر یہ پھیلا اور ہندوستان سے پھیل کر پوری دنیا میں پھیل گیا، دور دراز کے علاقوں تک اس کا اثر پہونچا اور اس کام سے پوری دنیا کے لوگوں میں تبدیلی آئی، ان حضرات نے لوگوں کو دینی ماحول میں لاکر کھڑا کیا اور زندگی کی مشغولیات میں کچھ وقت ایسا مل گیا جس میں انسان تمام مادی جھمیلوں سے خالی ہوکر اپنے رب سے راز و نیاز کر سکے۔

ماحول کا اثر پڑتا ہے، اور تعلیم کا بھی اثر پڑتا ہے، لوگوں میں ملنے جلنے والوں سے اچھائیاں اور برائیاں دونوں چیزیں منتقل ہوتی ہیں، اچھے ماحول سے انسان کے اندر اچھائی پیدا ہوتی ہے، اور برے ماحول سے انسان برا ہوتا ہے، دین کا معاملہ یہ ہے کہ انسان کے اندر دینی ماحول سے دینی جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس لیے آپ دیکھیں گے کہ ماحول اچھا ملتا ہے، تو تبدیلی آتی ہے، اور انسان کچھ سے کچھ بن جاتا ہے، یہ ماحول کی تبدیلی کی وجہ سے ہوتا ہے، دعوت وتبلیغ کا کام انقلاب لانے والا اور انسان کو بدلنے والا کام ہے۔ مولانا محمد الیاسؒ نے کوشش کی کہ کچھ دیر انسان بازار کے ماحول سے مسجد کے ماحول میں آجائے اور مسجد کے ماحول میں اپنا کچھ وقت گزارے، اس لئے کہ دنیا میں بہترین جگہ مسجد اور بدترین جگہ بازار ہے، ایک مسلمان مسجد کے ماحول میں رہے گا تو اس کا ایمان تازہ ہوگا اور بازار کے ماحول میں رہے گا تو ایمان میں خرابی آئے گی، مولانا محمد الیاسؒ، مولانا محمد یوسفؒ، مولانا انعام الحسنؒ، مولانا زبیر الحسنؒ، اور مولانا سعد صاحب مدظلہ نے اس کام کی ذمہ داری اپنے سر لی، اور اس کام کو سنبھالا، ان حضرات نے اپنی پوری زندگی کو اس کام کے لئے وقف کردیا، اور وہ اسی میں لگے رہے

،اور پھر ساری دنیا میں یہ کام پھیل گیا ہے، اور سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اس وقت آپ غور کریں گے تو دینی کوشش اختیار کرنے کی جو تدبیریں ہورہی ہیں، ان میں دعوت وتبلیغ کا بہت بڑا کردار ہے اور تبلیغی جماعت کا کام نہایت اہمیت کا حامل ہے، مولانا محمد سعد صاحب اور مولانا زبیر الحسن صاحب اس کی مکمل قیادت کررہے تھے، مولانا زبیر الحسن طبیعت کے اعتبار سے بہت خوش اخلاق اور ملنسار تھے، لوگ ان سے مل کر بڑی رہنمائی حاصل کرتے تھے، اللہ تعالی کو بلانا تھا، اللہ تعالیٰ کام کے لئے عمر دراز فرماتا تو بڑا فائدہ ہوتا البتہ ہم سے کام لینا چاہتا ہے، اور سب کی مدت مقرر ہے، یہ زندگی امتحان کی جگہ ہے انعام کی جگہ نہیں ہے، اچھے اور برے اعمال کا بدلہ آخرت ہی میں ہم کو ملے گا، کسی کو لمبی مدت ملتی ہے تو کسی کو مختصر مدت، بعض لوگ کم عمر میں زیادہ کام کر لیتے ہیں، اور بعض لوگ زیادہ عمر میں کم کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں نے چاہا کہ ہمارا عمل خالصۃً خدا کی رضا جوئی کے لئے ہو، خدا یہ دیکھے کہ ہمارا بندہ کیسا عمل کرتا ہے، یہ حضرات ہر لمحہ دین کے لئے گزارتے ہیں، یہ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں، جو نیک عمل کرتا ہے، اور جن کے ذریعہ نیک عمل کرتا ہے، دونوں کو اس کا ثواب ملتا ہے، کتنے لوگوں نے ان کے ذریعہ نیکیاں اختیار کیں، دعوت دینے کا ثواب ان کے کہنے والوں کو بھی ملتا ہے، اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں دینی جذبہ رکھا ہے، ضرورت ہے کہ اس کو ابھارا جائے تو وہ کام کرنے لگتا ہے، اس لئے داعی کو نیکی کمانے کا بہت موقع ملتا ہے، اس کی نیکی اور کرنے والے کی نیکی۔ اور یہ ایسا عمل ہے کہ انسان کو اس کے دنیا سے جانے کے بعد بھی ثواب ملتا رہتا ہے کہ اس کی دعوت پر کسی کو راہ راست کی ہدایت ملی۔

یہ زندگی اللہ تعالیٰ نے امتحان کے لیے بنائی کہ بندہ کیسے اس کو استعمال کرتا ہے

،مولانا زبیر الحسن مرحوم کو قرآن مجید کی تلاوت کا بڑا شوق تھا، وہ بہترین حافظ تھے، یہ واقعہ ہے کہ ان سے خلق خدا کو غیر معمولی فائدہ پہونچا، آج پورے عالم میں تبلیغی جماعت کی وجہ

سے لوگوں کو جو فائدہ پہونچ رہا ہے، اس میں ان بے لوث داعیان و مبلغین دین کی مساعی شامل ہیں جنہوں نے اخلاص وللٰہیت کے جذبہ کے ساتھ گاؤں گاؤں، قصبہ قصبہ اور شہر شہر اس کام کو پہنو نچایا، اس طرح مولانا مرحوم کی زندگی قابل رشک زندگی تھی، انھوں نے اس عظیم کام کے ذریعہ خلق خدا کو نفع پہونچا کر کس قدر نیکیاں کمائیں، اور اپنے آپ کو انھوں نے بنایا، لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا، اس لیے کہ انھوں نے جو کام کیا، ان سے کتنے لوگ ہوں گے جو مستفید ہوئے ہوں گے، ان کے حالات معلوم کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنا چاہیے تا کہ ہم بھی اللہ کی راہ میں خوب ترقیاں کریں اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور معصیات سے بچنے کی توفیق عطا کرے۔

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

یہ خدا کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو دین کی نشر و اشاعت کی توفیق دے، مولانا مرحوم ایک عالمی داعی اور مبلغ تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے دین کا کام دوسروں تک پہونچانے کے لیے منتخب کر لیا تھا، وہ لوگوں میں دین کی روح پیدا کرنے کے لیے کوشش کرتے رہے، اس کے لیے جماعتوں کو تیار کرنا، نکلنا، نکالنا یہ بہت بڑی محنت اور بہت بڑی سعادت ہے، مولانا زبیر الحسنؒ نے اپنے رب کے ساتھ تعلق کو مستحکم رکھا، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے، اور ہمیں بھی دین کے کاموں کے لیے قبول فرمائے، اور اعلاء کلمۃ اللہ کے تقاضے پر عمل کرنے اور دین کی دعوت وتبلیغ کو سمجھنے اور عمل میں لانے کی توفیق دے جو زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے، انبیاء کرامؑ کا دینی مشغلہ صرف اعلاء کلمۃ اللہ

تھا، وہ ہر وقت لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے کوششیں کرتے رہتے تھے، اصل زندگی کہاں ہے؟ وہ ہمیں کیسے ملے گی؟ اس کے لیے علم کی جتنی ضرورت ہے؟ اس کی فکر نہایت ضروری ہے، علم ہی کے ذریعہ یہ سب ملتا ہے، اس سے متعلق علم حاصل کرنا اور اس کی قدر کرنا ضروری ہے، دین کے اندر رہ کر جامع انسان بننا چاہیے، یہ جامعیت علم وعمل، ربانی علم کے ذریعہ آتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کے لیے قبول فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

پندرہ روزہ الرائد عربی مجلّہ

ندوۃ العلماء، لکھنؤ، ہند/ شمارہ نمبر: ۱۹، ۳۰ جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ

"عظیم داعی اسلام مولانا زبیر الحسن کاندھلوی اللہ کے جوار رحمت میں"

داعی اسلام مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے انتقال سے پوری امت اسلامیہ سوگوار ہوگئی۔ آپ عمدہ صفات کے حامل تھے، جس کی وجہ سے آپ سب کے محبوب تھے، آپ کے چاہنے والے اور تعلق رکھنے والے آپ کے جنازہ میں شرکت کی غرض سے دور دور سے جوق در جوق مرکز نظام الدین پہنچے، بہت سے لوگ ٹرینوں اور جہازوں سے سفر کر کے پہنچے، اور اتنا مجمع ہوگیا کہ آپ کے جسدِ خاکی کو قبر تک لے جانا مشکل ہوگیا۔ آپ کے انتقال سے علمی ودعوتی حلقوں پر غم واندوہ کی فضا چھا گئی اور ملک کے مختلف مقامات پر تعزیتی نشستیں منعقد کی گئیں، اسی طرح کی ایک اہم نشست کا انعقاد ندوۃ العلماء کی جامع مسجد میں ہوا، جس کی صدارت حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی نے کی، حضرت نے مولانا کی وفات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

’’مولانا محترم ان اہل دعوت میں سے تھے جنھوں نے اپنی پوری زندگی دین کی خدمت، اسلام کی نشر واشاعت اور مسلمانوں کے اندر عقیدۂ توحید کی ترسیخ اوران کی دینی اصلاح وتربیت میں گزاری۔ مولانا کی نشو ونما اور تربیت ایسے خانوادہ میں ہوئی جو ایک طویل عرصہ سے زہد وعبادت، تقویٰ وطہارت اور خالص ایمانی عقیدہ کے ساتھ حقیقی تصوف کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، اور جو مسلمانوں کی تربیت، صراط مستقیم اور زندگی کے صحیح راستہ کی طرف ان کی رہنمائی میں لگا ہوا ہے، مولانا محترم نے بھی دعوت وتبلیغ کے میدان میں ان نیک مقاصد کے حصول کے لیے قابل تحسین خدمات پیش کیں جو ان کے اسلاف کی آرزو تھی، اور جس کی عصر حاضر کی تہذیب وتمدن سے متاثر اور بے چین ومضطرب انسانیت کو سخت ضرورت ہے۔ مولانا میں حد درجہ تواضع تھی، وہ نہایت اچھے اخلاق والے امور، علم وحکمت والے تھے، ان کی دعوتی کوششوں سے تبلیغی جماعت کا دائرہ خوب وسیع ہوا۔

☆☆☆

ماہنامہ بانگِ حرا اردو مجلہ☆

اپریل ۲۰۱۴ء / جمعیت شباب اسلام، لکھنؤ

...... مولانا ایک جید عالم دین، حافظ قرآن، بے مثال مربی، بہترین قائد، صلح جو، امن پسند، اپنی بارعب وباوقار شخصیت کے باوجود، خوش گو اور ظریف المزاج تھے، نوجوانی ہی سے فربہی کے تکلیف دہ مرض میں مبتلا تھے، جس کی وجہ سے ایک گونہ طور پر مکمل معذور تھے، لیکن ان کی یہ معذوری کبھی ان کے عزم وحوصلہ اور کارِ دعوت و عزیمت میں رکاوٹ نہیں بنی۔ اسی معذوری کے ساتھ انہوں نے امت اسلام کی صلاح وفلاح کی خاطر چار دانگ عالم کے اسفار کیے اور دعوت وتبلیغ اور اصلاح وارشاد

کیلئے خود کو وقف کئے رکھا، ان کی حیات کا گوشہ گوشہ اور ان کی زندگی کا ہر ایک نظام اور پروگرام خواہ خانگی یا خاندانی ہی کیوں نہ ہو دعوتی جذبہ اور اصلاحی عنصر سے خالی نہ تھا۔ نکاح کی تقریب ہو یا کسی کی وفات کا سانحہ، کسی نومولود کا عقیقہ ہو یا کوئی آفت یا ناگہانی کا موقعہ ایسے عام مواقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ کرنے اور اسکے رسول کی سنتوں کا دھیان دلانے کا فریضہ انجام دیتے، اس طرح انھوں نے اپنی حیات کے ہر ایک لمحہ کو دعوت و تبلیغ میں مصروف رکھا۔

۱۹۹۵ء میں سابق امیر جماعت حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے انتقال کے بعد ان کی اہم ذمہ داریاں آپ ہی کی طرف منتقل ہوئیں، جن میں ایک اہم کام اجتماعات میں جماعتوں کو رخصت کرنا اور ختم اجتماع پر دعا کرانا بھی شامل ہے۔

دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تربیت کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کی ذمہ داریاں بھی مولاناؒ نے تبلیغی مرکز میں قائم مدرسہ کاشف العلوم میں انجام دیں، یہ مدرسہ اپنی عمر کے اعتبار سے تقریباً اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ خود تبلیغی تحریک، اس کے ابتدائی اساتذہ میں خود مولانا محمد الیاس بانی تحریک اور اولین طلبہ میں مولانا محمد احتشام الحسن کاندھلوی جیسی شخصیات ہیں۔ اس مدرسہ نے تبلیغی تحریک کو بہترین دماغ اور اعلیٰ دعوتی صلاحیت رکھنے والے افراد عطا کئے۔ اسی اہم اور قدیم مدرسہ میں مولاناؒ عرصہ تک شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور صحیح بخاری کی ایک جلد ان کے زیر تدریس رہی اس کے علاوہ آپ نے فقہ میں کنز الدقائق، اصول فقہ میں نور الانوار اور حدیث میں مشکوۃ شریف اور مسلم شریف کا درس بھی دیا جس سے آپ کی علمی صلاحیت اور جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے، اکابر تبلیغ مولانا انعام الحسن کاندھلوی، مولانا عبید اللہ بلیاوی، اور مولانا محمد عمر پالنپوریؒ کے گزرنے کے بعد علم ولایت میں ان حضرات کی جن لوگوں نے نیابت کی مولاناؒ بھی ان میں نمایاں مقام رکھتے تھے، اور مرکز کی علمی شخصیات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

آپ کے انتقال سے نہ صرف تبلیغی حلقہ کو نا قابل تلافی نقصان پہونچا ہے بلکہ علمی دنیا نے ایک جید عالم دین، مدرسہ کاشف العلوم نے ایک عظیم مدرس اور روحانی دنیا نے ایک عظیم پیشوا کھودیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے فرزندان کو آپ کی نیابت کا استحقاق اور صلاحیت عطا فرمائے اور تبلیغ دین کا یہ مبارک کاروباران کے ذریعہ آگے بڑھتا رہے اور ترقی پاتا رہے۔

مولانا کے پسماندگان میں اہلیہ محترم (جو حضرت شیخ الحدیث کی نواسی اور آپ کی خالہ زاد بہن ہیں)، صاحبزادگان مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، مولوی محمد صہیب الحسن کاندھلوی، مولوی محمد خبیب الحسن کاندھلوی اوران کے علاوہ تین صاحبزادیاں ہیں،اعظم اللہ اجرھم و الھمھم الصبر و السلوان۔

آپ کی وفات کے بعد تبلیغی کام میں آپ کے رفیق کار، مخلص دوست اور عزیز بھائی مولانا محمد سعد ہارون کاندھلوی کی رائے سے مشورہ میں طے پایا کہ مرکز کے نظام میں مغرب کے بعد کی دعا کا عمل صاحبزادہ مولانا محمد زبیر الحسن کو دیا جائے، اس سے پہلے یہ کام مولانا انجام دیتے تھے اس طرح ان کی اولاد نے ان کی ذمہ داریوں میں نیابت شروع کردی ہے اور یہ جہاں مولانا کی روح کیلئے اک قابل تسکین امر ہے وہیں اہل مرکز کیلئے بھی ایک خوش آئند بات ہے۔ اللہ کرے کہ شمع سے شمع جلتی رہے اور اصلاح وارشاد کا یہ سلسلہ قائم رہے۔ آمین

تعزیت اور دعائے مغفرت

(پیش کردہ مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء) مؤرخہ ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ، مطابق ۳۰ مارچ ۲۰۱۴ء بروز اتوار

خاندان کاندھلہ کی عظیم المرتبت شخصیت اور تبلیغی وجماعت کی سرپرست شخصیت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کا دہلی میں ۱۶ ارجمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۸ مارچ ۲۰۱۴ء بروز منگل ۶۴ رسال کی عمر میں انتقال ہوگیا، اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّااِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مولانا مرحوم حضرت شیخ الحدیث، مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے فرزند تھے اور ان دونوں عظیم شخصیتوں کے زیر تربیت پروان چڑھے، ان دونوں بزرگوں اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، وہ ندوۃ العلماء میں تبلیغی اجتماعات کے موقعوں پر متعدد بار تشریف لائے، حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ کے بعد ان کا حضرت مولانا علیہ الرحمہ سے تعلق بڑھ گیا تھا اور خطوط کے ذریعہ اپنے احوال سے مطلع بھی کرتے اور حضرت مولانا علیہ الرحمہ کو بھی ان سے بڑا تعلق تھا، حضرت مولانا کے انتقال کے بعد حضرت ناظم ندوۃ العلماء مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ساتھ بھی عقیدت ومحبت کا تعلق برقرار رکھا، وہ پورے عالم اسلام میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ اپنے اعذار وامراض کے باوجود دعوتی تبلیغی مقاصد کے پیش نظر دنیا کے مختلف ملکوں کے بڑے اجتماعات میں شریک ہوتے۔

مولانا مرحوم کی ولادت ۱۹۵۰ء میں ہوئی تھی، پسماندگان میں تین صاحبزادگان مولانا زہیر الحسن، مولانا خبیب الحسن، مولانا صہیب الحسن اور تین صاحبزادیاں اور اہلیہ محترمہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

تعزیتی خط

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
بنام مولانا محمد سعد ہارون صاحب کاندھلوی

باسمہ سبحانہ

مخدوم زادۂ محترم گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد سعد صاحب زیدت مکارمہ امیر جماعت الدعوۃ والتبلیغ، نظام الدین، وارکانِ مجلسِ شوری تبلیغ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اعظم اللہ اجرکم فی وفاۃ رفیقکم فی امارۃ الدعوۃ و التبلیغ فضیلۃ الشیخ محمد زبیر الحسن رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ و جزاہ اکرم الجزاء علی ما قام بہ من عمل الدعوۃ۔

آج ان کی وفات کی خبر ملی اور سب کو رنج میں مبتلا کردیا، اللہ تعالی کی مرضی میں کسی کا کیا دخل۔ اللہ تعالی ان کی دعوتی خدمات پر ان کو بہتر سے بہتر جزا دے اور پسماندگان کو صبر کا ثواب عطا فرمائے۔

تعزیت کے طور پر حاضری کا ارادہ ہے، رزرویشن کا لحاظ سے وقت اختیار کرنا ہے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند گرامی کو میری طرف سے تعزیت پہنچا دیجئے، اور دعاؤں میں یاد رکھئے۔

میرے اس خط میں برادر عزیز واضح رشید سلمہ بھی شریک ہیں۔ عزیزان مولوی محمود حسن حسنی اور مولوی محمد یوسف حسینی خدمت میں آرہے ہیں، ان کے ہمراہ یہ خط ارسال ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی

۱۴۳۵/۵/۱۶ھ

تعزیتی خط

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

بنام صاحبزادگان مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

باسمہ سبحانہ

عزیزان گرامی مرتبت مولوی زہیر الحسن، مولوی صہیب و مولوی خبیب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ، اعظم اللہ اجرکم فی وفاۃ والدکم الجلیل غفر اللہ لہ و رحمہ رحمۃ و اسعۃ و ادخلہ جنۃ النعیم مع النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین، و حسن اولئک رفیقا۔

اللہ تعالی کی مرضی میں کسی کو کیا دخل اور اس کا ہر کام حکمت و رحمت ہوتا ہے۔ حضرت مولانا مرحوم کے لئے اپنے یہاں پہونچنے کا فیصلہ فرمادیا، یہ ہم سب کے لئے ایک نا قابلِ تلافی نقصان ہے، اللہ تعالیٰ ان کو دعوتی خدمات پر بہتر سے بہتر جزا دے، اور پسماندگان کو صبر کا ثواب عطا فرماتا رہے۔

والدہ صاحبہ اور دیگر بزرگان خاندان حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، مولانا سید محمد شاہد صاحب اور سبھی پسماندگان کو سلام و تعزیت پیش فرمادیں، اور دعاؤں میں یاد رکھیں۔

میری یہ تحریر برادرِ عزیز واضح رشید حسنی کی طرف سے بھی ہے۔ تعزیت کے لئے حاضری کا ارادہ ہے، رزرویشن ہوتے پر سفر کرسکوں گا۔

عزیزان مولوی محمود حسن حسنی اور مولوی سید محمد یوسف حسینی خدمت میں آرہے ہیں ان کے ہمراہ یہ خط ارسال ہے۔

محمد رابع حسنی ندوی

۱۶/۵/۳۵ھ

خبریں وتاثرات

☆ مجلّہ ''الفرقان'' لکھنؤ (تحریر:مدیر مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی/ اداریہ):

''ابھی ابھی (۱۸/مارچ ۱۲؍بجے دوپہر) جب کہ رسالہ مکمل ہوکر پریس جانے والا تھا کہ یہ خبر وحشت اثر آئی کہ حضرت مولانا محمد زبیر کاندھلوی واصل بحق ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا محمد زبیر کاندھلوی تبلیغی جدوجہد کے تیسرے امیر، عظیم عالم ربانی حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی کے اکلوتے صاحبزادے تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ کے ساتھ مل کر اس عظیم ایمانی تحریک کی شورائی امارت سنبھالے ہوئے تھے اور اپنے حلم وبردباری، کم گوئی وتدبر جیسے مختلف اوصاف کی وجہ سے ایک خاص مقام رکھتے تھے''۔ (ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، اپریل ۲۰۱۴ء/ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ)۔

☆ ماہنامہ ''صوت القرآن'' احمد آباد (گجرات) تحریر مولانا مختار احمد، صدر جمعیۃ علماء احمد آباد):

''...... نماز جنازہ حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی نے پڑھائی، شرکاء جنازہ کی تعداد دس لاکھ سے زیادہ کا تخمینہ ہے، جو آپ کی عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (جن کی نماز جنازہ دہلی میں ۵۷ مرتبہ ادا کی گئی تھی) کے بعد یہ دوسرا جنازہ تھا جس میں شرکاء کی اتنی بڑی تعداد دیکھی گئی''۔

☆ روزنامہ سیاست (انگریزی) حیدرآباد:

۱۸/مارچ (سیاست نیوز)۔ مولانا انعام الحسن صاحب کے صاحبزادہ مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کا کل انتقال ہوگیا، وہ تبلیغی جماعت، نئی دہلی کے انچارج

تھے، پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔

خبروں کے مطابق مولانا جوکہ شوگر کے مریض بھی تھے، عالمی تبلیغی تحریک کی شوریٰ کے ممبر تھے، دہلی پولیس کے مطابق مولانا کی تجہیز و تکفین حضرت نظام الدین میں ہوگی، اندازہ ہے کہ پچاس سے ساٹھ ہزار لوگ سات بجے صبح سے دس بجے صبح تک جمع ہو جائیں گے جس سے متھرا روڈ ٹریفک پر اثر پڑے گا۔ ٹریفک پولیس نے دہلی کے باشندوں کو مشورہ دیا ہے کہ حضرت نظام الدین ریلوے اسٹیشن کے لیے سرائے کالے خاں روڈ کا استعمال کریں۔ (ماخوذ از سیاست کوم)

☆ انگریزی روزنامہ پائنیر (بھوپال):

''صوبہ میں مولانا زبیر الحسن کے انتقال پر اظہار غم''

۱۹/مارچ بروز بدھ۔ طویل علالت کے بعد دہلی میں مولانا زبیر الحسن صاحب کے انتقال کی خبر سے پورے شہر میں ایک غم کی لہر دوڑ گئی، مولانا کے انتقال پر مسلم دانشوران، علماء اور قومی لیڈروں نے راجدھانی اور پورے صوبہ میں گہرے رنج وغم کا اظہار کیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ممبر اور سینئر کانگریسی لیڈر عارف مسعود، عالمی شہرت یافتہ شاعر منظر بھوپالی، سابق وزیر و چیئرمین مدھیہ پردیش اقلیتی کمیشن ابراہیم قریشی، مدھیہ پردیش اقلیتی کمیشن کے چیئرمین محمد سلیم اور دیگر حضرات نے بھی مولانا کے انتقال پر گہرے رنج کا اظہار کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مولانا کی روح پر رحمت نازل کرے اور ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے کی توفیق دے۔

(ماخوذ از ڈیلی پائنیر کوم)

☆ انڈین ایکسپریس (انگریزی)، دہلی (یک شنبہ)

''تبلیغی جماعت کے امیر کا انتقال، آخری رسومات کے لیے ہزاروں کی نظام الدین آمد''

ہزاروں کی تعداد میں لوگ جنوبی دہلی، نظام الدین میں مولانا زبیر الحسن صاحب کی آخری رسومات میں حصہ لینے کے لیے پہنچے، جن کا منگل کے روز انتقال ہوگیا۔ پولیس کا اندازہ ہے کہ تقریباً بیس ہزار افراد مرحوم کی نماز جنازہ ادا کرنے کے

لیے نظام الدین پہنچے، اتنے بڑا ہجوم جنوبی مشرقی دہلی میں حرکت پذیر رہا۔ ایک طرف پولیس نے متھرا روڈ کو نظام الدین سے آشرم پل تک بند کر رکھا تھا دوسری طرف علاقہ کے تمام بڑے چوراہوں سے ٹریفک کا رخ تبدیل کر دیا گیا تھا، جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کی متوقع آمد کے پیش نظر پولیس نے گھنٹوں پہلے وارننگ دے دی تھی کہ: ''نظام الدین میں عالمی شہرت یافتہ شخصیت مولانا زبیر الحسن کی تدفین میں پچاس ہزار افراد کے اکٹھا ہونے کی بنا پر صبح ۷ بجے سے دس بجے متھرا روڈ کا ٹریفک متاثر رہے گا، نظام الدین ریلوے اسٹیشن کے لیے سرائے کالے خاں روڈ استعمال کریں، زحمت کے لیے معذرت ہے''۔

ٹریفک انچارج انل شکلا نے بتایا کہ: ''ہمارے پاس پولیس کی چار ٹیمیں ہیں، ہر ٹیم میں کم سے کم ۱۰ر افسران ہیں، علاقائی افسران ان کے علاوہ ہیں، سب ہی افسران کو موقعہ پر ٹریفک کے نظم کے لیے پھیلا دیا گیا تھا، جب تک تدفین کا عمل جاری رہا، اس وقت تک ٹریفک پولیس عوام کو راستہ بتلانے کے لیے پیغامات نشر کرتی رہی۔

ذرائع ابلاغ کے مطابق مولانا کو جگر کی تکلیف کے ساتھ گردہ کا مرض بھی تھا، ان کی قیادت اور علماء شوریٰ کی رہنمائی میں تبلیغی جماعت عوامی سطح سے لے کر ایک عالمی شہرت یافتہ تنظیم بن گئی جو کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے جانی جاتی ہے''۔

(ماخوذ از انڈین ایکسپریس. کوم)

☆ ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' دہلی (۲۸ر مارچ تا ۳ر اپریل ۲۰۱۴ء)

''......مولانا مرحوم کے سانحۂ ارتحال کی اطلاع جیسے ہی عام ہوئی ملک و بیرون ملک میں رنج والم کے بادل چھاگئے، شہر دہلی کی طرف عوام کا ہجوم نکل پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے حضرت نظام الدین میں جہاں بنگلہ والی مسجد میں جماعت دعوت وتبلیغ کا مرکز قائم ہے، لاکھوں کی تعداد میں زیارت اور نماز جنازہ وتدفین میں شرکت کے لیے لوگ جمع ہوگئے اور لاکھوں سوگوار دلوں اور پُرنم آنکھوں کے ساتھ مولانا مرحوم کو مرکز میں ان کے والد مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا''۔

☆ امریکی ٹوسرکلز نیٹ (انڈیا اسلامک ورلڈ) (انگریزی)

"تبلیغی جماعت کے امیر کے انتقال سے مسلمانوں کو رنج"

محمد عاصم، ٹوسرکلز نٹ۔ دنیا میں دو طرح کے لوگ آتے ہیں، ایک وہ جو دوسروں کے لیے جیتے ہیں، دوسرے وہ جو اپنے لیے جیتے ہیں۔ مولانا زبیرالحسن صاحب نے دوسروں کے لیے زندگی گزاری۔

مولانا زبیرالحسن صاحب نے کبھی مجلس مشاورت نہیں چھوڑی، وہ تبلیغی جماعت کے مرکز واقع نظام الدین نئی دہلی میں ہر ایک کی بات پوری توجہ سے سنتے تھے، وہ اپنے والد مولانا انعام الحسن کی طرح عام طور پر "دعا" کے لیے مشہور تھے اور تبلیغی اجتماعات میں کم ہی خطاب فرماتے تھے...... فربہی کی وجہ سے ہمیشہ وہیل چیئر پر رہتے، لیکن اس کے باوجود معمولاً ملک و بیرون ملک جانے والی سینکڑوں جماعتوں کو اپنی ہدایات اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کرتے۔

وہ مولانا زکریا صاحب کے نواسہ اور ان کے مشہور شاگردوں میں تھے اور ان سے بیعت بھی تھے، انھوں نے مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم اور ۱۹۷۱ء میں فراغت سے پہلے قرآن کریم حفظ کیا اور عربی، فارسی اور بنیادی علوم شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔

اپنے والد مولانا انعام الحسنؒ کے انتقال کے بعد وہ امیر جماعت ہو گئے، اور ساتھ میں جماعت کی عالمی ایڈوائزری کونسل کے مخصوص ممبران میں بھی ان کا انتخاب ہوا، جن میں ہندوستان سے مولانا سعد صاحب اور مولانا اظہار الحسن صاحب، پاکستان سے مفتی زین العابدین صاحب اور حاجی عبدالوہاب صاحب اور بعض ممبران بنگلہ دیش سے منتخب ہوئے۔

مولانا مرکز نظام الدین سے ملحق مدرسہ کاشف العلوم میں پڑھاتے بھی تھے، وہ مولانا سعد صاحب کے بھی استاد رہے، جو کہ مرکز کی سربرآوردہ شخصیات میں سے ہیں، وہ ایک عالم اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں ایک مذہبی قائد کی حیثیت

سے معروف تھے....

تبلیغی دنیا نے ان کے انتقال کی خبر سنی اور ملک و بیرون ملک میں ایک غم کی لہر دوڑ گئی۔ پورے ملک میں مختلف مقامات پر تعزیتی نشستیں ہوئیں، مختلف شخصیات اور تنظیموں نے تعزیتی پیغامات ارسال کیے....حکومت ہند نے بھی ان کے انتقال پر رنج کا اظہار کیا ......

☆ پاکستان نیوز ریلیز کوم

مولانا زبیر الحسن صاحب کے انتقال پر جماعت اسلامی (پاکستان) غمگین

لاہور ۱۸؍مارچ، (پی پی آئی۔ او ئی) جماعت اسلامی (پاکستان) کے امیر سید منور حسن اور جنرل سیکریٹری لیاقت بلوچ نے تبلیغی جماعت کے امیر مولانا زبیر الحسن کے انتقال پر ملال، پر گہرے رنج کا اظہار کیا ہے، اپنے تعزیتی پیغام میں انھوں نے اسلام کی نشر و اشاعت میں مولانا کی انمول خدمات کو اعلیٰ خراج تحسین پیش کیا......

- ایک صاحب نے اپنے فیس بک اسٹیٹس پر مولانا کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے تحریر کیا:

"بڑے افسوس اور غم کے ساتھ ہم تمام عالم عربی، مغربی اور اسلامی کو اطلاع دیتے ہیں کہ عالمی تبلیغی جماعت کے امیر، داعی اسلام مولانا زبیر الحسن بن انعام الحسن نبیرہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی انتقال فرما گئے، رضی اللّٰہ عنه وعنا فی الدارین وانا للّٰه وانا الیه راجعون وحسبنا اللّٰه ونعم الوکیل ولا حول ولاقوة الا باللّٰه العلی العظیم

.اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے، ان کی مغفرت فرمائے اور دونوں جہاں میں ہمیں بھی اور انھیں بھی اپنی رضا عطا فرمائے، ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے، اور مشک و ریحان سے معطر فرمائے، اللہ تعالیٰ ان کے نائب مولانا سعد کاندھلوی کی حیات میں برکت عطا کرے اور ان کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ اور اسلام وملت اسلام کو ان کے ذریعہ نفع پہنچائے"۔

☆ ایک صاحب نے ایک دوسری ویب سائٹ پر اس طرح وفات کی اطلاع دی:

''آج ہندوستان کی راجدھانی میں مولانا زبیر الحسن کاندھلوی امیر جماعت تبلیغ کا انتقال ہوگیا، یہ تحریک عالمی شہرت یافتہ ہے، ۱۹۲۶ء میں اس کی بنیاد ہندوستان میں پڑی......

مولانا زبیر الحسن حضرت شیخ مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ مدنی کے نواسہ تھے، اور طریقہ چشتیہ صابریہ امدادیہ میں انکے اجازت یافتہ تھے جو کہ ہندوستان میں مشہور سلاسل صوفیہ میں سے ایک ہے، ان کی وفات کے اعلان کے بعد مولانا سعد صاحب نے امارت کی ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں''۔ (m.klmhy.net)

☆ مشہور انٹرنیٹ دائرۂ معارف ''ویکیپیڈیا'' (انگریزی) میں مولانا کی شخصیت کا اندراج اس طرح ہے:

''زبیر الحسن بن انعام الحسن کاندھلوی (۳۰/مارچ ۱۹۹۰-۱۸/مارچ ۲۰۱۴) ایک مسلم عالم دین جنھوں نے چوتھے امیر کی حیثیت سے تبلیغی جماعت کی خدمت کی۔

زبیر الحسن ۳۰/مارچ ۱۹۵۰ء اتر پردیش کے قصبہ کاندھلہ میں پیدا ہوئے، مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی، وہ مولانا محمد زکریا کے شاگردوں میں سے تھے، تبلیغی جماعت کو عالمی طور پر متعارف کرانے والوں میں آپ پیش پیش رہے۔ ڈھاکہ، بھوپال اور رائے ونڈ کے سالانہ عالمی اجتماعات کا اختتام انھیں کی دعا پر ہوتا تھا، بنیادی طور پر آپ اس شوریٰ کے ممبر تھے، جس کو آپ کے والد مولانا انعام الحسن کے انتقال کے بعد تبلیغی جماعت کے نظام کو چلانے کے لیے منتخب کیا گیا تھا''۔

(en.wikipedia.org)

عالمی شخصیات کے تعزیتی کلمات

☆ (صدر جمعیۃ علماء ہند) مولانا ارشد مدنی

''وہ تبلیغ کے دو اساطین میں سے تھے، اور دنیا بھر میں اپنے کام اور لگن کی وجہ سے جانے جاتے تھے''۔ (ٹو سرکلز ڈاٹ نٹ)

☆ صدر جمعیۃ علماء ہند (جدید) مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری:

''مولانا زبیر الحسن کے انتقال پر بلاشبہ دعوتی سطح پر ایک بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے''۔ (ٹو سرکلز ڈاٹ نٹ)

☆ امیر جماعت اسلامی، ہند مولانا جلال الدین عمری

''مولانا کے انتقال سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ بہت بڑا ہے، وہ حدیث کا درس دیتے تھے اور صحیح راستہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کا جذبہ اور تمنا رکھتے تھے''۔

(ٹو سرکلز ڈاٹ نٹ)

☆ امیر جماعت اسلامی (پاکستان) سید منور حسن اور جنرل سیکریٹری لیاقت بلوچ

''مرحوم نے اسلام کے پیغام کی اشاعت اور امت کی فلاح و بہبود کیلئے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی، ان کے انتقال پر امت نے ایک مخلص ترین شخصیت کو کھو دیا، اللہ تعالیٰ مرحوم کی روح کو ابدی سکون عطا فرمائے''۔

(pakistannewsreleases.com)

☆امیر جماعت اسلامی، جموں کشمیر محمد عبداللہ دوانی
''ان کے انتقال سے امت نے ایک بے غرض عالم دین اور ایک عظیم روحانی پیشوا کھودیا ہے۔'' (greatkashmir.com)
☆مولانا طارق جمیل صاحب، پاکستان

''میں ایک غم میں آپ کو شریک کرنا چاہتا ہوں، اللہ نے یہ تبلیغ کا کام بہت عالیشان کام دیا ہے، جس کو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بستی حضرت نظام الدین سے شروع کیا تھا، یہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی بستی تھی، ۱۹۲۶ء میں مولانا الیاس صاحب نے یہ کام شروع کیا اور ۱۹۴۴ء میں ان کا انتقال ہو گیا، پھر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے اس کام کو سنبھالا اور دنیا میں پھیلانے کا وہ ذریعہ بنے۔ ۱۹۶۵ء میں ان کا انتقال ہو گیا، تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب ان کی جگہ امیر بنے اور یہ کام دنیا کے آخری کنارے تک اللہ نے پہنچا دیا۔ ۱۹۹۵ء میں جب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا انتقال ہو گیا تو ایک شوریٰ بنی، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے پوتے حضرت مولانا محمد سعد صاحب دامت برکاتہم اور ان کی عمر میں زندگی میں صحت میں خوب برکت دے، ان کے ذریعہ بہت فیض پھیل رہا ہے، اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے بیٹے حضرت مولانا محمد زبیر الحسن صاحب جواب مرحوم ہو چکے ہیں رحمۃ اللہ علیہ، اور ہمارے پاکستان سے حاجی عبدالوہاب صاحب (اطال اللہ بقاءہ) اور مولانا مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان حضرات کے اجتماعی مشورہ سے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کی محنت کو بہت خوبصورت انداز میں پوری دنیا میں دین کو متعارف کرانے کا ان حضرات کو سبب اور ذریعہ بنایا، ان میں سے ایک مولانا زبیر صاحب کا کل انتقال ہو گیا ہے، میرے ان کے ساتھ بہت سفر ہوئے ہیں۔ ۱۹۸۲ء میں نظام الدین مرکز دہلی میں دو ماہ میں رہا، اللہ نے ان کو بہت ہی

زیادہ خوبصورت صفات سے نوازا تھا، بڑے ظریف الطبع تھے، مسکرانے والے، ہنسنے والے جیسا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ ''ضحا کا بساما'' ویسا ہی مولانا زبیر صاحب بہت مسکرانے والے تھے۔

مولانا زبیر صاحب بہت بھاری بھر کم تھے لیکن پوری دنیا میں اس کام کو لے کر پھرے، میرے ان کے ساتھ بیرون ملک کے بہت سفر ہوئے، اتنے ہوئے کہ ہمیں یاد بھی نہیں، اور لمبے لمبے سفر ہوئے، میرے ساتھ ان کا بہت شفقت کا معاملہ رہا، کوئی بہت مشہور ہو جاتا ہے تو صحت مند تنقید بھی ہوتی ہے، اور بے جا تنقید بھی، صحت مند تنقید کرنے والے کم ہوتے ہیں، وہ مجھ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کا میرے ساتھ رویہ پیار و محبت کا رہا، مجھ سے کوئی اونچ نیچ ہو جاتی تو فرماتے یوں کرنا ہے، یوں نہیں کرنا ہے، پاکستان آتے تو وہاں بڑی محبت کا اظہار ہوتا، بلواتے، اسپیشل بلواتے۔ ~~۱۹۹۷~~ ۱۹۹۱ء کے حج میں مجھ سے عرفات میں فرمایا کہ ہماری مستورات تمہارے بیان کو بہت پسند کرتی ہیں، تم ان کے خیمہ میں جا کر بیان کرو اور ابھی جب وہ پاکستان (رائے ونڈ کے اجتماع میں) تشریف لائے تھے تو ان کے بڑے بیٹے ساتھ تھے، ان کے ان بیٹے نے اپنے بیٹے کی فون پر مجھ سے بات کروانی چاہی، وہ کہنے لگے کہ دعا کیجئے کہ میں آپ کی طرح بیان کرنے والا بن جاؤں، میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دادا کی طرح بنائے۔ میں تو ایسا ہی بس بجنے والا ڈھول ہوں۔

اللہ نے اس خاندان سے وہ کام لیا ہے جو صدیوں میں کم کسی سے لیا جاتا ہے، پورے خاندان کے لیے دعا فرمایئے خاص طور سے مولانا محمد سعد صاحب کے لیے دعا فرمایئے وہ تنہا پڑ گئے ہیں، ان پر زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے، اللہ انھیں صحت دے، علم دے، بصیرت دے، فراست دے۔

اور مولانا کے بچوں کے لیے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ انھیں اپنے بڑوں کا

جانشین بنائے، اور مولانا زبیر صاحب کے لیے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کیجیے اور ایصال ثواب کا بھی اہتمام رکھئے''۔

(مولانا کے تعزیتی پیغام سے ماخوذ جو رکارڈ کیا گیا اور انٹرنیٹ اور ملٹی میڈیا سروسز کے ذریعہ نشر کیا گیا)

☆ مولانا احمد بخاری شاہی امام، جامع مسجد، دہلی

''امیر (جماعت) مسلمانوں کے اہم لیڈر تھے، جنھوں نے امت کی فلاح کے لیے کام کیا، وہ اپنی پوری زندگی سیاست سے الگ رہے اور دینی کام پر توجہ رکھی۔

(ٹو سرکلز ڈاٹ نٹ)

☆ شیخ حسینہ واجد وزیر اعظم بنگلہ دیش

''بسوا کی تبلیغی جماعت نے اپنا قابل امیر اور امت مسلمہ نے ایک ممتاز اسلامی مفکر کھو دیا ہے، ہم ان کی روح رفتہ کے لئے ابدی سکون کی دعا کرتے ہیں، اور ان کے سوگوار خاندان اور ملک و بیرونِ ملک تمام تبلیغی جماعت کے افراد سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں''۔

(thebangladesh.com)

☆ مسٹر کھٹک وزیر صوبہ سرحد، پاکستان

''مولانا کے ہزاروں پیروکاروں کی محرومی کے ساتھ پوری امت، ایک عظیم عالم دین سے محروم ہوگئی''۔ (insaf.pk)

☆'اروند کیجریوال کنوینر 'آپ'' پارٹی

''مولانا زبیر صاحب گرچہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن ان کی تعلیمات ہمارے لیے ایک سنگ میل کی حیثیت سے باقی رہیں گی، جس طرح

مولانا نے اپنی زندگی کو ملک وقوم کی حالت بہتر بنانے کے لیے وقف کیا، دوسرے لوگوں کو بھی معاشرہ اور قوم میں تبدیلی لانے کے لیے ان کے طریقۂ کار کو اختیار کرنا چاہیے“۔

(twocircles.net)

☆ متین احمد چیرمین وقف بورڈ، دہلی

”(مولانا جیسے) قائد کا انتقال پوری امت کے لیے ایک خسارہ ہے، کیونکہ وہ امت تک رسولؐ کا پیغام پہنچانے میں مصروف تھے، انھوں نے امت کے لیے سالہا سال کام کیا۔ (ان کی وفات سے) ہر ایک کا نقصان ہوا ہے“۔

(twocircles.net)

☆ عارف مسعود ممبر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور سینئر کانگریسی لیڈر

”مولانا کو ۱۹۹۵ء میں جماعت کا امیر بنایا گیا، جب کہ جماعت عالمی تحریک کی شکل اختیار کر چکی تھی اور کام کو مضبوطی فراہم کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ جب جماعت کے اکابرین نے ان کو چنا تو مولانا نے خود کو اس کا اہل ثابت کیا“۔ (ڈیلی پائنیر ڈاٹ کوم)

مسعود صاحب نے کہا کہ گزشتہ دو دہائیوں کے دوران علم و دعوت سے شغف اور لگن کے ذریعہ تحریک کو بڑی قوت پہنچائی، انھوں نے دعا کی کہ مولانا کی روح کو سکون ہو اور ان کے پیروکاروں کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ عطا ہو....“

(twocircles.net)

☆ اسد الدین اویسی صدر آل انڈیا اتحاد بین المسلمین حیدر آباد، آندھرا پردیش۔

”ہم حضرت جی کی وفات پر غم کا اظہار کرتے ہیں اور ان کی مذہبی خدمات

پرخراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔'' (shajiullahfirasat.com)

☆ ششیل بھائی سونی مالک امبیکا جویلرس، بھوپال

''مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے انتقال سے انسانیت کا عظیم نقصان ہوا ہے، محترم مولانا زبیر صاحب برسوں سے ہر سال سالانہ تبلیغی اجتماع میں بھوپال تشریف لاتے تھے اوران کی ہمارے شہر کے لیے آمد باعث خیروبرکت ہوتی تھی، وہ یہاں اپنے ارشادات سے لوگوں کے دلوں کو متاثر کردیتے تھے، خاص طور پر عالمی سالانہ تبلیغی اجتماع میں ان کی آخری دعا ہمیشہ اہل بھوپال کو یادرہے گی''۔

(اخبار''ندیم''بھوپال)

ان کے علاوہ حکومت ہند نے بھی مولانا کی وفات پر افسوس کا اظہار کیا، انڈین نیشنل کانگریس پارٹی لیڈر احمد پٹیل سابق وزیراعلی دہلی شیلا دکشت کے بیٹے سندیپ دکشت، مسٹر کپل سبل اور دیگر سرکاری وسیاسی عہدیداران نے مرکز آکر تعزیت کی اوراپنے جذبات کا اظہار کیا۔

نذرانۂ عقیدت

ضمیر ہاشمی

داعی تھے اصل میں جو رہِ مستقیم کے
تبلیغ دین جن کا رہا مقصد حیات

جن کی دعا کے ساتھ برستی تھیں رحمتیں
نقصاں عظیم قوم کا حضرت کی ہے وفات

اللہ ان کو خلد میں اعلیٰ مقام دے
نعم البدل ہمیں بھی کوئی نیک نام دے

(روزنامہ ''راشٹریہ سہارا'' نئی دہلی)

باب ہفتم (جزء دوم)

بیان ودعا-اسلوب اور نمونہ

اسلوبِ بیان:

تبلیغی جماعت کے قدیم وجدید مقررین میں حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی سابق امیر جماعت کا اسلوب بالکل جداگانہ تھا۔ انتہائی سادہ اور ہر قسم کے تکلف وتصنع سے پاک، چھوٹے چھوٹے جملوں میں سیدھی سیدھی بات، ایسے صاف ستھرے انداز میں کہ عام سے عام آدمی بھی اس کو بآسانی سمجھ سکے، اور غور کریں تو ایسی گہری بات کہ اہلِ علم بھی اس سے استفادہ کرسکیں۔ نہ کسی آیت یا حدیث سے استشہاد، نہ واقعہ نگاری اور نہ قصہ گوئی، اس کے باوجود ہر بات کتاب وسنت سے ثابت اور امت کے کسی بھی مکتبِ فکر اور اہلِ علم کے کسی بھی طبقہ کو اس سے سرِ مو اختلاف نہیں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ انداز جو دیکھنے میں بہت عام سا، اور جس میں ادبی ولسانی تفوق کا اظہار نام کو نہیں ہوتا تھا، لیکن اپنی بلاغت اور جامعیت میں بے مثال تھا۔ وہ چاہتے تو اپنے بیانات میں اپنی علمی صلاحیتوں کا بخوبی اظہار کرسکتے تھے اور اپنی علمی نکتہ سنجیوں سے اپنی گفتگو کو گوہر بار بناسکتے تھے اور اہلِ علم ودانش سے دادوصول کرسکتے تھے، لیکن وہ ایک متبحر عالم ہونے کے ساتھ

ساتھ حکمت وفراست کی دولت سے بھی مالامال تھے۔ انھوں نے اپنے ذاتی علمی وقار ومقام کو اس حیثیت سے صرف اس لئے تج دیا کہ امت اور جماعت کا فائدہ اسی میں تھا۔ یہ قربانی اک ایسا ہی شخص دے سکتا ہے جس نے اخلاص وتواضع کی حدوں کو چھولیا ہو اور اپنی ذات کو اپنی نظر میں بے وقعت کرلیا ہو۔

انھوں نے دیکھا کہ وہ جن لوگوں سے مخاطب ہیں وہ امت اسلامیہ کے عام افراد ہیں، جن میں سے بہت سے لوگ وہ ہیں جنھوں نے شاید کبھی دیہی زبان کے علاوہ نہ گفتگو کی ہے اور نہ سنی ہے، لہذا انھوں نے اپنے اسلوب میں وہ سادگی پیدا کی کہ امت کا ہر طبقہ ہر ہر جملہ کے ہر ہر لفظ کو خوب سمجھ سکے۔ آیاتِ قرآنی واحادیث نبویہ کی تفسیرات وتشریحات سے بھی اسی لئے گریز کیا کہ نچلے طبقہ کے افراد کو سمجھنے میں ادنی دقت نہ ہو، اس کے باوجود ان کی بات دسیوں آیتوں اور سینکڑوں احادیث کا خلاصہ اور نچوڑ ہوا کرتی تھی جس کا اہل علم بخوبی اندازہ کرسکتے تھے۔

دوسری طرف اس اسلوب کی یہ بھی خاصیت رہی کہ کوئی ایسا استدلال یا استشہاد ان کے عمومی بیانات میں کبھی سامنے نہیں آیا جو اہل علم کی نظر میں کمزور یا بے وقعت ہو۔ دین کی اہمیت سے، نماز کی فرضیت سے، علم وذکر کے مقام سے، وقت کی قدر ومنزلت سے، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داری سے، اللہ کی راہ میں وقت اور مال کی قربانی دینے سے کون انکار کرسکتا ہے اور اسی قسم کے اور باتیں جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی روانگی کے بیانات میں موضوع ہوا کرتی تھیں، ان کے لئے علماء تو کیا عام آدمی کے لئے بھی دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ اور حقیقت یہی ہے کہ تبلیغی جماعت کا جو کام ہے وہ اتنا عام فہم ہے کہ اس کے لئے آیات، احادیث اور واقعات کی بے جا یا کمزور تاویل کی چنداں ضرورت ہے اور نہ غیر مستند اقوال یا غیر مشہور آراء اور شاذ مذاہب سے رجوع کی ضرورت۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے گرچہ ہمیشہ روانگی کا بیان کیا

اور راقم کے علم یا نظر میں ان کا کوئی ایسا بیان نہیں جو "تشکیلی" ہو، جس میں فرد کو وقت اور مال کی قربانی کے لئے تیار کیا جاتا ہے اور اس کے اندر صرف دین کے حصول کے لئے گھر بار اور کاروبار چھوڑنے کا جذبہ پیدا کرنا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے پُر جوش انداز اور زور بیان کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے سبقتِ لسانی کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، تاہم کہا جاسکتا ہے کہ حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے یہ طرزِ گفتگو پیش کر کے گویا ایک نمونہ پیش کیا تھا کہ جماعت کے دیگر حضرات بھی حتی الامکان اسی طرز کو اختیار کریں، کیونکہ یہ کام امت کے کسی ایک طبقہ کے لئے یا اس کا دائرۂ کار کسی خاص مکتبِ فکر یا مسلک تک محدود نہیں بلکہ اس میں عملاً پوری امت کو ٹارگٹ بنایا گیا ہے اور ارادۃً پورے عالم کی اصلاح مقصود ہے۔

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی طرز و اسلوبِ گفتگو کو اختیار کیا اور اسی وجہ سے یہ طرز ابھی تک برقرار رہا اور بعد کے افراد کے لئے جہاں نمونہ بنا رہا وہیں سب کی تسلی کا سامان بھی کہ مولانا زبیر صاحب کی آواز و لہجہ بھی والد ماجد نور اللہ مرقدہ سے حد درجہ مشابہ تھا اور ان کے بیان میں پوری پوری حضرت جی کی جھلک تھی۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ یہ محتاط اور بے لوث اسلوب حضرت کی آل و اولاد اور دیگر افراد جماعت میں برقرار رہے، لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں اور اختیار کریں، تاکہ جماعت کا یہ کام جو امت کے لئے سراپا خیر اور اس گئے گذرے دور میں اللہ کی بڑی نعمت ہے خوش اسلوبی سے آگے بڑھتا رہے۔

آئندہ صفحات میں ہم حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تقریر جو ہمارے علم کے مطابق ۲۰۱۳ء میں رائے ونڈ کے عالمی اجتماع میں کی گئی تھی، نقل کر کے نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

بیان اجتماع رائے ونڈ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم،امابعد!

دین سیکھنے سے آتا ہے

میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو! اب تک تم یہ سنتے آئے ہو کہ ہمیں دین کو سیکھنا چاہئے، ہمیں دین پر چلنا چاہئے، ہمیں دین کو اپنانا چاہئے، کیونکہ دین ایسی چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے عزت، سربلندی، صلاح وفلاح اور اپنی رضا رکھی ہے۔ دین ہے تو سب کچھ ہے اور دین نہیں تو کچھ بھی نہیں، دین بھائی! سیکھنے سے آتا ہے، اب تک تو تم نے باتیں سنی ہیں، اب سیکھنے کا وقت شروع ہو رہا ہے، جماعتوں میں جو نکالا جاتا ہے یہ سیکھنے اور عادت ڈالنے کے لیے نکالا جاتا ہے، اب تم اللہ کے راستہ میں نکل رہے ہو، اللہ تمہارے اس نکلنے کو قبول فرمائے، کوئی وقت ضائع نہ ہو، نکلنے کے زمانے میں کوشش کیجئے اس بات کی کہ ہمارا کوئی وقت ضائع نہ جائے، ہمارا کوئی لمحہ بیکار نہ جائے، کوئی منٹ غفلت کے اندر نہ گزرے، یہ اعمال جو بتلائے جاتے ہیں، ان اعمال میں ہمارا وقت گزر رہا ہو، دعوت، تعلیم، نماز، قرآن، تسبیح اپنے ساتھیوں کی خدمت، اپنے امیر کی اطاعت، گشتوں کے ذریعہ اپنے بھائیوں کو مسجد میں لانا، یہ اعمال ہیں۔(۱)

چند اعمال پورا دین نہیں

اور یہ چند اعمال پورا دین نہیں ہیں۔ یہ پورے دین پر آنے کا ایک راستہ ہیں، انکا اہتمام کریں گے، ان کی پابندی کریں گے تو اللہ جل شانہ عم نوالہ آگے کی راہ کھولتا چلا جائے گا۔

دعوت کیا ہے

دعوت کیا ہے؟ اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلانا، خدائے پاک کی بڑائی کو بولنا، اس کے کرتا دھرتا ہونے کو اتنا بولا جائے کہ ہمارے دل کے اندر اتر جائے، دل کے اندر سے مخلوق کا یقین نکل جائے، خدائے پاک کی ذاتِ عالی کا یقین ہمارے دل کے اندر اتر جائے، یہی ایمان ہے جو مطلوب ہے، جو محبوب ہے، جو مقصود ہے، جس پر خدائے پاک ہمیں کامیابی نصیب فرماوے گا، جب ہم دعوت دیں گے تو ہمارا ایمان مضبوط ہوگا، اور جب ایمان مضبوط ہوگا تو پھر ہمارے اعمال جاندار بنیں گے۔

سب سے اونچا عمل

عملوں میں سب سے اونچا عمل نماز کا عمل ہے، ہمیں نمازوں کا اہتمام کرنا ہے، نمازوں کو صحیح کرنا ہے، کسی جانکار کو سنا کر اس کی غلطیوں کو دور کرنا ہے، نمازوں کا جتنا اہتمام کریں گے اتنا ہی اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا قرب حاصل ہوگا، ایمان کے بعد سب سے اونچا درجہ نماز ہی کا درجہ ہے، اور آخرت میں آدمی سے سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں سوال ہوگا، نماز اگر صحیح نکل آئی تو اور اعمال بھی صحیح نکل آویں گے، اور اگر نماز کے اندر کمی کوتاہی ہو تو اور اعمال کے اندر بھی پیچھے رہ جاویں گے، اس لیے آج سے یہ سارا مجمع عہد کرے کہ ان شاء اللہ موت تک کسی حال میں نماز نہیں چھوڑیں گے،

نمازوں کا اہتمام کرنا ہے، اس کو صحیح کر کے ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے، نمازوں میں خشوع خضوع پیدا کرنا ہے، نمازوں میں کامیابی ہونے کا یقین اپنے اندر اتارنا ہے، اورنمازوں ہی کے ذریعہ خدائے پاک سے لینا ہے۔

تعلیم

ایک چیز ہے تعلیم، تعلیم کے اندر جم کر بیٹھنا ہے، دھیان سے اللہ اور اس کے نبی کے ارشادات کو سننا ہے، تاکہ ہمیں عملوں کی قیمت، عملوں کی فضیلت معلوم ہو، آج ہم عمل کر جاتے ہیں، لیکن نہ ہمیں عملوں کی قیمت معلوم ہے، نہ عملوں کی فضیلت معلوم ہے، ہمیں یہ معلوم نہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے پر خدائے پاک ہمیں کیا عطا فرماوے گا، ایک مرتبہ الحمدللہ کہنے پر اللہ ہمیں کیا عطا فرماوے گا، جب ہم تعلیم کے اندر جم کر بیٹھیں گے، دھیان سے، عظمت سے سنیں گے، اور خدائے پاک کے ارشادات کو عظمت کے ساتھ سنیں گے اور اللہ جل شانہ اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرماوے گا تو جب عمل کریں گے تو خدا کی طرف سے ہمیں بہت کچھ ملے گا، اس لیے تعلیم کے اندر جم کر بیٹھنا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کرنا ہے، جو بھائی پڑھے ہوئے ہیں وہ معمول بنائیں، روزانہ اہتمام سے قرآن پڑھیں، اور جو پڑھے ہوئے نہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا، نہیں بھئی! وہ سیکھنا شروع کریں، اللہ نے اپنی یہ کتاب ایسی آسان نصیب فرمائی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹا بچہ اور بڑے سے بڑا بوڑھا اس کو پڑھ سکتا ہے، خدائے پاک نے اور کوئی کتاب اتنی آسان نہیں فرمائی جتنی یہ کتاب آسان فرمائی ہے، آدمی رات دن محنت کرے، کوشش کرے تو اللہ جل شانہ اس کے لیے راستہ کھول دیتے ہیں۔

ذکر و تسبیح

ایسے ہی بھئی! تسبیحات کا بھی اہتمام کرنا ہے، جتنی عظمت کے ساتھ،

دھیان کے ساتھ ان تسبیحات کو پڑھیں گے، ایک تسبیح تیسرے کلمہ کی، ایک تسبیح درود شریف کی، ایک تسبیح استغفار کی، جتنا ان تسبیحات کا اہتمام کریں گے، اللہ جل شانہ عم نوالہ کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا جاوے گا، خدائے پاک کا دھیان دل کے اندر اترتا چلا جاوے گا۔

گشت کا عمل

ایسے ہی میرے بھائی، گشتوں کا کرنا ہے، گشت کرنا خالی پھرنا نہیں ہے، بلکہ اپنے بھائیوں کو سمجھانا ہے، اپنے بھائیوں کو آمادہ کرنا ہے، ہر ایک کی خوشامد کرنی ہے، ہر ایک کو مسجد کے اندر لانا ہے، ہر ایک سے دین کی، ایمان کی، کلمہ کی، نماز کی، آخرت کی باتیں کرنی ہیں، ان باتوں کے کرنے سے دلوں کے اندر نورانیت آتی ہے، ان باتوں کے کرنے سے دلوں میں روحانیت آتی ہے، ان باتوں کے کرنے سے ایمان میں مضبوطی آتی ہے، ایمان میں قوت حاصل ہوتی ہے۔

خدمت خلق

میرے بھائیو، دوستو، بزرگو! ایسے ہی اپنے ساتھیوں کی خدمت کرنی ہے، خدمت کرنا یہ بہت بڑی نعمت ہے، یہ خدمت کیا ہے؟ آدمی، خدمت کرنے سے اس کے اندر تواضع آتی ہے، کہتے ہیں کہ عبادت سے جنت ملتی ہے اور خدمت سے خدا ملتا ہے، آج ہر ایک کا جذبہ خدمت لینے کا ہے، ہمارے اندر یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ ہم ہر بھائی کی، ہر ایمان والے کی اور کم از کم ہر ساتھی کی خدمت کرنے والے بن جاویں، خدمت کریں گے تو اللہ جل شانہ عم نوالہ کی طرف سے انعامات بھی ملیں گے۔

اطاعت امیر

ایسے ہی میرے بھائی امیر کی اطاعت کرنا، یہ بھی بہت ضروری ہے، امیر ایک بندھن ہے جماعت کے لیے جتنا ہم امیر کی اطاعت کریں گے، امیر کی بات کو مانیں گے، امیر کے کہے پر چلیں گے اتنا ہی خدائے پاک کی مدد شامل حال رہے گی، امیر کے ذمہ ہے مامورین کو لے کر چلنا اور مامورین کے ذمہ ہے اپنے امیر کے ساتھ جڑ کر چلنا، امیر کے ذمہ ہے کہ اپنے مامورین سے جو کام کرائے، پیار سے، محبت سے، شفقت سے، سمجھا کر، ترغیب دے کر کام کرائے۔

پیار و محبت

پیار و محبت سے جو کام کرایا جاتا ہے وہ کام آدمی شوق سے کرتا ہے، خوش دلی سے کرتا ہے، اور اس کام کے کرنے میں فائدہ بھی ہوتا ہے، نفع بھی ہوتا ہے، کسی کے اوپر سختی نہ ہو، کسی کے ساتھ زبردستی نہ ہو، کسی کے اوپر ڈانٹ ڈپٹ نہ ہو، پیار، محبت کے اندر اللہ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دور سے دور آدمی قریب ہو جاتا ہے، اور سختی کرنے سے اور احکامات جاری کرنے سے، ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے قریب کا قریب آدمی دور ہو جاتا ہے۔ ہمیں پوری امت کو جوڑنا ہے، پوری امت کو جمع کرنا ہے، یہ جوڑ ہوگا جب، جب ہمارے اندر نرمی ہوگی، جب ہمارے اندر تواضع ہوگی، جب ہمارے اندر عاجزی ہوگی، جب ہمارے اندر بات کو اچھی طرح سے سمجھانے کا جذبہ ہوگا۔

ہر انسان کی دو ذمہ داریاں

بھائی، میرے عزیزو، دوستو، بزرگو! یہی چیزیں ہیں، انھیں سیکھنا ہے،

انھیں اپنی زندگیوں میں لانا ہے، اور خود اپنی ذات سے کرنا ہے، اور اپنے بھائیوں کو اس پر لانا ہے، چونکہ ہر انسان کی دو ذمہ داریاں ہیں، ایک اللہ کا بندہ ہونا، اور ایک نبی کا امتی ہونا، اللہ کا بندہ ہونے کے ناطہ ان اعمال کو ہمیں اپنی ذات سے کرنا ہے، اور نبی کا امتی ہونے کے ناطہ اللہ کے بندوں کے پاس جانا ہے، ہر ایک کی خوشامد کرنا ہے، ہر ایک کی منت کرنا ہے، ہر ایک کے پاؤں پکڑنے ہیں، گھر گھر جانا، اور ہر ایک کو اس پر لانے کی محنت کرنا، کوشش کرنا۔

دعا و مناجات

یہ تو بھئی ایک قسم کا ڈھانچہ ہے، ایک قسم کا جسم ہے، اس کے اندر جو جان پڑے گی وہ رات کے رونے سے، اور رات کے مانگنے سے پڑے گی، دن کو محنت ہو دعوت کے ذریعہ، اعمال کے ذریعہ، اور اس ترتیب سے کام کو کیا جارہا ہو جو بھی آپ کے سامنے تفصیل سے بتلائی گئی ہے، اس ترتیب سے کام کرنا اور رات کو اللہ کے سامنے رونا ہے، خدائے پاک سے مانگنا ہے، مانگنا یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے یہ عظیم کام جو اپنے کرم سے ہمیں مرحمت فرمایا، بے شک ہم سے اس کا حق ادا نہیں ہوسکا، تو اپنے کرم سے اس میں جو کمی کوتاہی ہوئی ہے اس کو معاف فرمادے، اور جو ذرۂ خیر وجود میں آیا ہے، جو ٹوٹا پھوٹا عمل کیا ہے تو اپنے کرم سے اس کو قبول بھی فرمالے اور اس کی حقیقت ہم کو نصیب فرمادے۔ آدمی جب اپنے قصوروں کا اعتراف کرتا ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہے، اللہ کے سامنے اپنی عاجزی اور بے بسی رکھتا ہے تو خدائے پاک بڑے اکرم الاکرمین ہیں، بڑے ارحم الراحمین ہیں، بہت معاف فرمانے والے ہیں، اور معاف فرمانا اللہ کو بہت پسند ہے، اس لیے قصوروں کا اعتراف ہو، گناہوں کا اقرار ہو، اللہ سے معافی مانگی جارہی ہو، اور خدائے پاک سے ہدایت کو مانگا جارہا ہو۔

ہدایت ایک نور ہے

یہ محنت، ہدایت کے آنے کے لیے ہے، اور ہدایت اک نور ہے جو اللہ محنت کرنے والوں کے دل میں ڈالتا ہے

قبولیت واستقامت

اسی کے ساتھ ساتھ خدائے پاک سے قبولیت کو بھی مانگنا ہے، اور اللہ جل شانہ سے استقامت بھی مانگنی ہے، اور اس کی رضا بھی مانگنی ہے کہ ہمارا مالک، ہمارا خالق ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں اپنے کرم سے قبول فرمالے، اللہ کے یہاں قبول ہو گیا تو پھر کامیابی ہی کامیابی ہے، ورنہ بھئی! محنت کی خوب اور جان بھی دیدی اللہ کے راستہ میں اور وہاں قبول نہ ہوا، وہاں ٹھکرا دیئے گئے، یا وہاں مردود کر دیئے گئے تو پھر بڑے خسارہ میں، بڑے نقصان کے اندر ہوگا۔

مقصد رضائے الٰہی ہو

اس لیے میرے عزیزو، دوستو، بزرگو اور بھائیو! ہر عمل اللہ کو راضی کرنے کے لیے، اللہ کو خوش کرنے کے لیے، اور اس کا فیصلہ دنیا میں نہیں، اس کا فیصلہ آخرت میں ہوگا، اور اللہ خود ہی فیصلہ فرماویں گے، کہ یہ بندہ میرے لیے کر کے آیا ہے، یا دکھلاوے کے لیے کر کے آیا ہے، اگر میرے لیے کر کر آیا ہے تو کامیاب، اور اگر خدانخواستہ ریاکاری ہے، نام نمود ہے، شہرت ہے، دکھاوے کے لیے کر کے آیا ہے تو ایسا بندہ بڑے خسارہ میں، بڑے نقصان کے اندر ہوگا۔ اللہ نے اخلاص کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، دوسرے کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

دنیا دارالعمل ہے

اس لیے میرے عزیزو! فرمایا کرتے تھے حضرت جی کہ کرتے رہیں، کرتے

رہیں، روتے رہیں، مانگتے رہیں اور مانگتے رہیں، کرنا تو اس واسطے کہ دنیا دار العمل ہے، عمل کرنے کی جگہ ہے اور ڈرنا ہے اس بات سے کہ نفس وشیطان ہر ایک کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، کہیں ایسی چیز نہ لگادیں کہ جس سے کیا کرایا سب ضائع ہو جائے، اور بھئی مانگتے رہیں، اپنے بڑوں کے مشوروں پر چلتے رہیں، اپنے امیر کی اطاعت کرتے رہیں، اور روتے رہیں کہ اے اللہ! تو مجھے نبی والے کام کے لیے قبول فرمالے، اور یہی مانگنا ہے کہ اللہ کے یہاں سے قبولیت مل جائے، خدائے پاک ہم سے راضی ہو جائے، اس کو مانگتے رہنا چاہئے، خاص طور سے اخیر رات کو اٹھ کر مانگنا اللہ کو بہت پسند ہے، آخری رات کے اندر باقاعدہ اعلان ہوتا ہے، ہے کوئی سوال کرنے والا؟ ہے کوئی معافی مانگنے والا؟ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا؟ اس وقت میں دو آنسو بہادیں، نہ جانے کس کا آنسو اللہ کو پسند آجائے گا، اور نہ معلوم کس کے مانگنے پر اللہ جل شانہ دروازے کھول دیں، ہمارا کام محنت کرنا ہے اور مانگنا ہے، اور اللہ جل شانہ عم نوالہ کا کام عطا فرمانا ہے، اور خدائے پاک کسی کی محنت کو ضائع نہیں فرماتے، اور کسی کے مانگنے کو رد نہیں فرماتے، بلکہ خدا کی ذات عالی ایسی کریم ورحیم ہے کہ مانگنے سے راضی ہوتی ہے، اور نہ مانگنے سے ناراض ہوتی ہے، کریں گے تو ان شاء اللہ پاویں گے، اور جب ہماری زندگی عملی زندگی بنے گی، جب ہمارے اعمال درست ہوں گے تو خدائے پاک ہمارے دنیا کے حالات بھی صحیح فرمائے گا، اور ہماری آخرت بھی بنتی چلی جاوے گی۔

اصل مسئلہ آخرت کا ہے

اصل آخرت کا بنانا ہے، دنیا کا بننا یا بگڑنا یہ کوئی اصل نہیں ہے، دنیا تو اک گزرگاہ ہے، گزر رہی ہے، گزر جاوے گی، اچھوں کی بھی گزری، بُروں کی بھی گزری، اچھوں کی بھی گزر رہی، بروں کی بھی گزر رہی، دنیا اگر بن گئی تو پھر جن کی موت آوے گی، تو ساری دنیا یہیں دھری رہ جاوے گی۔ اصل مسئلہ آخرت کا مسئلہ ہے، اصل مسئلہ موت کے بعد کا مسئلہ ہے، اگر آخرت بنی تو سب کچھ بنا، اگر آخرت بگڑی تو سب کچھ

بگڑا اور آخرت بنتی ہے بھلے اعمال سے، آخرت بنتی ہے خدائے پاک کے حکموں پر چلنے سے، آخرت بنتی ہے نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کے طریقہ کو اپنانے سے۔

ہمارے لئے نمونہ نبی کی ذات عالی ہے

ہمارے لیے نمونہ نبی کی ذات عالی ہے، جون (جو) جتنا اپنے آپ کو نبی کے رنگ میں رنگ لے گا، اللہ کا بھی محبوب بنے گا، نبی کا بھی دُلارا بنے گا، بس اللہ جل شانہ عم نوالہ ہم سب کو قبول فرماوے، اور اب تک کی جو ہماری زندگی غفلت کے اندر، گناہوں کے اندر، احکامات کو توڑ کر اور نبی کے طریقہ کو چھوڑ کر اب تک جو ہم نے زندگی گزاری ہے اللہ اپنے کرم سے اس کو معاف فرماوے۔

استغفار اور درود شریف کی کثرت

جب آدمی استغفار کی کثرت کرتا ہے تو خدائے پاک اس کو ہر تنگی سے، ہر ہم سے، ہر غم سے نکال دیتے ہیں، اس لیے میرے عزیزو! استغفار کی بھی کثرت کرنی ہے، اور درود شریف بھی پڑھتے رہنا ہے، استغفار کی کثرت کرنے سے خدائے پاک تنگی سے نکال دیتے ہیں، رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں، اللہ، بھئی! مجھے بھی قبول فرماوے، تمہیں بھی قبول فرماوے، وقت کو ضائع کرنے سے، وقت کو برباد کرنے سے اللہ ہماری حفاظت فرماوے۔

اوقات کی حفاظت کرنی ہے

انسان کی زندگی بہت کانٹے کی زندگی ہے، اسی زندگی پر آخرت کی زندگی کا مدار ہے، اور خاص طور سے یہ اللہ کے راستہ کا وقت یہ بہت قیمتی وقت ہے، ہمیں اپنے اوقات کی حفاظت کرنی ہے، بیکار باتوں سے، بیکار کاموں سے، اِدھر اُدھر پھرنے سے

اپنے اوقات کو بچانا ہے، جتنا اوقات کی حفاظت کریں گے، عملوں کے اندر اپنے آپ کو لگاویں گے، مسجد کے ماحول میں اپنے آپ کو جتنا رکھیں گے، ہمارا وقت اچھا گزرے گا، ہمارے دل کو بھی سکون ہوگا، ہمارا ایمان بھی مضبوط بنے گا، ہمارے اعمال بھی جاندار بنیں گے، اور بھئی ادھر ادھر پھرتے رہے، سڑکوں پر پھرتے رہے، بازاری ماحول میں پھرتے رہے، عملوں سے اپنے آپ کو دور رکھا تو وقت بھی ضائع ہوگا، دل بھی پریشان ہوگا، اور جو کچھ کیا کرایا ہوگا وہ بھی ختم ہو جاوے گا، اللہ ہمیں صحیح سمجھ نصیب فرماوے، ہمیں وقت کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرماوے، زندگی کو ضائع کرنے سے، وقت کو برباد کرنے سے اللہ ہماری حفاظت فرماوے۔

دعاؤں سے اللہ کا فضل آتا ہے

اب دعا کا وقت ہو گیا ہے، سب حضرات درود شریف پڑھیں، اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں، اللہ سے عاجزی کے ساتھ، الحاح وزاری کے ساتھ، اور اللہ سے بے کسی، بے بسی کی حالت میں جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ اس کو ضرور بالضرور نوازتے ہیں، اپنی بے کسی کو، اپنی بے بسی کو اللہ کے سامنے رکھنا ہے، خوب دعا مانگیں، دعاؤں کا اہتمام کریں۔ جتنا دعاؤں کا اہتمام کریں گے اتنا ہی اللہ جل شانہ کا فضل شامل حال رہے گا۔ اللہ ہم سب کو قبول فرمائے۔

اسلوبِ دعا

تبلیغی جماعت میں اجتماعی اور جہری دعا ایک طرح سے گویا نصاب میں شامل ہے۔ دعا جو کہ "مخ العبادۃ" ہے، جماعت کے اکابر نے ہمیشہ اس کو اہمیت دی اور اسی کو اپنے کام کی فلاح کا ضامن سمجھا لہذا اس کو دینی مصلحت سمجھتے ہوئے بغرضِ تعلیم اس کا اہتمام کیا گیا، گرچہ بعد میں اس کی افادیت کو دیکھتے ہوئے اور حرمین شریفین کی دعاؤں سے نظیر پا کر دیگر لوگوں نے بھی اس کو اختیار کر لیا ہے اور اب تو بہت سے غیر تبلیغی دینی پروگراموں میں بھی اس کا اہتمام ہونے لگا ہے، اور گویا ایک بدعتِ حسنہ کا رواج ہو گیا ہے جس سے امت کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے بہت سے عوام کو دعا مانگنے کا سلیقہ آ گیا ہے، اور ان کو یہ معلوم ہو گیا ہے کہ دعا میں کیا چیزیں مانگنی چاہئیں اور کس طرح سے مانگنی چاہئیں، اور یہ کہ دعا میں "اعتداء" سے گریز کرنا چاہئے۔ میرے والد صاحب (مولانا محمد اجتباء الحسن کاندھلوی) رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دعا کا بڑا اہتمام تھا اور کافی کافی وقت اللہ تعالی کے حضور خاموشی اور تضرع کے ساتھ دست بدعا رہتے تھے، انھیں اس بات کی فکر رہتی تھی کہ نہ جانے کتنے لوگ ہر وقت بیت اللہ کا پردہ پکڑے رہتے ہیں اور آہ و زاری کرتے ہیں لیکن ان کے ذہن میں دینی شعور کی کمزوری کی بنا پر وہ خیالات نہیں آتے جو وہاں آنے چاہئیں اور نہ ان کو وہ طریقہ و آداب دعا

معلوم ہوتے ہیں جو کتاب وسنت میں مذکور ہیں اور جو دعاؤں کی قبولیت کے لئے شرط کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی فکر نے ان سے ایک کتاب تالیف کرائی جس کا نام انھوں نے ''دعاؤں کا قیمتی مجموعہ'' رکھا اور اس میں انھوں نے ان باتوں کو ملحوظ رکھا جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، یہ کتاب تصور سے زیادہ مقبول ہوئی اور حرمین میں لوگوں کو دیکھا گیا کہ ہاتھ میں لئے دعائیں مانگ رہے ہیں۔ یہ ذکر محض اس لئے آگیا کہ اس سے معلوم ہو کہ آج اس طرز کی دعاؤں کی واقعی اہمیت ہے اور اس کو ایک دینی تعلیمی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے۔

تبلیغ کے اکابر واسلاف نے دعاؤں میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھا کہ دعاؤں میں وہ ''اعتداء'' نہ ہو جو ایک شرعی اصطلاح ہے اور جس کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں آیا ہے: ''اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً، اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ'' (اعراف:۵۵) اور جس کی وضاحت حدیث و تفسیر میں موجود ہے۔

ہمیشہ درود شریف پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سے دعا شروع ہوتی، اور پہلے ماثور دعائیں مانگی جاتیں، اور پھر اپنی زبان میں اپنی اور امت کی دینی و دنیاوی اغراض مانگی جاتیں، اس کے بعد اس بات کا اہتمام کیا جاتا کہ اخروی تقاضوں کو مقدم رکھا جائے اور دنیاوی ضرورتوں کو بعد میں مانگا جائے، اجتماعی امور کو زیادہ طلب کیا جائے اور انفرادی چیزوں کو اس کی بہ نسبت کم۔ اسی طرح جو موضوعات ماثور دعاؤں میں پائے جاتے ہیں ان کا اہتمام کیا جاتا، 'یا اللہ' اور 'اے اللہ' کی کثرت ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ہی جملہ میں کئی بار کہا جاتا، جس سے ایک عجیب طرح کی لو ذاتِ خداوندی سے محسوس ہوتی۔ آخر میں ربنا تقبل منا الخ اور درود شریف پر دعا کا اختتام ہوتا۔

حضرت مولانا زبیر الحسن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی دعاؤں میں ان باتوں کو ملحوظ رکھا، ان کی دعا بھی بیان کی طرح حضرت جی نور اللہ مرقدہ سے پوری مشابہت رکھتی تھی، البتہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آخری دور میں دیکھا گیا کہ دعا کے عربی حصہ میں حرمین کی وہ دعائیں بھی شامل کر لیتے جو ان کو زیادہ پسند آتیں اور وقت کی ضرورت ہوتیں۔

ان کی دعا کا ایک نمونہ نذر قارئین ہے جو کہ رائے ونڈ کے ایک اجتماع سے منقول ہے۔

دعا اجتماع رائے ونڈ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ، يَا أَحَدُ، اَلصَّمَدُ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ، يَا حَنَّانُ يَا مَنَّانُ، يَا بَدِيْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا أَوَّلَ الْأَوَّلِيْنَ، وَيَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ، يَا ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ، وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ، عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَا لَمْ نَعْلَمْ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَا لَمْ نَعْلَمْ، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ، وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا، رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ

عَلَيْنَا اِصْراً كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ، رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَا
لَاطَاقَةَ لَنَا بِهٖ ، رَبَّنَا وَلَاتُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَاعْفُ عَنَّا،
وَاغْفِرْلَنَا، وَارْحَمْنَا ، اَنْتَ مَوْلَانَا، فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ،
اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهَا وَمَا تَاَخَّرَ، وَمَا
اَسَرَّتْ وَمَا اَعْلَنَتْ، اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا لِلْاِسْلَامِ ، اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ
اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا، وَكَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ
وَالْعِصْيَانَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي
الْاُمُوْرِ كُلِّهَا، وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ آتِ
نُفُوْسَنَا تَقْوَاهَا وَزَكِّهَا اَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا،
اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا، وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحَزْنَ سَهْلًا اِذَا
شِئْتَ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ
الْعَظِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، نَسْاَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ ،
وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّ السَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ،
لَاتَدَعْ لَنَا ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا ضُرًّا اِلَّا كَشَفْتَهٗ،
وَلَا مَرَضاً اِلَّا شَفَيْتَهٗ، وَلَا بَلَاءً اِلَّا رَفَعْتَهٗ، وَلَا مُسَافِراً اِلَّا بَلَّغْتَهٗ وَ
سَلَّمْتَهٗ ، وَلَاحَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا
اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، اِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنَا، وَفِيْ اَنْفُسِنَا
لَكَ رَبِّ فَذَلِّلْنَا، وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنَا، وَمِنْ سَيِّئِ الْاَخْلَاقِ
فَجَنِّبْنَا وَعَلَى صَالِحِ الْاَخْلَاقِ فَقَوِّمْنَا، وَعَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ
فَثَبِّتْنَا، وَعَلَى الْاَعْدَاءِ، اَعْدَاءِ كَ اَعْدَاءِ الْاِسْلَامِ فَانْصُرْنَا، اَللّٰهُمَّ
انْصُرْنَا، وَلَا تَنْصُرْ عَلَيْنَا، وَزِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا، وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُهِنَّا،
وَآثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا، وَامْكُرْ لَنَا وَلَا تَمْكُرْ
عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَيْنَا مَن لَّا يَرْحَمُنَا، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا
بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنَا، وَارْحَمْنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ مَا لَا يَعْنِيْنَا،
وَارْزُقْنَا حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنَّا، يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ، يَا حَيُّ يَا

قَيُّوْمُ، بِرَحْمَتِكَ نَسْتَغِيْثُ، اَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهُ، وَلَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ، فَاِنَّكَ اِنْ تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا، تَكِلْنَا اِلٰى ضُعْفٍ وَّعَوْرَةٍ وَّذَنْبٍ وَّخَطِيْئَةٍ، وَاِنَّا لَا نَثِقُ اِلَّا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ، يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ،يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ، يَا آخِرَ الْآخِرِيْنَ، وَيَا ذَاالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ، وَيَا رَاحِمَ الْمَسَاكِيْنِ، وَيَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ، اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ الْاَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى، اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا، وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ قُلُوْبَنَا وَنَوَاصِيْنَا وَجَوَارِحَنَا بِيَدِكَ، لَمْ تُمَلِّكْنَا مِنْهَا شَيْئًا، فَاِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ بِنَا فَكُنْ اَنْتَ وَلِيَّنَا وَاهْدِنَا اِلٰى سَوَاءِ السَّبِيْلِ، اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ، وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ، اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنَا مَرَاشِدَ اُمُوْرِنَا، وَاَعِذْنَا مِنْ شُرُوْرِ نُفُوْسِنَا، يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ! ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ، يَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ، اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا وَاهْدِ بِنَا، اَللّٰهُمَّ اهْدِ نَا وَاهْدِ بِنَا، اَللّٰهُمَّ اهْدِ نَا وَاهْدِ بِنَا، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ اَبْوَابَ هِدَايَتِكَ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ اَبْوَابَ هِدَايَتِكَ، اَللّٰهُمَّ اهْدِ النَّاسَ جَمِيْعًا، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا سَامِعِيْنَ مُطِيْعِيْنَ، اَوْلِيَاءَ مُخْلِصِيْنَ، وَرُفَقَاءَ مُصَاحِبِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَبِيَّنَا لَنَا فَرَطًا، وَحَوْضَهُ لَنَا مَوْرِدًا، اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهِ، وَاسْتَعْمِلْنَا بِسُنَّتِهِ، وَتَوَفَّنَا عَلٰى مِلَّتِهِ، وَاجْعَلْنَا مِنْ حِزْبِهِ، وَاجْعَلْنَا مِنْ رُفَقَاءِهِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ، وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ رَسُوْلِكَ، وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنَا حُبُّهُ عِنْدَكَ، وَالْعَمَلَ الَّذِيْ يُبَلِّغُنَا حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْيَاءِ اِلَيْنَا، وَاجْعَلْ خَشْيَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْيَاءِ عِنْدَنَا، وَاقْطَعْ عَنَّا حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالشَّوْقِ اِلٰى لِقَاءِكَ مِنْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، وَقِنَا السَّيِّئَاتِ، وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ،

وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ اِيْمَانًا كَامِلًا، وَيَقِيْنًا صَادِقًا، وَهُدًى قَيِّمًا، وَخُلُقًا مُسْتَقِيْمًا، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَا يَرْتَدُّ، وَنَعِيْمًا لَا يَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ، وَالْفَوْزَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ رِضَاكَ وَالْجَنَّةَ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَالنَّارِ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ، عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَا لَمْ نَعْلَمْ، وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ، عَاجِلِهٖ وَآجِلِهٖ، مَا عَلِمْنَا مِنْهُ وَمَا لَمْ نَعْلَمْ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا اسْتَعَاذَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ.

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، یا اللہ! ہماری لغزشوں سے درگزر فرما، اے اللہ! ہماری سیئات کو حسنات سے مبدل فرما، یا اللہ! دین کی صحیح سمجھ ہم کو نصیب فرما، یا اللہ! ہماری زندگی کو دینی زندگی بنادے، اے اللہ! بے دینی کو ختم فرمادے، اے اللہ بے دینی کی فضاؤں کو ختم فرمادے، اے اللہ! دینی فضائیں عام فرمادے، اے اللہ! ایمانی فضائیں قائم فرمادے، اے اللہ! ایمان کی حقیقت ہم کو نصیب فرمادے، یا اللہ! ایمان کا کمال ہمارے اندر پیدا فرمادے، اے اللہ مؤمنین کاملین میں ہم کو شامل فرمادے، اے اللہ! ہر فرد امت کو اس کام کے لیے قبول فرمالے، اے اللہ! اس کام کی بصیرت نصیب فرمادے، یا اللہ! اس کام کی عظمت دل کے اندر پیدا فرمادے، یا اللہ! اس کام کو زندگی کا مقصد بنا کر کرنے کی توفیق نصیب

فرمادے، یا اللہ! اس کام کی اہمیت ہمارے دِلوں کے اندر پیدا فرمادے، اے اللہ! دنیا کی محبت جو ہمارے دلوں میں اتری ہوئی ہے اس کو اپنے کرم سے نکال دے، اے اللہ! آخرت کی فکر نصیب فرمادے، یا اللہ! اس کی تیاری کرنے والا بنادے، یا اللہ! عملوں کا شوق ہمیں نصیب فرمادے، اے اللہ! بھلے اعمال کا کرنے والا بنادے، اے اللہ! برے اعمال سے تو ہمیں بچالے، اے اللہ! گناہوں کی نفرت دلوں میں پیدا فرمادے، اے اللہ! طاعات کی رغبت نصیب فرمادے، اے اللہ! سنتوں کا شوق مرحمت فرمادے، اے اللہ! ایک ایک سنت کو ہماری زندگیوں میں زندہ فرمادے، اے اللہ! غیروں کی چال چلنے سے تو ہماری حفاظت فرمالے، اے اللہ! نفس وشیطان کے پھندے میں پڑنے سے، یا اللہ تو ہماری حفاظت فرمادے، یا اللہ! نبی پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی حقیقی و سچی محبت نصیب فرمادے، اے اللہ! اتباع کامل کی دولت سے مالا مال فرمادے، یا اللہ! نبی کے نقش قدم پر چلنا آسان فرمادے، یا اللہ! ہمیں اخلاص نصیب فرمادے، یا اللہ! ہمیں استخلاص مرحمت فرمادے، یا اللہ! استقامت کی دولت سے مالا مال فرمادے، اے اللہ! موت تک لگے رہنے والا بنادے، یا اللہ! یہ نعمت عظمیٰ جو تو نے نصیب فرمائی ہے، اے اللہ! اس کی قدر کرنے کی توفیق نصیب فرمادے، اے اللہ! ہماری گندگیوں سے، یا اللہ! اس کام کی حفاظت فرمادے، اے اللہ! اس کی برکت سے تو ہم سب کو قبول فرمالے، اے اللہ! پوری انسانیت پر اپنا فضل فرمادے، اے اللہ! پوری امت کو تو اس کام کے لیے قبول فرمالے، یا اللہ! اس کے لیے جان و مال قربان کرنے والا بنادے، اے اللہ، ہمارے قلوب میں ایمان کو مضبوط فرمادے، اے اللہ! ایمان میں ترقی نصیب فرمادے، اے اللہ! ایمان پر

ثابت قدم فرما، اور اے اللہ! ایمان پر خاتمہ نصیب فرما، اے اللہ! نمازوں کا اہتمام کرنے والا بنادے، اے اللہ نمازوں میں خشوع وخضوع نصیب فرمادے، یا اللہ! علم کی دولت سے ہم سب کو مالا مال فرمادے، اے اللہ! اپنا ذکر کرنے والا بنادے، یا اللہ! اپنا دھیان دلوں میں پیدا فرمادے، اے اللہ! اپنا تعلق ہم کو نصیب فرمادے، اے اللہ! ہر ذی حق کے حق کو پہنچاننے کی، اور پہچان کر اس کو ادا کرنے کی ہمیں توفیق نصیب فرمادے، اے اللہ! اخلاص نصیب فرمادے، یا اللہ! اپنی رضا کی دولت سے ہمیں مالا مال فرمادے، یا اللہ! اپنی ناراضگی سے اور اے اللہ! ناراضگی والے کاموں سے تو ہماری حفاظت فرمادے، اور اے اللہ! اس کام کی، اور اے اللہ کام کرنے والوں کی، اور اے اللہ! کام کے ٹھیوں کی حفاظت فرمادے، یا اللہ! کام کرنے والوں میں الفتیں، محبتیں پیدا فرمادے، اے اللہ! دلوں میں محبتیں پیدا فرمادے، اے اللہ! دلوں کو پاک صاف فرمادے، اے اللہ! رذائل سے، گندگیوں سے یا اللہ! ہماری حفاظت فرمادے، اے اللہ! فواحش ومنکرات سے اور اے اللہ! رذائل ومنہیات سے، اے اللہ! ہماری حفاظت فرمادے، یا اللہ کرم کا معاملہ فرما، یا اللہ رحم کا معاملہ فرما، یا اللہ فضل کا معاملہ فرما، یا اللہ ہماری گندگیوں کی وجہ سے اس کام کو ضائع ہونے سے بچالے، اے اللہ! اس کو برباد ہونے سے بچالے، یا اللہ! پورے عالم میں اس کام کو ترقی نصیب فرمادے، یا اللہ! اس کو زندہ فرمادے، اے اللہ! جہاں جہاں رکاوٹیں ہیں ان رکاوٹوں کو دور فرمادے، یا اللہ! جہاں جہاں کام ہو رہا ہے، دن دوگنی، رات چوگنی ترقی نصیب فرمادے، یا اللہ! ہمارے اس اجتماع کو قبول فرما، اے اللہ! اس میں شرکت کرنے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! اس کی محنت کرنے والوں کو قبول فرما، اے اللہ! اس

میں کہنے سننے والوں کو قبول فرما، یا اللہ! اس اجتماع کو باعث خیر و برکت فرما، اے اللہ! باعث رشد و ہدایت فرما، اے اللہ! باعث صلاح وفلاح فرما، یا اللہ! جتنے عربی مدارس ہیں، اور اے اللہ! جتنے قرآنی مکاتب ہیں، اور اے اللہ! جتنے دینی مراکز ہیں، اور اے اللہ! اسلام و مسلمین کی پوری پوری حفاظت فرما، یا اللہ! پوری پوری حفاظت فرما، اے اللہ! دن دوگنی، رات چوگنی ترقی نصیب فرما، اے اللہ! ارضی وسماوی آفات سے ہم سب کی حفاظت فرما، اے اللہ! بلاؤں اور مصیبتوں کو بند فرما، اے اللہ! رحمتیں اور برکتیں شامل حال فرما، اے اللہ! خیر کے دروازے کشادہ فرما، اے اللہ! شر کے دروازوں کو بند فرما، اے اللہ! اس پورے مجمع کو قبول فرما، اے اللہ! اس کے ہاتھ اٹھانے کو قبول فرما، اے اللہ! ہم سب کو ہدایت سے مالا مال فرما، اپنی رضا نصیب فرما، اپنا تعلق نصیب فرما، یا اللہ! اپنی عظمت دل کے اندر پیدا فرما، اے اللہ! موت تک لگے رہنے والا بنادے، یا اللہ! اخلاص نصیب فرمادے، یا اللہ! استخلاص مرحمت فرمادے، اے اللہ! مردوں کو اور عورتوں کو، اور اے اللہ! بچوں کو، یا اللہ! سب کو قبول فرمالے، ہر فرد امت کو قبول فرمالے، اے اللہ! خیر کے دروازے کشادہ فرمادے، اے اللہ! شر کے دروازوں کو بند فرمادے، یا اللہ شرک کے دروازوں کو بند فرمادے، ہر خیر ہمارے لیے مقدر فرما، ہر شر سے حفاظت فرما، اے اللہ! کرم کا معاملہ فرما، اے اللہ! رحم کا معاملہ فرما، یا اللہ! فضل کا معاملہ فرما، اے اللہ! پوری پوری حفاظت فرما، اے اللہ! پوری پوری حفاظت فرما، یا اللہ اپنے کرم سے ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔

نہ جب تک صدق دل سے ترک کردیں حظ نفسانی
کبھی بھی آپ کو حاصل نہ ہوگا لطف روحانی

باب ہشتم

ملفوظات واقتباسات

انتخاب از کتاب

سوانح حیات حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلویؒ

مؤلفہ

مولانا سید زین العابدین (کراچی)

ومولانا انیس احمد مظاہری (لاہور)

مع تقدیم

مولانا سید محمد شاہد مظاہری سہارنپوری دام ظلہ

(برادر نسبتی حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی مرحوم)

ونواسہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ

ملفوظات

(۱) طبیعت میں تکبر، خودرائی اور اپنے کو بڑا سمجھنا یہ دل کے منکرات ہیں اور دل کے منکرات بدن کے منکرات سے زیادہ سخت ہیں، یعنی باطن کے منکرات ظاہر کے منکرات سے زیادہ سخت ہیں، آدمی اپنے بارے میں بہت جلد طے کر لیتا ہے کہ میں مخلص ہوں ہم لوگ اپنے زعم میں مبتلا ہو کر خود ہی اپنا ایک مقام طے کر لیتے ہیں، یہ حب جاہ ہے، یہ موت تک بھی اگر نکل جائے تو بہت بڑی بات ہے، اول تو ہم محنت کرتے نہیں اور کرتے ہیں تو اس میں عجب اور بڑائی پیدا ہو جاتی ہے، علماء نے لکھا ہے کہ وہ معصیت جس سے ندامت اور دل شکستگی پیدا ہو وہ اس طاعت اور عبادت سے اچھی ہے، جس سے عجب پیدا ہوتا ہے۔(۱)

(۲) اہل علم کے پاس جاؤ تو دعوت کی نیت سے مت جاؤ، ناصح (نصیحت کرنے والے) نہ بنو، طالب بن کر جاؤ، تواضع سے بات کرو، دریافت فرمائیں تو کارگزاری کے طور پر عرض کرو، اہل اللہ کے پاس جاؤ تو اور بھی زیادہ ادب واحتیاط کے ساتھ جاؤ وہ اہل دل ہیں، ان سے دعا کے لئے عرض کرو، صرف اتنی دیر بیٹھو، جتنی دیر انہیں بشاشت رہے۔(صفحہ:۴۹۶)

(۳) ایمانیات عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات ان سب شعبوں کا ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ ہے، ایمان مضبوط ہوگا تو عبادات میں جان پڑے گی، اور عبادات صحیح نہیں ہوسکتیں جب تک کہ ایمان صحیح نہیں ہوگا، اب ہم پانچ شعبوں میں چلنے والے بنیں، کوشش کرنے کا نام دعوت ہے، جتنی کوشش کی جائے اتنے ہی یہ شعبے زندہ ہوں گے اور دعوت چلے گی، اللہ کی رضا سب سے بڑی دولت ہے، اللہ کو راضی کرنے کے لئے انسان کا اپنی زندگی کے اندر ان پانچ چیزوں کو داخل کرنا ضروری

---

(۱) سوانح حیات حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی مرتبہ مولانا سید زین العابدین کراچی صفحہ:۴۹۹ مطبوعہ ادیب پبلیکیشنز (دریا گنج نئی دہلی)

ہے، اللہ کی رحمت نازل ہوگی جو انسانوں پر ہی نہیں بلکہ حیوانوں پر بھی نازل ہوگی کوشش کرنا ہے کہ اللہ ہم پر اور پوری امت پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ (صفحہ ۴۹۹)

(۴) اعمال کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ ہے جو دوسرے اعمال کے لئے وسائل کا درجہ رکھتے ہیں، اور دوسری قسم اعمال کی وہ ہے جو مقصد کا درجہ رکھتے ہیں، دینے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں، دینی و دنیاوی ہر لائن میں خدا کی نوازش کے بغیر بات نہیں بنتی اور دین کی سمجھ تو خالص عطیہ خداوندی ہے کسی انسان کا اس میں زور اور بس نہیں چلتا، لیکن چونکہ دنیا دار الاسباب ہے لہذا وہ اعمال بھی کرنے ہوں گے جو اسباب وسائل کا درجہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہدایت اپنے قبضہ میں رکھی ہے، لیکن اس کا سبب محنت اور کوشش ہے جو انسان کے کرنے کی چیز ہے، خدائے پاک محنت کی قیمت بھی دیتے ہیں اور اس محنت کے لئے جو سبب اختیار کیا جائے اس کی بھی قیمت (ثواب) دیتے ہیں، اس کو مثال سے اس طرح سمجھئے جیسے نماز عمل ہے جو مقاصد میں سے ہے اور مساجد کا بنانا یہ اعمال مقصودہ کے لئے ذرائع اور وسائل کا درجہ رکھتا ہے، تو اس وسیلہ والے عمل یعنی تعمیر مسجد کی بھی خدا قیمت دیتے ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کوئی مسجد بنائی جائے چاہے وہ چھوٹی سی چھوٹی ہو تو اللہ اس پر بھی جنت میں مکان مرحمت فرماتے ہیں۔

انسان اپنا گھر بناتا ہے اس پر کوئی اجر کا وعدہ نہیں لیکن مسجد پر وعدہ ہے۔

ایسے ہی مدارس و مکاتب ہیں کہ وہ علم دین کے لئے ذرائع اور وسائل کا درجہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا بھی ثواب مرحمت فرمائیں گے لیکن مسجد کے بنانے سے زیادہ ثواب نماز کا ہے ایسے ہی مدرسے بنانے سے زیادہ ثواب علم حاصل کرنے کا ہے، مدرسے بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے کو علم پر ڈالنے کی محنت ہونی چاہئے، اور مسجد بنانے کے ساتھ ساتھ نماز پر بھی محنت ہونی چاہئے اور اس کے لئے سبب کے طور پر وہ محنت ہے جس سے ہدایت ملتی ہے۔ (صفحہ: ۴۹۷-۴۹۸)

(۵) اگر تمہاری نیت صرف دوسرے کی اصلاح کی ہوگی تو اپنی اصلاح سے غافل ہوجاؤ گے، پھر چاہے کام زیادہ ہوتا ہوا نظر آئے گا، لیکن کام میں جان نہیں ہوگی، کام میں جان آتی ہے، کام کرنے والے کے تواضع کرنے سے اور اپنے آپ کو محتاج سمجھنے سے۔ (صفحہ ۴۹۶)

(۶) مولانا محمد سعد کاندھلوی مدظلہ نے فرمایا کہ مولانا زبیر الحسن صاحب فرمایا کرتے تھے کہ "جتنی ہمارے کام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مشابہت ہوگی اتنی ہی نورانیت آئے گی" (صفحہ:۵۰۲)

(۷) آدمی کو جو ملتا ہے وہ ادب ہی سے ملتا ہے، شاگرد استاذ کا ادب کرے تو اللہ اسے علم سے نواز دیتے ہیں، بیٹا، ماں باپ کا ادب کرے تو اللہ اسے رزق سے مالا مال کردیتے ہیں، اور ایسے ہی اگر ہم مساجد کا احترام کریں گے تو ہم محروم نہیں جائیں گے، اور بے ادبی کریں گے تو محروم ہوجائیں گے، آدمی کسی کے گھر جائے اور گھر کے اندر اس کی چیزوں کو خراب کرے تو گھر والا کان پکڑ کر نکال دیتا ہے۔ (صفحہ ۴۸۸)

(۸) خدائے پاک کا ذکر شفا اور رحمتوں و برکتوں کا ذریعہ ہے، کم از کم یہ تین تسبیحات ضرور کرنی چاہیئے۔

۱۔ تیسرا کلمہ (سبحان اللّٰہ، الحمدللّٰہ، لآ إلٰہ إلا اللّٰہ، اللّٰہ اکبر)

۲۔ درود شریف

۳۔ استغفار

اس کا اہتمام کریں گے اور دھیان سے پڑھیں گے تو اللہ جل شانہ وعم نوالہ کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا تو اللہ ہمارے دلوں پر سکینہ نازل فرمائے گا، ذکر کی پابندی کرنے سے خدا کی رحمتیں اور برکتیں شامل حال ہوتی ہیں، مخلوق کا ذکر کرنے سے بیماریاں اور بلائیں آتی ہیں، اور خدائے پاک کا ذکر کرنے سے شفا آتی ہے، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، جب کہ بلائیں اور مصیبتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ (صفحہ:۴۳۰-۴۳۱)

(۹) اسلام امن اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے، دین محمدی تبلیغ سے پھیلا ہے، اس کا پیغام عام کرنے کے لئے مسلمان دنیا بھر میں پھیل جائیں، دنیا اللہ نے بنائی ہے، اور یہ اسی کے دیئے ہوئے نظام کے تحت ہی چلنی ہے، اسی میں کامیابی ہے اور اللہ کا نظام دین اسلام ہے، مسلمان اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں تو ان کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ (صفحہ ۶۳۴)

(۱۰) مذہبی حوالوں سے منفی پروپیگنڈہ اور فضول بحثوں کے دوران وقت ضائع کرنے سے مسلمان دوسری قوموں سے اتحاد و اتفاق کے حوالہ سے پیچھے رہ گئے ہیں، ان سب باتوں کو چھوڑ کر صرف یہ دیکھنا ہے کہ جو کوئی بھی اللہ کا پیغام اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق زندگی گزار رہا ہے یا گزارنے کی کوشش کر رہا ہے، یا گزارنے کی ہدایت کرتا ہے وہ اصل مسلمان ہے، اور ہم سے افضل ہے، اصل سچ یہ ہے کہ جب مسلمان دین کی محنت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق کریں گے تو یہ سب ہو جائے گا، دنیوی اعتبار سے مسلمان سے بڑی کوئی طاقت نہیں ہوگی اور پورے عالم پر مسلمانوں کی حکومت ہوگی، تبلیغی محنت کا اصل مقصد امت محمدی کو اپنی اصل منزل کی طرف لے جانا ہے، اور اجتماعی طور پر اصل منزل تک پہونچنے اور پہونچانے کی تربیت گاہ ہے، لیکن اس دوران حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ (صفحہ: ۶۳۷)

(۱۱) جیسا انسان کا عمل ہوتا ہے، ویسا ہی خدائی فیصلہ ہوتا ہے اور جیسا خدائی فیصلہ ویسے ہی حالات، اب ہر آدمی اپنے گریبان میں خود ہی منہ ڈال کر فیصلہ کرے کہ میرے اعمال حالات کو درست کرنے والے ہیں یا حالات کو خراب کرنے والے، یقیناً ہمارے اعمال اتنے گندے ہیں اتنے خراب ہیں کہ یہ ساری مصیبتیں انہی کی وجہ سے آرہی ہیں، ہمیں اپنے اعمال کو سدھارنا ہے، سدھارنا یہ نہیں ہے کہ ہمارے کپڑے اچھے ہو جائیں، ہمارا مکان اچھا ہو جائے، ہم پیسے والے اور جائداد والے

بن جائیں، یہ سدھارنا نہیں ہے، بلکہ سدھارنا یہ ہے کہ سر سے لے کر پاؤں تک ہمارے بدن سے نکلنے والے اعمال اچھے ہوں، آنکھوں کا عمل، زبان کا عمل، ہاتھوں، پیروں کا عمل اللہ کے حکم کے مطابق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے موافق ہو جائیں، یہی سدھرنا ہے، یہ بنالیں گے تو دنیا کے اندر بھی چمکیں گے اور آخرت کے اندر بھی چمکیں گے۔ (صفحہ ۶۴۰)

(۱۲) اللہ کے ذکر اور دین کی فکر ہر وقت مسلمان کے دل میں موجزن رہنی چاہئے، دولت کی محبت دل سے نکال کر اللہ کی محبت پیدا کرنا ضروری ہے، اسلام امن کا مذہب ہے، اور سارے عالم کو امن کا پیغام دیتا ہے، دین کی تبلیغ ہم سب کی ذمہ داری ہے، اللہ کو دین سے محبت کرنے والا شخص ہی پسند ہے، اللہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے راستے پر چل کر ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ (صفحہ ۶۴۷)

(۱۳) اپنی زندگی کو سنت کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں، ہمارا ہر عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے موافق ہو جائے، ہماری شکل وصورت ہمارا رہن سہن، ہمارا لباس، ہمارا اٹھنا بیٹھنا، ہمارا بولنا چالنا غرض ہر عمل اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے موافق ہو جائے تو یہی چیز دین بن جاتی ہے۔ (صفحہ: ۶۶۳)

(۱۴) اگر دنیا کا مقام اللہ کی نظر میں تھوڑا سا بھی ہوتا تو اللہ اپنے نہ ماننے والے کو ایک گھونٹ پانی تک بھی مرحمت نہ فرماتا، دنیا سب کو مل جاتی ہے لیکن موت پر دنیا چھوٹ جاتی ہے، دین اور دین کی محنت خدائے پاک اپنے چاہنے والے کو عطا فرماتا ہے، اور دین سیکھنے سے آتا ہے۔ (صفحہ: ۶۷۸)

(۱۵) اس امت کی متعدد خصوصیات ہیں، ایک خصوصیت یہ ہے کہ "ادعونی استجب لکم" یہ خطاب نبیوں کو ملا کر کرتا تھا، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ "ھو اجتباکم" تمہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے۔

تیسری خصوصیت "شہداء علی الناس" ہے۔ (صفحہ: ۴۹۷)

(۱۶) اللہ نے دین اور ایمان کے اندر ذاتی کشش رکھی ہے، آج ہم لوگ اپنی ڈگر سے ہٹ گئے ہیں، ہمارے اندر تواضع اور مسکنت آنی چاہئے، جو اللہ کے لئے نیچا بنتا ہے، اللہ اسے اونچا کرتے ہیں، ہم کسی پر مسلط نہ ہوں، جس کو دعوت دے رہے ہیں اس کو حقیر نہ سمجھیں بلکہ اس کی شفقت دل میں ہونی چاہئے۔ (صفحہ: ۴۹۷)

(۱۷) ایمان کی دولت خدا کو محبوب ہے اور خدا کے یہاں سب سے قیمتی ہے ایمان کے علاوہ کوئی چیز خدا کے عذاب سے بچا نہیں سکتی، لَآ اِلٰـہ الا اللّٰہ یہ زندگی کا ایک اقرار نامہ ہے، وہ یہ ہے کہ ہم ہر چیز میں خدا کے حکموں پر چل رہے ہوں (صفحہ: ۴۹۷)

(۱۸) جو شخص آخرت کی فکر کرتا ہے تو اس کی دنیا سلیٹوں میں بن جاتی ہے اور اگر آدمی دنیا کے اندر ہی پھسا رہتا ہے آخرت سے غافل رہتا ہے اور اپنی موت کو بھول جاتا ہے لیکن موت اس کو نہیں بھولتی ہر انسان موت کی قطار میں کھڑا ہوا ہے۔ (صفحہ: ۵۳۱)

(۱۹) جو سانس نکل رہا ہے جو دن نکل رہا ہے اور جو گھڑی ضائع ہو رہی ہے وہ کسی قیمت میں واپس نہیں آئے گی کس کی کتنی زندگی باقی ہے اس کی کسی کو خبر نہیں اور کسی کو کچھ معلوم نہیں آدمی ہر قدم قبر کی طرف اٹھ رہا ہے لیکن نظریں اس کی دنیا پر پڑی ہوئی ہے ۔

قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا

کدھر جا رہا ہے؟ کدھر دیکھ رہا ہے؟

(صفحہ: ۵۳۱)

(۲۰) دین اسلام کی روشنی پھیلانے کے لیے اپنی زندگیاں وقف کریں گھروں کو جانے والے لوگ بھی دین کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنانے کا عزم کریں اور دین کی محنت کے لئے اللہ کے راستے میں نکلنے کا عہد کریں، راتوں کو اٹھ کر پوری امت کے لئے دعائیں اور اللہ تعالیٰ سے انفرادی اور اجتماعی گناہوں پر استغفار کریں۔ (صفحہ: ۵۷۸)

اقتباسات

حضرت مولانا زبیر الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مراتبہ ایک عظیم داعی، عظیم مربی اور ربانی عالم تھے۔ علم دین وشریعت کے تعلم وتعلیم کے ساتھ وہ دین کے اشاعت اور لوگوں کے دلوں کو اللہ سے جوڑنے اور اللہ کی رضا اور جنت کے راستہ پر لانے کے لئے ملک اور بیرون ملک اور حج کے عالمی اجتماعات میں جس جذبہ وحوصلہ سے شرکت فرماتے تھے حالانکہ صحت کی خرابی اور جسم کے فربہ ہونے کی وجہ سے سفر کی صعوبت کے متحمل نہ ہوتے اور اہل مشورہ کی اس گزارش پر کہ آپ کی صحت سفر کی متحمل نہیں ہے آپ یہیں قیام فرما کر دعا ذکر وغیرہ کے ذریعہ شرکت وسرپرستی فرمائیں، اس کے باوجود اس شوق میں کہ ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا'' اپر عمل ہوجائے مسلسل حضرت مولانا محمد سعد صاحب کے ساتھ شرکت فرماتے رہے، جیسا کہ خود مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ کا فرمانا ہے کہ:

''دور کا سفر ہو یا قریب کا میں بھرپور کوشش کرتا اور حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا کہ آپ نہ جائیں مگر وہ کہتے کہ نہیں مجھے جانا ہے، اتنی معذوری کے باوجود اللہ کے لئے سفر کرنے کو دیکھ کر میں ان کو کہا کرتا تھا، کہ آپ کو دیکھ کر تو مجھے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ یاد آجاتے ہیں، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بہت بھاری بدن کے تھے، کہ جب وہ تخت پر بیٹھتے تو گوشت اور بدن باہر کو لٹک جاتا تھا، لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ معذور ہیں، اور آپ کے لئے رخصت ہے کہ اللہ کے راستہ میں نہ جائیں، تو فرمایا کرتے کہ مجھے یہ آیت بیٹھنے نہیں دیتی ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا

وَّثِقَالًا" ہلکے ہو یا بوجھل نکلو اللہ کے راستہ میں۔

مجھے تو حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب کو دیکھ کر یہ خیال آتا تھا کہ یہ تو واقعی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی نقل ہیں، مولانا فرماتے تھے کہ جتنی ہمارے کام میں صحابہ کرام کی مشابہت ہوگی اتنی ہی نورانیت آئے گی۔(۱)

خود راقم کا مشاہدہ ہے کہ انہیں سخت زحمت ہوتی لکھنؤ کے اجتماعات میں شرکت کے موقع پر ان کی دشواریاں آنکھوں کے سامنے رہی ہیں، ٹرین میں بھی عام سلیپر کلاس میں صرف اس فرق کے ساتھ کہ سیٹ کو اس طور پر ڈبل کرنا ہوتا کہ ایک پٹرا مزید جوڑ دیا جاتا اور دو الگ الگ سیٹیں ایک سیٹ بن جاتیں، لیکن استنجاء وغیرہ کی پریشانی ٹرین اور ہوائی جہاز میں کیسے کم ہو سکتی تھیں، مگر آپ تسلیم و رضا کے پیکر اور دین پہونچانے کے جذبہ سے سرشار تھے، کیسے حرف شکایت زبان پر لاتے، لسان ذاکر قلب شاکر کے ساتھ آپ اسی فکر میں ڈوبے رہتے جبکہ قلب بھی ذاکر، لسان بھی شاکر اور ظاہر و باطن اللہ کی حمد و ثناء میں درود شریف کی کثرت کے ساتھ رہتا تھا۔

دعوت و تبلیغ کی محنت میں نصف صدی سے زائد مدت سے جانی پہچانی اور اس کی ترجمان سمجھی جانے والی شخصیت مولانا احمد لاٹ ندوی گجراتی مدظلہ نے اسکو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"اپنی پوری زندگی کلمہ اور نماز کی محنت کو لے کر علم الٰہی اور ذکر الٰہی کے ساتھ لوگوں کے حقوق کو ادا کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کے لئے اپنی پوری زندگی اللہ کے راستہ میں کھپانے والا آج دنیا سے رخصت ہوا، ہمارے لئے استغفار کرنے والا رخصت ہوا" (بحوالہ سابق:۵۰۳)

ان کے ایک دوسرے وصف کو رائے ونڈ مرکز کے ایک ذمہ دار مولانا محمد احسان الحق صاحب مدظلہ اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

(۱) سوانح حیات مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی، مؤلفہ مولانا سید زین العابدین کراچی:۵۰۲)

''حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے ولی تھے، میں نے کبھی ان کے منہ سے کسی مسلمان کی برائی نہیں سنی تھی''۔ (بحوالہ سابق:۵۰۳)

ان کی وفات پر انکے رفیق مشاورت اور جماعت تبلیغ پاکستان کے امیر حضرت الحاج بھائی عبدالوہاب صاحب (اطال اللہ بقاؤہ) نے دوسرے دن بعد نماز فجر اپنے بیان میں کہا کہ:۔

''حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی زبیر الحسن، مولوی محمد سعد اور مولوی احمد لاٹ کی جوڑی بنائی تھی فرماتے تھے کہ مرجانا لیکن تینوں ایک ساتھ رہنا ایک ساتھ تشکیل کروانا، جہاں اجتماع ہوتا نظام الدین مرکز سے ان تینوں کی تشکیل ہوتی، آخری بار بنگلہ دیش اجتماع میں فرمانے لگے کہ ان تینوں کو جب میں ایک ساتھ دیکھتا ہوں تو میں اپنی بیماری بھول جاتا ہوں جب یہ تینوں الگ ہوں گے تو ایک دوسرے کی قدر معلوم ہوگی۔'' (بحوالہ سابق:۵۰۱-۵۰۳)

ان کی خصوصیات وکمالات کو ان کے ہی ایک رفیق قدیم اور مونس وانیس مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری دام ظلہ نے بڑی جامعیت واحتیاط سے بیان کیا ہے کہ'' وہ بیک وقت علم نبوت، عمل نبوت، اور نور نبوت کے حامل رہ کر بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں اہم اور عظیم مقاصد کے علمبردار تھے، یہ عظیم دعوتی محنت چونکہ مدرسے اور سلوک وروحانیت نیز ذکر وفکر سے ہمیشہ وابستہ بلکہ صحیح معنی میں ایک مثلث کے تین زاویے بن کر رہی ہے جس کے ثبوت وشواہد قدم قدم پر حضرت مولانا محمد الیاسؒ، حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن کی حیات طیبہ میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، مولانا زبیر الحسن کی پوری حیات میں بھی یہی تینوں زاوے اسی شان وآن کے ساتھ ہر دیکھنے والے کو نظر آجاتے ہیں (بحوالہ سابق از مقدمہ کتاب:۲۰)

حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے قریب ترین معاصرین

اور ممتاز رفقائے کار کے انکے متعلق تأثرات واعترافات کے بعد جس کے بعد کسی دوسری بڑی شہادت واعتراف کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی جو ان کی وفات کے بعد سامنے آئے ہوسکتا ہے کہ برصغیر کے مختلف مکاتب فکر کے نمائندوں کے تاثرات کی کمی محسوس کی جائے، مگر اس خلا کو کسی حد تک باب ہفتم میں ہمارے دوست مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی استاد تفسیر وحدیث وادب عربی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ دور کر چکے ہیں، لیکن حضرت مولانا محمد زبیر الحسن علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد راقم کی تصنیف کے بعد ایک مفصل سوانح حیات کراچی سے مولانا سید زین العابدین صاحب کے قلم سے مولانا انیس احمد مظاہری لاہوری کے تعاون اور مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری مدظلہ کے مقدمہ ونظر ثانی کے ساتھ سامنے آئی اس کے مطالعہ کے بعد جس میں خود راقم کی کتاب تذکرہ مولانا زبیر الحسن کے جابجا اقتباسات اس کے حوالوں کے ساتھ نظر آئے یہ احساس پیدا ہوا کہ اس میں برصغیر کی ان بعض ممتاز اور قدآور شخصیات کے بھی احساسات وتاثرات پیش کردیئے جائیں جو دین کے مختلف کاموں اور مراکز واداروں کے ذمہ دار کی حیثیت رکھتے ہیں جو وقت پر راقم کو نہیں مل سکے تھے۔ اسی پیش نظر کتاب سے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

مولانا سید نظام الدین سابق جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (مرحوم) نے فرمایا ''مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کے روحانی فیوض وبرکات سے ہندوستان ہی نہیں دنیا کے مختلف گوشوں تک کلمۂ توحید نماز کی تلقین اور فکر آخرت اجاگر ہوئی اور خلق خدا کو غیر معمولی دینی وایمانی فائدہ پہونچا'' (بحوالۂ سابق، صفحہ: ۵۱۱)

مولانا سید محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے فرمایا:

''حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی بانئ تبلیغی جماعت اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار طریق زندگی اور طرز عمل کے بھرپور نمائندہ تھے''۔ (بحوالۂ سابق، صفحہ: ۵۱۰)

مولانا سید احمد بخاری (امام شاہی جامع مسجد دہلی) کا تاثر تھا۔

''وہ اپنی پوری زندگی سیاست سے الگ رہے اور دینی کام پر توجہ رکھی'' (بحوالہ سابق، صفحہ: ۵۱۰)

دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی فرماتے ہیں:

''دعوت وتبلیغ کے حوالہ سے انہوں نے بڑی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان کو بہت سی خوبیاں اپنے والد محترم سابق امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملی تھیں، ان کی وفات علمی اور دینی اعتبار سے بالخصوص دعوت واصلاح کے حوالہ سے بڑا نقصان ہے۔'' (بحوالہ سابق: صفحہ ۵۰۴)

مولانا محمد سالم قاسمی زید مجدہ مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند کا تاثر ہے۔

''مولانا محمد زبیر الحسن صاحب کاندھلوی کا انتقال تبلیغی جماعت اور اہل دین کے لئے ایک بہت بڑا نقصان ہے، انہوں نے بزرگوں کے نقش قدم پر چل کر مثالی اور نمایاں تبلیغ وارشاد کی عظیم خدمات انجام دی ہیں جو ہمیشہ یاد کی جاتی رہیں گی'' (بحوالہ: ۵۰۴)

مولانا قاری محمد عثمان منصور پوری صدر جمعیۃ علمائے ہند کا تاثر ہے۔

''حضرت جی مولانا محمد انعام الحسن کاندھلویؒ کے انتقال کے بعد انہوں نے تبلیغی جماعت کو نظم کے تحت باہمی مشورہ سے جس حسن وخوبی کے ساتھ چلایا وہ واقعۃً لائق تحسین ہے۔'' (بحوالہ سابق: ۵۰۵)

مولانا محمد عبید اللہ اشرفی مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور نے فرمایا:

''مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی کی وفات سے عالم اسلام دین کے عظیم مبلغ داعی اور جید عالم دین سے محروم ہوگیا'' (بحوالہ سابق: ۵۰۷)

مولانا سلیم اللہ خان صدر وفاق المدارس العربیۃ پاکستان نے فرمایا:

"میں تبلیغی جماعت کے عظیم رہبر اور عالم اسلام میں دعوت دین کے سرخیل مولانا زبیر الحسن کے سانحہ وفات پر صدمہ کا اظہار کرتا ہوں اور ان کی عظیم تبلیغی اصلاحی اور تعلیمی خدمات پر ان کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور ان کے سانحہ وفات کو ملی سانحہ قرار دیتا ہوں۔ (بحوالہ سابق:۵۰۷)

مولانا سمیع الحق حقانی مہتمم جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک و مدیر اعلیٰ "الحق" کہتے ہیں۔

"مولانا محمد الیاس نے اللہ پر توکل کر کے امت کے درد و غم اور دین کے لئے قربانی کی بنیادوں پر منفرد جماعت کی بنیاد ڈالی تھی، اس کی قیادت کی ذمہ داری مولانا انعام الحسن کاندھلوی اور مولانا اظہار الحسن کاندھلوی کی وفات کے بعد ۱۹۹۶ء میں محترم مولانا زبیر الحسن کاندھلوی کے کاندھوں پر ڈالی گئی اسے عظیم منصب کے لئے آنجناب کا انتخاب انتہائی مناسب اور بروقت تھا کیونکہ تواضع، انکساری، حلم، جود و سخا، خوف و خشیت کی تمام صفات جو داعی کے کے لئے لازم ہیں، آنجناب میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ناچیز سے محبت و شفقت سے پیش آتے، اکثر حرمین شریفین میں ملاقاتیں و مجالس ہوتی رہتیں......" (بحوالہ سابق:۵۰۸)

علامہ خالد محمود (نائب رئیس اقرا روضۃ الاطفال، پاکستان) لکھتے ہیں:۔

"اپنے پیشرووں کے طریقہ کار پر کاربند رہتے ہوئے جماعت کے کام کی نہ صرف نگرانی کی بلکہ اسے سنبھالا دیا، اور اپنے آپ کو اس کام کے لئے وقف کیے رکھا، اپنی ایمانی فراست، نور بصیرت اور باوجود متعدد عوارض و امراض کے اپنی حکمت و دانائی سے کام کو کمزور نہیں ہونے دیا، (اور) اسے اختلاف و نزاع کے مسموم تھپیڑوں سے بچائے رکھا...." سوانح مولانا زبیر الحسن مرتبہ مولانا زین العابدین، کراچی (بحوالہ سابق:۶۸ از مقدمہ کتاب)۔

ممتاز رسائل و جرائد میں دار العلوم دیوبند کے عربی ترجمان "الداعی" کے ایڈیٹر مولانا

عالم امینی ندوی کا مضمون تبلیغی جماعت کے ''مرد دانا وہوش مند'' بڑا جامع مضمون ہے، جس میں ان کا حلیہ پیش کر کے ان کی شخصیت کی سراپا کھینچ دیا گیا ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

''میانہ قد، گورا چٹا قدرے بیضوی چہرہ، کشادہ پیشانی، سر پہ کلاہ مدور، آنکھوں پر زیادہ پاور کا چشمہ، گھنیری دراز داڑھی، سر کے بال کھچڑی، داڑھی کے بال زیادہ تر سفید، فربہ بدن، آنکھوں میں ایمان ویقین، اصلاح وتقویٰ وشب بیداری وتعلق مع اللہ کی چمک، لب خاموش ودل گویا وسینہ سوزاں کے مالک.....'' (بحوالہ سابق:۵۴۲)

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی ایڈیٹر ''ماہنامہ دارالعلوم'' دیوبند تحریر فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا مرحوم کی شخصیت بڑی پرکشش تھی وجاہت ونجاوت ان کے چہرے بشرے سے اس طرح نمایاں تھی جیسے چودہویں کے چاند سے لطیف وراحت خیز چاندنی'' (بحوالۂ سابق، صفحہ:۵۷۱)

مدیر ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد مولانا مفتی سید محمد سلمان حسینی منصور پوری لکھتے ہیں ''موصوف بڑے معاملہ فہم ومعتدل مزاج اور بابصیرت شخصیت کے مالک تھے، بردوباری اور کم گوئی آپ کا خاص وصف تھا'' (بحوالۂ سابق، صفحہ:۵۹۴)

مولانا محمد سعیدی ناظم مدرسہ مظاہر علوم وقف نے اس طرح اظہار خیال کیا، ''قحط الرجال میں وہ اسلاف واکابر کی یادگار تھے، ان کے رہن سہن، سادگی، تواضع اور طرز زندگی میں قرون اولی کے اکابر کی زندگیوں کا عکس نظر آتا تھا، (بحوالہ سابق:۳۴۷)

جب کہ مشہور داعی ومبلغ ومناظر مولانا محمد الیاس گھمن کے الفاظ ہیں: ''حضرت کی ساری زندگی مخلوق خدا کو خالق کے در پر لانے میں گزری، عالمگیر دینی وتبلیغی جماعت کی سربراہی وذمہ داری نبھاتے ہوئے عالم اسلامی کی رشد وہدایت کے لئے ذریعہ بنے، کم گوئی آپ کا بنیادی وصف تھا، لیکن اکثر تبلیغی اجتماعات میں پرسوز دعائیں آپ ہی کرایا کرتے تھے، (بحوالہ سابق:۶۴۶)

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کے حافظ محمد اکبر شاہ بخاری لکھتے ہیں: ''آپ کا اخلاص وللّٰہیت مشہور زمانہ ہے، آپ نے کسی موقع پر کسی کی دل آزاری اور کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی، حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا جیسا اخلاص وایثار حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ جیسا شغف قرآن وحدیث، مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا زہد وتقویٰ، اور اتباع سنت کا جذبہ، والد ماجد مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا تواضع ومتانت کا انداز آپ کے اندر موجزن تھا۔

آپ رائے ونڈ کے اجتماعات میں تشریف لاتے تو آپ کے بیانات نہایت مؤثر، رقت آمیز، اور آپ کی دعائیں انتہائی دلسوز اور پرتاثیر ہوتی تھیں نہایت حساس طبیعت کے مالک تھے، لطیف الروح اور خندہ جبیں تھے، سادہ مگر پرکشش شخصیت تھے، رائے ونڈ کے عالمی اجتماع میں متعدد مرتبہ آپ کی زیارتیں ہوئیں، مصافحہ کا موقع ملا، آپ سے اپنے لئے انفرادی طور پر دعائیں کرائیں، آپ بہت ہی شفیق انسان ثابت ہوئے، ہر آنے والے سے انتہائی خندہ پیشانی اور بااخلاق طریقے سے ملتے کوئی دعا کے لئے عرض کرتا، تو فوراً ہاتھ اٹھا دیتے، اور الحاح وزاری سے دعا فرماتے، بلاشبہ ایسی ہستیاں کہیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں.

تاریک ہوگئی ہے شبستان اولیاء
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

(بحوالہ سابق: ۶۲۸)

مولانا محمد ہارون اندوری (ندوی مظاہری) نے جو مظاہر علوم میں ان کے معاصر اور حضرت مولانا ملک عبد الحفیظ مکی رحمۃ اللہ کے رفیق درس اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کے آخری شاگردوں میں ہیں کتب خانہ ندوۃ العلماء کے ناظر اور اس کے شعبہ مخطوطات کے مرتب ہیں، تاریخ وفات اس طرح کہا ہے۔

مخزن الطاف محمد زبیر الحسن الکاندھلوی

(۱۴۳۵ھ)

حبیب زہادنا محمد زبیر الحسن الکاندھلوی قد فاز فوزا عظیما

(۲۰۱۴ء)

(بحوالہ سابق: ۳۶۰)

اختتامیہ

وباللہ التوفیق وبہ نستعین

داعی الی اللہ عالم ربانی ولی باصفا حضرت مولانا محمد زبیر الحسن کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق ان اہم تاثرات جذبات واحساسات کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی کہ مزید کچھ اس میں اضافہ کیا جائے جن سے ان کی شخصیت کا سراپا سامنے آچکا ہے، اور گزشتہ ابواب میں اس کی تفصیل قارئین وناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں، کتاب کا دوسرا ایڈیشن بعض اہم اضافوں کے ساتھ سامنے ہے، باب ہشتم کے ملفوظات واقتباسات کے اضافے کے بعد درمیان میں بعض مقامات پر جہاں اضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس گنجائش سے پورا فائدہ اٹھایا گیا ہے اور اس کمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس کی طرف بعض اہل تعلق نے توجہ دلائی تھی، اور بعض ان باتوں کو دور کیا گیا جن کے دور کرنے کی ضرورت تھی اگرچہ وہ مقامات خال خال ہی نظر آئے۔

امید ہے کہ کتاب کا یہ نیا ایڈیشن (طبع جدید) پہلے سے زیادہ بہتر اور مفید سمجھا جائے گا، اور اس کی اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے، بڑی ناسپاسی ہوگی کہ ہم مولانا سید زین العابدین استاذ مدرسہ امام ابو یوسف کراچی کے لئے کلمات تشکر پیش نہ کریں کہ انہوں نے اپنی تصنیف میں راقم کے تذکرہ کا جابجا حوالہ دیا، اور اپنے مقدمہ میں خصوصیت سے تذکرہ کیا، الجزاء من جنس العمل کہا جائے کہ خود راقم کو اپنی کتاب کے نئے ایڈیشن کی تکمیل میں ان کی تصنیف لطیف وبسیط سے فائدہ اٹھانا پڑا جس کے اقتباسات ان کے حوالوں کے ساتھ پیش کردیے گئے ہیں، ان کی یہ کتاب راقم کی کتاب کی طرح اگرچہ آٹھ ابواب پر ہی مشتمل ہے مگر وہ صفحات میں کہیں زیادہ ۵۴۷ پر محیط ہے۔

مخدوم گرامی الحاج محمد عثمان ایچ ایم حسین صاحب أطال اللہ بقاءہ کا پیہم اصرار طبع جدید کا ذریعہ بنا، انہیں اور ان کے والد ماجد ایچ ایم حسین صاحب حیدرآبادی مرحوم کو حضرت مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی قدس اللہ سرہ اور ان کے فرزند عالی مرتبت وخلف الرشید حضرت مولانا زبیر الحسن صاحب علیہ الرحمۃ سے بڑا تعلق رہا تھا، اس لئے انہوں نے اس کو اپنا حق سمجھا اور تقرب إلی اللہ کا ذریعہ جانا۔

سید احمد شہید اکیڈمی رائے بریلی کے ذمہ داروں اور کارکنوں اور برادر محترم مولانا اصطفاء الحسن کاندھلوی کے لئے راقم عرض مؤلف میں اپنی بات پیش کر چکا ہے یہاں مولانا محمد کلام الدین ندوی معاون انچارج مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ کا ذکر ضروری سمجھتا ہے کہ ان کے ذریعہ اصلاحات واضافات کے عمل میں بڑا تعاون حاصل ہوا، بارك الله فيه و نفع به،

عزیز القدر ہشام رکن الدین ندوی بھٹکلی کا جن کے ذریعہ پروف کی تصحیح میں تعاون ملا، اور برادران محمد نعمان ندوی پورنوی اور عبدالرحیم ندوی کا جن کا کمپوزنگ میں تعاون حاصل ہوا، خصوصیت سے شکر گزار اور دعا گو ہے جزاہم اللہ تعالی خیر الجزاء،

کتاب کا نیا ایڈیشن ایسے حالات میں سامنے آرہا ہے، جس میں اس کی ضرورت پہلے سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور دوسروں کے لئے نفع کا ذریعہ اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت وذریعہ نجات بنائے۔ والحمد للّٰہ اولاً وآخراً وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ آله وصحبه اجمعين آمین

محمود حسن حسنی ندوی

جمعہ ۳/ جمادی الثانی / ۱۴۳۸ھ

۳/ مارچ / ۲۰۱۷ء

ندوۃ العلماء، لکھنؤ

(جدید ایڈیشن اہم اضافوں کے ساتھ)

حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ
اور ان کی دینی دعوت

مع ضمیمہ

(تذکرہ مولانا محمد یوسف کاندھلوی و مولانا محمد انعام الحسن کاندھلوی)

از:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات...۳۴۸

قیمت.....ڈاک مصارف کے ساتھ صرف، -/200

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ۔ لکھنؤ

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوہ کیمپس دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

فون نمبر:0522-2741539 E-mail airpnadwa@gmail.com

تحفۂ علم دعوت

از

مولانا محمد سعد کاندھلوی

مسجد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں کی گئی ایک اہم تقریر

صفحات...۷۲

قیمت...۴۰/روپے

ناشر

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ

H.M.Husain Trust

Email:hmhamuwash@yahoo.com

Cell:+917095168679